

# مذہب اسلام کا خلاصہ

1294  
ع 51

۸

اسلام کیا ہے؟ خدا کی رضا مندی کی ایک زبردست دستاویز۔ انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لیے غیر فانی دستور العمل۔ عذر فرمائیے!

اس کے بعد آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی زمین پر آپ کی عقل کا بنایا ہوا۔ یا آپ کے پسند کے موافق قانون نافذ ہو؟ تو کیا آپ کے

نزدیک ایک انسانی دماغ تمام عالم کی مختلف ضروریات کا احاطہ کر بھی سکتا ہے

یا پورے طور پر ان کا ادراک بھی کر سکتا ہے؟ اور اگر اس ناممکن مرحلہ سے گزرتا

بھی جاسکے تو کیا ان ضروریات کے احساس کے بعد ان کیلئے مناسب آئین

وضع بھی کر سکتا ہے؟ اور اگر یہ مشکل بھی آسان ہو جائے تو اس کی کیا ذمہ داری

ہے کہ تمام عالم اس پر منققی بھی ہو سکتا ہے تو اگر درحقیقت ان سب مشکلات

کا حل ہی مشکل ہے تو مذہب سازی کی دوسری اٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔

آپ اسی مذہب کو کیوں قبول نہیں کر لیتے۔ جسے قدرت کے زمزمہ شناس ہاتھ نے

تمام مزاجوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر بنایا ہے۔ جس میں گزشتہ مذاہب کے محاسن

خود چن چن کر اٹھا لیے گئے ہیں، پھر اس مجموعہ میں اور بہت سے محاسن شامل کر کے

اس کو بہت مکمل اور انتہائی پذیرہ صورت میں آپ کے سامنے پیش کیا ہے جسکی تفصیل

آگے آرہی ہے۔ اب اگر اس کے بعد بھی آپ کے تلاش مذہب کی تشنگی نہیں بجھتی تو

بہترین کیجئے کہ آئندہ قیامت تک سمجھنے کی بھی نہیں ہے۔

DATA ENTERED



## سب کی متاع مشترک

- جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سب نعمتیں ساری دنیا کے لئے ہیں۔ اسی طرح اسلام بھی سب کے لیے ہے، اور تمام مشکلات کا حل اسی میں رکھا گیا ہے۔
- اسلام اس نظام زندگی کے مجموعے کا نام ہے جو خدا کے برتر و بزرگ کی طرف سے تمام اہل دنیا کو دیا گیا ہے۔
- یہ تمام کی مشترک متاع ہے، کسی خاص قوم یا فرقہ کی خصوصی چیز نہیں یہ عالمی اور دائمی ہے؛ زمانی اور مکانی نہیں،
- جو شخص ذہباً اسلام کو اختیار کرے گا دونوں جہانوں میں کامیاب رہے گا اور جو صرف ظہاناً اختیار کرے گا۔ دنیا میں راحت یاب رہے گا۔
- معلوم ہو رہا ہے کہ اب اہل دنیا کو ملوے یا کرہا اسلامی اصولوں کے اختیار کرنے سے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔
- ان سچی باتوں اور حقیقتوں کو۔ اس مجموعہ میں علمی و عقلی اور مسلمہ معیار سے ثابت کیا گیا ہے۔



اٹھ کہ اب بزم جہاں کا ادہ ہی انداز ہے ۔

مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آئینہ ہے

رنگ گردوں ذرا دیکھ تو رعنائی ہے

یہ نکلے ہوئے سورتج کی افق تاباں ہے

• غیر مسلم برادران کو لفظ اسلام سے گھبراتا اور بدکن نہیں چاہیئے ؟

بلکہ آزادی فکر اور صاف دلی سے اس کا مطالعہ کرنا اور صحیح معیار پر  
پرکھنا چاہیئے ؟

ع: دولت این است وغیر این ہمہ بیج =



# فہرست

صفحات نمبر

مضامین

۱	مقارنہ - مذہب اور موجودہ سیاست
۳	مذہبی نظام ناگزیر ہے۔
۷	خدا اور مذہب سے پیزاری کے اسباب
۱۰	عود الی الادلی
۱۲	تباہ کن عصبیت
۱۴	اراکین اقوام متحدہ کو دعوتِ غور و فکر
۲۳	اسلام کی حقانیت کا زبردست ثبوت
۲۴	ہر کتب فکر کو چیلنج
۲۶	باعنی ناتوانی شد - زمان پذیراں شو
۲۹	مقتید
۳۱	مشکلات کیوں کر پیدا ہوتی ہیں؟
۳۲	عقل سلیم اور مذہب آسمانی کا فیصلہ
۳۴	سرمایہ گریز والی قوموں کے عیبت انگیز واقعات
۳۵	خود باختہ فلسفیوں کی تعلیم



- ۳۹ اسلام و سلامتی کے آفتاب کا طلوع
- ۴۰ عالمگیر اصلاحی تحریک کا آغاز
- ۴۲ اسلام میں عمر فاروقؓ کا مقام
- ۴۳ اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا
- ۴۸ اسلام کی منزل مقصود
- ۵۱ مسند القادیہ
- ۵۲ عالمی مشکلات کا دور ثانی
- ۵۹ جملہ معترضہ
- ۶۶ سائنس کے غلط استعمال کا انجام
- ۶۸ شجر حیات کی پیدائش
- ۷۱ اہل مغرب کی اس شجر سے بیزاری
- ۷۲ مذہب کی تلاش
- ۷۳ امرت رس
- ۷۴ دنیا کے بڑے لوگوں کو پیش کش
- ۷۸ انسانی تہذیبیں
- ۷۹ مذہب داخل فطرت انسانی ہے
- ۸۰ انسانیت کا بھلا چلنے والے بڑے لوگوں کا منصب
- ۸۱ یہ سوچنے کی بات ہے اسے خوب سوچیں
- ۸۲ پیغام قرآن پیشوایان مذہب کے نام
- ۹۸ مذہب اسلام میں انسان کا مرتبہ و مقام
- ۱۱۴ وحدت انسانیت
- ۱۱۸ اقوام متحدہ کو عالمی نظام حیات کی پیش کش
- ۱۲۱ غیر مسلم برادران کی خدمت میں گزارش



✓ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا ✓

مسلمانوں کی خدمت میں

✓ اسلام، جتنی مذہب نہیں

✓ اسلام، تہذیب ✓

✓ فنون لطیفہ اور اسلام ✓

✓ شاندار مستقبلیں ہیں یقین

✓ تقدیر پرستی کا انعام ✓

✓ آواہر و نواہی

✓ اسلام اور مسلمان

✓ اسلام کا نسب الحین اور اس کا مسکن ✓

✓ ایمان بآلہ اور انسانی دوستی ✓

✓ جہاد فی سبیل اللہ ✓

✓ مغربی تعلیم یا زید مسلمانوں سے

✓ تہذیب قرآن حکیم

✓ عقل اور قرآن

✓ چیلنج قرآن تمام قوموں کے نام

✓ معجزے کی حقیقت

✓ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے

✓ ہجرت انزلی چیلنج جس کا ہنگامہ نہیں دیا جاسکا

✓ دیا بھی نہیں جاسکے گا

✓ بیرونی شہادت

✓ فتح غلط فہمی

✓ غیر مسلموں کے تاثرات ✓

125

126

128

133

134

138

139

148

153

154

156

159

164

166

169

170

174

176

185

191

192

193



- ۱۹۵ ✓ ایک اور عیسائی کا اعتراف
- ۱۹۸ قرآن حکیم غیر مسلموں کی نظر میں
- ۲۰۰ قرآن حکیم کے خارجہ جی ثمرات
- ۲۰۹ رب العالمین عظیم علی اللہ علیہ وسلم
- ۲۱۴ حضور کی مختصر زندگی
- ۲۱۵ حضور کا انقلابی اور فکری پروگرام
- ۲۱۷ رسول اکرم کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟ ✓
- ۲۲۰ غیر مسلموں کے لئے؟
- ۲۲۲ ہر مس کے لئے؟
- ۲۳۰ سب بعثت کے وقت چند عالمگیر گنجیوں کا اسلامی حل
- ۲۳۲ حرف آخر عالمی مشکلات کا خلاصہ
- ۲۳۳ اسلام کا نظام زندگی ✓
- ۲۳۴ مقصد زندگی ✓
- ۲۳۵ اقدام متحدہ سے خصوصی خطاب ✓
- ۲۳۶ بہت بڑی اور فائنل غلطی
- ۲۳۷ مثبت الہی کا ظہور
- ۲۳۸ خلاصہ مقصود
- ۲۳۹ محسن اعظم سے دنیا کی روگردانی
- ۲۴۸ اسلام کیا ہے؟





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## مقدمہ

### مذہب اور موجودہ سیاست

مذہب نے وحدتِ انسانیت کی بنا پر انسانوں کے درمیان مساوات اور اخوت کا تصور تصور وحدت کی جگہ کیا تھا لیکن موجودہ سیاست نے اس کو پارہ پارہ کر دیا؛ یسٹرنزم جغرافیائی حدود و محدود وطن پرستی، قبائلیت صوبائیت، نسل پرستی، ذات پات، رنگ اور زبان کے تصورات ان میں ہر ایک تصور وہ ہے جو وحدتِ انسانی کے حق میں سیم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس سیاست ہی نے انسانوں کو بیشمار متحارب گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اور اس نے وہ پیمز چھین لی ہے جو ان کو مذہب کے آستانہ سے ملتی تھی۔ مذہب نے امتیاز و تفریق کی تمام دیواروں کو ڈھا کر انسانیت کا ایک وسیع میدان دیا تھا۔ مگر سیاست نے ہمارے ہاں قوم پرستی، اور وطن پرستی وغیرہ کی بے شمار دیواریں کھڑی کر دیں۔ اور اس بنیاد کو ہمارے جس کو مذہب نے دونوں ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا دنیا کی قوموں کو ایک دوسرے سے خوب لڑایا۔ مذہب کا تو ایک ہی فیصلہ ہے کہ:-



۴  
اِنَّ عِبَادَكَ كُلَّهُمْ اَخْوَةٌ  
خدا کے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں  
اور اس کی بنیادی تعلیم بھی ایک ہی ہے کہ :-

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ - بحیثیت انسان تمام انسان قابلِ احترام ہیں  
بہر حال آج دنیا کو انسانی وحدت کی ضرورت ہے مادہ اس وحدت کے  
لئے مذہب کا تصور ناگزیر ہے۔ اور جب مذہب کے تصور سے انسانی وحدت  
کا تصور قائم ہو جائے گا۔ تو تمام بھائی بھائی بن جائیں گے۔

اب جبکہ بھائی چارہ کا تصور ہی انسانی وحدت پر مبنی ہے۔ اور اسی کا  
لازمی نتیجہ آفاقی امن ہے۔ تو منطقی طور پر اس کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ دنیا  
کی سلامتی تو میں جو امن و سلامتی کی خواہش مند ہیں اور عالم گیر تباہی سے بچنا  
چاہتے ہیں۔ ان سب کو دامنِ عافیت میں پناہ دینی ہوگی۔ اور ایک ایسا  
مذہب تلاش کرنا پڑے گا جس کی تعلیمات آفاقی امن اور عالمگیر اخوت پر  
مبنی ہوں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صرف ایک بنیادی کام کو ہاتھ میں لیں  
اور انسانوں کو انسانی وحدت اور بھائی چارہ کا یقین دلائیں۔ اور دنیا  
کے بڑے بزرگ واقعی امن و سلامتی کے طالب ہیں تو فراخ دلی سے اسلام کے  
پیش کردہ نظامِ حیات کو قبول کر لیں گے۔ خواہ اس کو مذہباً تسلیم کریں یا نہ  
بہترین نظامِ حیات ہونے کے اعتبار سے ہی۔



## مذہبی نظام ناگزیر ہے

باغیان خداوند منکرین مذہب نے دنیا کو کیا دیا اور کیا کھوایا اس کی تفصیل آگے ہی ہے۔

اس زمین کی سطح پر اور اس آسمانی چھت کے نیچے کوئی بھی یا شعور فرد ایسا نہیں ہو سکتا جو اپنے دل میں خدائی تصور و خیال نہ رکھتا ہو۔ اگرچہ اس تصور و خیال کے تعبیر کرنے کے ذرائع اس کو معلوم بھی نہ ہوں۔ مگر ایسا تصور پھر بھی اس کے دل میں ضرور قائم رہتا ہے۔ اس کو کوئی طاقت فنا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ انسان اپنے تحت اور مافوق اور دائیں بائیں بے شمار ایسے عناصر کو محسوس اور معلوم کر لیتا ہے جس کے وجود میں لاسے اور بنانے والا مخلوقات میں سے کوئی اس کو معلوم نہیں ہوتا۔ پس لامحالہ وہ ایسی قادر و توانا ذات مطلق کا تصور و خیال اپنے دل میں مرکزہ کر لیتا ہے جو کائنات کو وجود میں لاتی ہے۔

ابوالبشر آدم علیہ السلام کی ابتدائی اولاد میں اس مہستی کو اللہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اور اس نام کی قربانیاں کی جاتی تھیں۔ ہابیل وقابیل کا واقعہ اس کی تصدیق کردہ ہے۔ غور و فکر اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم سے کچھ مدت تک انسان اپنی باسی فطرت سادہ پر ہوا اور خدا تعالیٰ کو آدم علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق جانتا رہا۔ پھر بعد کے زمانوں میں خدا کی تلاش اور اس کے تصور میں غلطیاں شروع ہوئیں۔ تو عقیدہ خدا پرستی میں شرک



شروع ہو گیا۔ قرآن کہتا ہے کہ:-

كان الناس أمة واحدة۔ تمام انسان ایک ہی امت تھے

یعنی وحدتِ انسانیّت اور وحدتِ دین پر تھے۔ پھر وہ اس معاملہ میں مختلف ہو گئے۔

فَبَعَثَ اللَّهُ الْمُرْسَلِينَ وَمُنذِرِينَ  
پس اللہ نے مبشرین اور منذرین بھیجا  
اور ان پر کتابیں نازل کیں۔

انہی حالات میں جب آدم کی اولاد تھراو میں بڑھتی گئی اور زمین کے مختلف گوشوں میں آباد ہوتی گئی۔ تو انہوں نے زمین کے مختلف خطوں میں اپنے قلبی اور ذہنی تمیز خدا کو مختلف محسوس اشکال کی صورتوں میں خدا کا منظر یا محل تجویز کر کے اس کی پرستش شروع کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ان کی ہدایت اور رہنمائی علیحدہ علیحدہ قوموں اور گروہوں میں مبشرین و منذرین کو بھیجتا رہا۔

لَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا  
ہم نے ہر ایک قوم میں رسول بھیجا۔  
وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور ہر ایک قوم کے لئے رہنما مقرر کیا۔

پھر وہ زمانہ آیا کہ قوموں اور گروہوں کے باہم میل ملاپ کے ذرائع پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے سب قوموں اور گروہوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ایک ہی پیشرو و تہذیب دہنے والی عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو



بعوث فرما دیا۔

یہ جو بیان کیا گیا ہے، اس پر واقعات اور تاریخ شاہد ہیں۔ اور وہ تاریخ شاہد ہے جو کسی منفرد مؤرخ کی تاریخ یا رائے نہیں ہے بلکہ سراسر واقعات صادقہ پر مشتمل ہے۔

دنیا مسلسل و متعاقب انقلابات و تجربات سے گذرتی ہوئی اس حد تک پہنچی ہے جہاں اس وقت سب کھڑے ہیں۔ غور و فکر سے ان باتوں کو سمجھنا چاہیے کہ کن اصول و نظریات کے اختیار کرتے سے دنیا والے ناکام رہے اور کن اصول و نظریات پر چلنے سے سرخ رو ہوئے۔ زمانہ گواہ ہے اور واقعات عالم شہادت دے رہے ہیں۔ کہ دنیا کی اس طویل مدت میں جہاں جہاں اور جس جس زمانہ میں دنیا میں امن و سلامتی اور انسانوں میں باہم محبت و اخوت اور ایک دوسرے کا احترام رہا اور حقوق کی ادائیگی میں کوشش ہوتی رہی۔ وہی زمانہ انسانوں کے لئے امن و راحت کے زمانے نظر آ رہے ہیں۔ اگر غور و فکر سے تاریخ کی چھان بین کی جائے، تو یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ یہ خدا پرستی اور مذاہب کی پابندی کے زمانے ہیں۔ اگرچہ تو میں خدا پرستی اور مذہب کے بارے میں بہت کچھ افراط و تفریط کرتی رہی۔ مذہب کے اصول و مسائل کو بدلا اور مسخ بھی کیا لیکن پھر بھی وہاں مشترک طور پر لوگوں میں نیکی بدی کی شناخت، شرم و حیا کی پابندی، عزت و ذلت کا احساس، عصمت و ناموس کا تحفظ، صدق و دینیت



اور امانت داری کی محبوبیت کی قدر افزائی نہ رہی۔ اور کذب و بددیانتی کی مذمت  
 اور بے ایمانی سے نفرت قائم رہی۔ یعنی لوگوں کی عزتیں اور اخلاقی قدردانی محفوظ  
 تھیں۔ نہ ناکاری اور بدکاری کو ہر ایک مذہب میں شدید ترین جرم قرار دیا  
 جاتا رہا۔ شراب اور سود اور قمار بازی کو ممنوع اور بُرا ہی سمجھا جاتا رہا۔ یہ میں  
 اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہا۔ ان مختلف مذاہب کی کتابیں اور حکومتوں کی  
 تعزیمات کے مطالعہ سے یہ سب باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ویسے تو ان مذہبی  
 زمانوں میں بھی انفرادی اور نجی طور پر بد اخلاق و بدکردار لوگ پائے جاتے  
 رہے ہیں۔ مگر معاشرے میں برے اور عجم ہی شمار ہوتے رہے ہیں۔

لیکن جس عہد سے خدا کا انکار یا بغاوت اور ترک مذہب کا سلسلہ شروع  
 ہوا ہے، اسی عہد سے اچھائی اور بُرائی کا فرق و امتیاز اٹھتا چلا آ رہا ہے۔ مذہبی  
 اخلاقی اور انسانی اقدار مفقود ہوتے چلے آ رہے ہیں، خواہشات نفسانی کے  
 تعلق سے ہر وقت جوان ہیں، بڑائیوں کا درخت سدا بہار ہے، مذہب کے بیزاری  
 اور خدا سے بغاوت دنیا کے عوام سے اکثر کا مذہب بن رہی ہے، اس کی عبادت  
 کا ہی دوسری عبادت گاہوں کے بجائے تعمیر ہو رہی ہیں۔ اس وقت صحت سے  
 بڑا بہت انسان کا پیٹ اور اس کی نفسانی خواہشات ہیں۔  
 حیرت بر حیرت یہ ہے کہ اس وقت کی حکومتیں خود ان بڑائیوں کی پشت  
 و پناہ ہیں۔



خدا اور مذہب سے پیڑاری کے اصحاب؟

اس داستان کو قدرے تفصیل سے دوسری جگہ بیان کر دیا گیا ہے یہاں مختصر چند باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ یہ غیرت انگیز تبدیلی یورپ کے مذہبی پیشواؤں کے خود ساختہ مذہب اور ان کے حریت پسندوں کے جذبات مخالفت کی بنا پر قرون وسطیٰ سے پیدا ہوئی۔ اور مذہب کی پیڑاری کا سبب مذہب اور معاشرے کی کش مکش ہے جس نے فلسفہ اور دہریت کی بنیاد رکھی۔ پھر اس کے بلوں سے مسئلہ ارتقاء پیدا ہوا۔ اور اس کے غلط تجربہ اور استعمال سے حریت پسندوں نے تکوینی اور تخلیقی امور میں عناد انگیز جذبات کی وجہ سے مذہب کے خلاف متبادل نظریے اور اصول وضع کئے۔ پھر انہی پر اپنے نظام اور تہذیب کا قائم کیا۔

پس موجودہ تہذیب اور اس کا نظام انہی نظریات اور اصول پر مبنی چلے آ رہے ہیں۔ اس سلسلہ انسانی فرائض اور اس کی قدروں کو فنا کر دیا ہے۔ یہاں تک اب انہی قوموں میں (جن کے بڑے لوگوں نے اس نظام اور تہذیب کو پیدا کیا تھا) مذہبی رجحان ترقی کر رہا ہے۔ اور اس مصنوعی نظام و تہذیب سے تنگ آ کر مذہب کا اصل بچا رہا ہے اور زور دار دلائل سے ثابت کیا جا رہا ہے کہ راحت اور سکون کا سرچشمہ خدا کے ساتھ عقیدت اور اسی کی بتائی ہوئی ہدایات زندگی پر عمل کرنا ہے۔



بہر حال جس غیر اخلاقی نظام اور مادی تہذیب کے لئے مذہب کو دور  
بائش کہا تھا اب وہی نظام و تہذیب ان کو مذہب کے تلاش اور اس کے  
اختیار کرنے پر آمادہ کر رہا ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مذہب انسان کے لئے فطرتی چیز ہے اس کو  
فنا نہیں کیا جاسکتا اور نہ بدلا جاسکتا ہے۔ مذہب کی ضد اور مخالفت کو  
انسانی طبیعت قبول نہیں کر سکتی۔ قرآن میں ہے :-

فِطْرَتِ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ  
عَلَيْهَا

اللہ کی فطرت جس پر لوگوں کو پیدا کیا  
یہ ہے دینِ محکم

لَا تَبْدِيلَ لِمَ تَخَلَقَ اللَّهُ  
ذَٰلِكَ الدِّينَ الْقَيِّمُ

اور دین سے مراد دین اسلام ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی ہے

اس دین کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر کمال۔ رفعت اور دوام  
کے ساتھ مخصوص و ممتاز کر دیا گیا ہے۔ یعنی اس کو رفعت و کمال اور  
دوام جیسی خصوصیات سے متصف کیا گیا ہے پس پہلی دو خصوصیتیں اس  
بات کی متضمنی ہیں کہ اس کے مبادی و نظریات اور اس کے اصول انسانوں  
کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی سعادت و فلاح کے لئے کافی و کافی ہیں۔

روح  
صفت



اور دوام کی خصوصیت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اصول و نظریات دائمی اور سرمدی ہیں۔ یعنی موقوتی نہیں۔ جو حالات و ظروف اور زمانے کے بدلنے سے بدلتے رہے ہوں۔ کیونکہ یہ فطرت انسانی کے صین مطابق ہیں۔ اور اس کے ترجمان ہیں۔ جیسا کہ فطرت غیر متغیر اور غیر متبدل ہے ویسے ہی یہ بھی غیر متبدل اور غیر تغیر پذیر ہیں۔ اس کی تائید باری تعالیٰ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے :-

وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا  
فَأَن يَقْبَلُ مِنْهُ شَيْءٌ  
اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی دوسرا  
تلاش میں کریگا وہ ہرگز قبول نہیں ہوگا۔

اس لئے کہ جس چیز کے قابل اس کو پیدا کیا ہے وہ اس کو چھوڑ کر  
دوسری چیز اختیار کرنا ہمارے جو سرا سر اس کو دشمنان کی طرف لے جائیگی  
اور اس کی فطرت اس کو قبول نہیں کرے گی۔ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم  
کا ارشاد ہے :-

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ  
ہر پیدا ہونے والا فطرت صحیح پر پیدا  
ہوتا ہے۔ فطرت صحیح سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جس  
خاص طرزِ عمل کے ساتھ دیکھنا چاہتا ہے اس کو اختیار کرنے کی صلاحیت  
ان کے اندر فطرتاً رکھ دی ہے۔ انسان کا ڈھانچہ سناچہ اس ڈھانچہ سے  
بنایا گیا ہے کہ اس میں صرف خدا کا دین ہی ٹھیک ٹھیک بیٹھ سکتا ہے۔



دوسری کوئی چیز بٹھانے کی کوشش کی جائے۔ تو وہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے گول خانہ میں چوکھٹی چیز۔ اگر ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر یقین رکھتے ہیں تو ہمارے لئے یہ سوچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ کسی مخصوص جغرافیائی خطہ میں بسنے والی قوم کا ذہن ہماری تحریک سے ہم آہنگ ہے یا نہیں۔ ہزارا تو ایمان ہونا چاہئے کہ قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک زمین کی سطح پر چلنے والے زمانہ ماضی کے ہوں یا حال کے یا جو آئندہ پیدا ہوں گے، ان سب کی ذہنی ساخت سب سے زیادہ جس چیز کی قبولیت کے لئے موزوں ہے وہ اسلام ہے۔ تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ساری دنیا اسلام کو قبول کیوں نہیں کر لیتی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دین قدرت ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اس کے اندر مقناطیسی کشش ہے کہ جس کی محض موجودگی سے تمام لوگ اس کی طرف کھینچ آئیں۔ کوئی چیز کسی کے لئے خواہ کتنی ہی قابل قبول ہو، مگر جب وہ اس کے سامنے لائی جائے گی، جب ہی تو وہ اس کو قبول کر سکتا ہے۔

### عہد الی الاقل

یہ بات ہو رہی تھی کہ جس فلسفہ اور تہذیب نے اہل یورپ کو خدا اور مذہب سے بیزار کیا تھا اب وہی فلسفہ اور تہذیب ان کو پھر مذہب کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اور وہ مذہب کے لئے بے چین ہیں۔ لیکن ان کا اپنا مذہب ایسا نہیں ہے



جوانسانی زندگی کے تمام شعبوں کو پورا کر سکتا ہو اور ان کی تنقادات کو برلاسکتا ہو۔ پس یہ مذہب کو انسان کا اپنی معاملہ قرار دے کر اس کو سیاست اور نظام حکومت سے علیحدہ سمجھتے ہیں۔

(پہلے بیان ہو چکا ہے جو سیاست مذہب سے خالی ہوگی، وہ مشکلات کو حل نہیں کر سکتی۔ بلکہ زیادہ مشکلات پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ جب تک دیانت و راست بازی کے ساتھ قلوب میں اخلاص اور مظلوموں کی حقیقی ہمدردی نہ ہوگی مشترکہ جماعتیں بے غرضی سے کام نہیں کر سکتیں۔ اور یہ ہمدردی بغیر خدا پرستی اور نظام مذہبی کی تکمیل کے ممکن نہیں ہے۔)

ظاہر ہے کہ خدا پرستی اور عدل کا قیام صرف عبادت گاہوں کی صف بندی میں مطلوب نہیں۔ بلکہ زندگی کے سیاسی معاملات کو ناہموار پوں سے ہٹا کر راستی و یکسانی پر قائم کر دینا مذہب انسانی کا نصب العین ہے۔

یہ بات سمجھیں آپ ہی نہیں سکتی کہ زندگی کے کسی ایک یا چند شعبوں کو دوسرے شعبوں سے الگ کر کے ان میں نظام عدل قائم کیا جاسکتا ہے۔ چاہے دوسرے شعبوں میں کیسے ہی منہالم کار فرما رہیں (زندگی کے ایک شعبہ کا بگاڑ دوسرے تمام شعبوں کو مریض بنادیتا ہے۔ پس جس طرح کسی جسم میں کوئی حد بندی کر کے ایک طرف بیماری کی حالت برقرار رکھتے ہوئے دوسرے حصے میں صحت قائم کر دینا ممکن نہیں اسی طرح اجتماعی زندگی کے بعض شعبوں میں فساد



اور ناہمواریوں کو قائم رکھ کر بعض شعبوں میں قیام قسط کا پروگرام عمل میں نہیں لایا جاسکتا۔

(واضح ہو کہ اسلام زندگی کے پورے مسائل میں مداخلت کرنے کا پروگرام لے کر آیا ہے) اسلام جس طرح غذا اور بندے کے تعلقات میں عدل چاہتا ہے اسی طرح والدین اور اولاد، شوہر اور بیوی، حاکم اور محکوم، سر و آیدار اور مزدور، زمیندار اور متاع، تاجر اور گاہک کے تعلقات میں بھی راستی اور انصاف کی روح کو جاری اور جاری کرنا چاہتا ہے بلکہ ایک جامع نظام عدل برپا کرنے کے لئے آیا ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قرون وسطیٰ میں یورپ کے ریت پسندوں نے جو اپنے مذہب کی تنگیوں سے تنگ آکر مذہب سے بیزاری ہونے لگے۔ انہوں نے مزید غلطی بھی کی کہ دوسرے اہل مذہب کو بھی اپنے اپنے مذہب کے ترک اور ان سے بیزاری کی تعلیم و ترغیب دیتے رہے۔

تباہ کن عصبیت

وہ یورپ جس کو مسلمانوں نے ہی انسانیت کا سبق دیا اور نور کی مشعل دکھائی اس یورپ کے متعصب پیشواؤں اور پاپاؤں نے اٹھارہویں صدی عیسویں تک اپنے اہل یورپ کو اسلام کی حقیقت اور اہلیت کے سمجھنے سے اندھیرے میں رکھا۔ اور اپنے مذہب کی تخریب اور قوم کی تباہی منظور کر لی۔



مگر اسلام کی طرف (جو ایک عالمی و دائمی اور بین الاقوامی مذہب ہے) اپنے  
 حریت پسندوں کو رجوع ہونے کی ہدایت نہ کی تاکہ وہ اتحاد و دہریت کا شکار  
 نہ ہوتے، اور اسلام جیسے ہمہ گیر مذہب کو (جو معائنہ و سیاست سے بیکر  
 عبادت تک جماعت گیری کا رنگ لئے ہوئے تھا۔ اور جس نے دنیا کی سیٹھ  
 میں عالم گیری کے اصول لئے ہوئے تھے۔ اور جس نے یورپ کو گھپ اندھیر  
 میں خود مشعل دکھائی، جس کے نور سے وہ اب تک جگمگ کر رہا ہے۔  
 جیسا کہ یورپ کو کبھی خود اس کا اعتراف ہے۔ اور جس نے یہ ثابت کر دکھایا ہے  
 کہ مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ حلیف ہیں، انراویت  
 کے مذاہب پر قیاس کر کے نظر انداز نہ کرتے بلکہ باہم بنیاد بنانا اس کو قبول کر لیتے اور  
 اسلام جیسے عالم گیر مذہب کے تسلیم کرنے میں ان کی تحریک مانع نہ ہوتی کیونکہ  
 جو دین اپنے عالم گیر ہونے کا دعویٰ رکھتا ہو اسے ایسی ہی تحلیل و تالیف کا بھی مدینہ کر  
 آنا چاہئے تھا جس میں تمام عالم کے لئے جاذبیت موزوں ہو۔ اور وہ ایسا دین  
 ہو جو کسی بھی زمانہ میں کسی حدائق اور تصنیفات کے اختیار کرنے اور اس پر عمل  
 کرنے والے کی تحلیل نہ کرتا ہو۔ پس ایسا دین اور مذہب جو پورے جو وہ سو سال  
 سے دنیا میں چلا آ رہا ہے، وہ صرف اسلام ہی ہے۔

چونکہ ہمارا مومنوں یہاں مختلف مذاہب اور متفرق نظریات سے بحث  
 کرنا اور تقابلاً ترجیح پیش کرنا نہیں بلکہ اگر غور کیا جائے تو ہم ان کا اس قسم



کی بحثیں ہی گروہوں کے درمیان بُعد و نفرت پیدا کرتی رہی ہیں اور تعصبات کو بھڑکاتی ہیں۔

ہم اپنے مدعا بلکہ ساری انسانیت کے لئے مفید اور بہترین چیز کو باری تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ساری دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

أَدْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ  
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔

بلا اپنے رب کے راستہ کی طرف عقلمندی اور اچھی  
نصیحت کے ساتھ اور ان سے عمدہ طریقہ  
سے مباحثہ کر۔

(جو لوگ اپنے مدعا کو تقابلی شکل میں پیش کر کے دوسروں پر ٹیک کرتے ہیں یا الزام سے نچوڑ دکھاتے ہیں، ایسے لوگ اپنے دعویٰ کو منوانہیں سکتے بلکہ درمیان میں خود رکاوٹیں پیدا کر لیتے ہیں اور مزید تعصب اور عنادیت کو ہوا دیتے ہیں۔ خدا اور تعصب ہی ایسی بڑی چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے حق و صداقت سے بھی انسان انکار کر جاتا ہے، اور استدلال کے اس طریقہ سے کوئی چیز بھی عین دلائل سے اس کی رہنمائی نہیں کر سکتی)

اراکین اقوام متحدہ کو دعوت غورو فکر

محترم اراکین اقوام متحدہ! جب کہ آپ موجودہ مشکلات کا حل چاہتے ہیں تو غیر جانبدارانہ فکرین کی حیثیت سے آپ حضرات اسلام و قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور ان کے پیش کردہ مسائل اور پروگراموں کا غورو فکر سے



مطالعہ فرمائیں۔ یہاں سٹاک پ کی ہر شکل آسانی سے حل ہوتی ہوئی نظر آئیگی،  
اور ہر عقدہ واضح ہوگا۔

اس وقت آپ کا ادارہ ہی ایک ایسا ادارہ ہے جس کے اصلاح یاب  
ہونے سے ساری دنیا اصلاح یاب ہو سکتی ہے۔ اس ادارہ میں مقدمہ دنیا کے  
نمائندے شامل ہیں۔ اس ادارہ کو علمی و تجرباتی اور تاریخی دنیا کا خلاصہ  
اور مرکز کہا جاسکتا ہے۔ اس دور تک دنیا نے جس قسم کی ترقیات حاصل کیں  
اور تجربات معلوم کئے، ان سب چیزوں کو یہ ادارہ جمع کئے ہوئے ہے۔ گویا یہ ادارہ  
اس وقت ساری دنیا کا دل اور دماغ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ادارہ کی طرف سے  
ایسے ایسے نظریات اور اصول پیش کئے جا رہے ہیں

جو پہلے نظریات اور اصول سے بہت فائق اور وسیع ہیں  
پہلی قومیں اور حکومتیں جو صرف اپنے اپنے لئے جزوی طور پر سوچا کرتی تھیں  
اب یہ ادارہ ساری قوموں اور حکومتوں کے لئے سوچ رہا ہے۔ اس سے صاف  
ظاہر ہوتا ہے۔ اب دنیا ایک مرکز میں اکٹھا ہونا اور نظام واحد میں سمٹنا چاہ رہی ہے۔  
اور وحدت انسانیت کو اساس قرار دینا چاہ رہی ہے۔ کیونکہ اس ادارہ کی طرف  
سے بین الاقوامی مفاد اور عالم گیر تصویر کشی اور مشترک اصول کی تشریح ہو  
رہی ہے۔ یعنی وحدت انسانیت، انسانی اخوت، انسانی مساوات، انسانی روا  
داری، انسانی آزادی، انسانی حقوق، بین الاقوامی قانون، عالمی سیاست،



بین الاقوامی ادارت، انسانی دوستی، بین الاقوامی مفاہمت و محبت اور نوع انسانی کی یہودی کے فخرات اس ادارہ کے چارٹر ٹراکٹس کے ارکان کی تقریروں اور تقریروں میں استعمال ہو رہے ہیں۔

اس قسم کے عالم گیر تصدیقات اور ہمہ گیر تصدیقات پہلے انسانوں کے نظریات میں نشان نہیں ملتا۔ اور نہ اسلام کے علاوہ پہلے کسی ملت اور مذہب نے ایسے نظریات کو پیش کیا ہے۔ پس لا محالہ ماننا پڑے گا۔ کہ یہ نظریات اور اصول ہیں جن تک دنیا صدیوں کے ترقی کرتی رہی ہے۔

لیکن جب ہم اسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریعت اسلامیہ اپنی ابتدا یعنی پونے چودہ سو سال سے ہی ایسے اصول اور نظریات کی حامل چلی آرہی ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ ایسے اصول و نظریات کے جدید تجاویز بھی رکھتی ہے۔ جن تک ابھی دنیا کے نظریات اور قانون سازوں کا تصور بھی نہیں گیا۔ دنیا کے لڑ باب قانون اور مفکرین جس قسم کے اصول جانتے ہیں۔ اور جن کے قوانین میں موجود ہونے کی بس انہیں آتا ہی ہے۔ وہ سب آج بھی یہ شریعت اسلامیہ میں موجود ہیں۔

اسلام نے پہلے ادیان بھی اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے تھے۔ مگر وہ محدود اور زمانی تھے۔ اور ان کے اصول و نظریات بھی ایسے ہی محدود تھے۔ مگر اسلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی غیر محدود اور سرمدی قرار دیا جا چکا ہے۔ اس لئے



اس کے نظریات اور اصول غیر متبدل اور غیر تغیر پذیر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نے ان اصول و قوانین کو رخت و کمال کی اس حد تک پہنچایا ہوا ہے جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو کہ موجودہ اور آئندہ کے تمام حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور ان میں کسی تبدل و تغیر کی گنجائش اور ضرورت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ہم ارباب اقوام متحدہ کو خطاب کرنا موجودہ وقت میں ضروری سمجھتے ہیں۔ اور باادب گذارش کرتے ہیں کہ جب کہ آپ حضرات عالمی مشکلات کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسلام کی طرف لوٹیں اور اس کے اصول و نظریات کا غور سے مطالعہ فرمائیں۔ آپ کو اسلام کے شجرِ طیبہ سے محکم حکمت ملے گی۔ اور نظر و فکر کے لئے ایک صحیح نقطہ کا آغاز ملے گا۔ جہاں آپ کو وہ علم ملیگا جو انسانی سیرت کی بہترین تشکیل کرتا ہو۔ جہاں آپ کو وہ روحانیت ملے گی جو کارزار دنیا میں جدوجہد کرنے والوں کے لئے سکونِ قلب اور جمعیتِ خاطر کا سرچشمہ ہو۔ جہاں آپ کو اخلاق اور قانون کے وہ باند اور پائیدار قواعد ملیں گے، جو انسانی فطرت کے علمِ حادی پر مبنی ہوں۔ اور خواہشاتِ نفس کے اتباع میں بدل نہ سکتے ہوں۔ جہاں آپ کو تہذیب و تمدن کے وہ صحیح اصول ملیں گے، جو طبقات کے جعلی اختیارات اور اقوام کی مصنوعی تفریقوں کو مٹا کر خالص عقلی بنیادوں پر انسانی جمعیت کی تنظیم کرتے ہوں۔ اور عدل و مساوات، فیاضی اور حسنِ معاملات کی ایسی پیرامن اور مناسب فضا پیدا



کر دیتے ہوں جس میں افراد و طبقات اور فرقوں کے درمیان حقوق کی کشمکش اور مفاد و مصالح کے تضادم اور اغراض و مقاصد کی جنگ کے لئے موقع باقی نہ رہتا ہو۔ بلکہ سب کے سب باہمی تعاون کے ساتھ شخصی و اجتماعی فلاح کے لئے خوش دلی اور اطمینان کے ساتھ عمل کر سکیں۔ بہر حال اسلام بے جو انسانی زندگی کے لئے پروگرام پیش کیا ہے۔ ایسا ہمہ گیر و بین الاقوامی پروگرام کسی بھی ملت اور قوم نے پیش نہیں کیا ہے اور نہ انسانی گروہوں سے کوئی کر سکیگا۔

حضرات! جو حالات دنیا میں مسلسل اور متعاقب ظہور پذیر ہو رہے ہیں یہ اتفاقات نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلح ہے کہ اسلامی نظریات اور اصول کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچایا جائیگا۔ قرآن میں ہے :-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ  
وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

اللہ وہ ہے جس نے نبیجا اپنے رسول کو ہدایت کے  
ساتھ اور دین حق دیکر تاکہ غالب کر دے اس  
دین کو تمام دینوں پر۔

اور یہ بھی ہے :- وَاللَّهُ مَتَمِّمُ نِعَمِهِ  
مَنْزِلُهُمْ إِنَّا بِكَافٍ الْأَفَاقِ وَفِي  
أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَنَ لَهُمْ أَهْلُ الْحَقِّ

فہم دکھائیں گے ان کو اپنی نشانیاں منظر عالم میں  
اور ان کے نقوش میں بھی یہاں تک کہ ظاہر  
ہوئے جائے گا۔ ان پر کہ دین اسلام  
ہی سچا ہے۔

یہ اور اس قسم کی دوسری آیات یہ پیشین گوئیاں ہیں جو پہلے سے ہی کی جا چکی ہیں اور ان پیشین گوئیوں کی حقانیت اور صداقت کا ظہور کسی وقت سے اپنے وقت اور محل میں شروع ہوا آ رہا ہے۔



کیا اس کا کوئی منصف مزاج انکار کر سکتا ہے کہ اسلام سے دنیا بے خیر نہیں تھی اسلام دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلا اور مزید پھیلتا جا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات نے چودہ سو برس کی مدت میں اقوام عالم کی ذہنیات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اور نبی نوع انسانی کے دل و دماغ پر اپنا تسلط اور اقتدار قائم کر لیا ہے۔ اور دنیا چاروں طرف سے ناامید ہو کر اسلامی اصول اور نظریات کے اختیار کرنے میں اپنی نجات دیکھ رہی ہے۔ زبانوں کی ترقیات اور ارتقائات نے اسے ان عالم گیر اصول و تصورات کے اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یا جالفاظ دیگر تعمیر کی جاسکتی ہے۔ کہ جیسے عالم گیر اور بین الاقوامی اصول و نظریات کی ضرورت پیش آتی جا رہی ہے۔ وہ اسلام سے اہل دنیا کو مل رہے ہیں۔ ایسا ہونا لازمی تھا کیونکہ اگر اسلام ایسے اصول و نظریات اپنے اندر روایت نہ رکھتا تو اسلام کا عالمی اور ہم گیر ہونا ایک فریب ثابت ہوتا۔

یہ کوئی تعجب اور اچھپنے کی بات قرار نہیں دی جاسکتی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی عالم اور قرآن حکیم کو ساری انسانیت کے لئے دستور العمل اور دین محمدی کو سب کے لئے نظام زندگی اور فہم حیات مقرر فرما دیا ہے۔ تو منطقی طور پر ضروری اور لازمی تھا کہ ان تینوں عالمی چیزوں کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچانے کا بھی بندوبست کیا جاتا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا بھی گیا۔ تاریخ اور دنیا کے واقعات اسکی روشن شہادت دے رہے ہیں اور ہر قوم کے عالم



مورخ اس کی تائید کر رہے ہیں۔ کہ جب سے دنیا میں دین محمدی کا ظہور ہوا ہے۔ اسی وقت سے دنیا نے ترقی کی راہ اختیار کی ہے۔ اور انسانیت کو رفعت اور اور علوم فنون کی ایجادات اور تہذیب و تمدن میں ترقی نصیب ہوئی ہے اور اقرار کر رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلیع نے دنیا میں آکر دنیا کی کایا کو پلٹ دیا ہے۔ اور انسانیت پر جو پستی میں پڑ کر مضحل ہو رہی تھی۔ ترقی اور رفعت کی راہیں کھول دی ہیں۔ اور دنیا کو علم و عرفان کی روشنیاں بخشی ہیں۔

حضرات ہم مسلمان تو عقیدہ تائیدی ان باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب سے پیش کی گئی تمام باتوں یقین رکھتے ہیں و تسلیم کرنے کے لئے دلیل و حجت کے طالب نہیں ہیں۔ کیونکہ ہمیں یقین حاصل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی بات بھی حکمت اور فائدہ سے خالی نہیں ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ لیکن غیر مسلموں کے بارہ میں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم اور تعلیم ہے کہ ان کے سامنے اصول اسلام کو اصولی طور سے پیش کریں اور علمی و عقلی استدلال سے بطریق احسن انکو دعوت دیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام میں بیشمار مقامات پر علم و عقل کو چیلنج کیا ہے اور لاکر اے فی الدین۔ دین میں زبردستی نہیں۔

فرما کر دین کے بارہ میں جبر اور زبردستی کے استعمال کو منع کر دیا ہے۔ یہ انسانی اختیار کا احترام اور اس کی آزادی ضمیر کی پاسبانی ہے۔ البتہ دنیا کے سیاسی نظام کی طرح سیاست کے دائرہ میں قوت کا استعمال وہ بھی کرتا ہے۔ لیکن عقیدہ خدا اور مذہب کے دائرہ میں وہ دلیل کے بغیر کسی دوسری طاقت







۱ کیا جہان نہیں کرتے اپنے جی میں کہ اللہ نے جو بنائے  
آسمان اور زمین اور جو کہ ان کے نیچے میں سو ٹیک  
سادہ کر اور وعدہ مقررہ پر۔

۲ تو کہہ دیجو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور  
کچھ کام نہیں آتش نشانیوں اور ڈرائے والے ان  
لوگوں کو جو نہیں مانتے

۳ اب دیکھ لے آدمی کہ کابے سے بنا ہے ایک اجلے  
ہوئے پانی سے جو نکلتا ہے پیٹھ کے بیچ سے اور  
چھاتی کے بیچ سے۔

۴ جھلکا نظر نہیں کرتے انسانوں کہ کیسے بنائے ہیں  
اور آسمانوں پر کہ ان کو بلند کیا ہے اور پہاڑ  
پر کہ کیسے کھڑے کر دیے ہیں اور زمین پر کہ کیسی  
صاف بچھائی ہے۔

۵ اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کو جس کے اندر دل  
ہے یا لگے کان دل لگا کر

۶ اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں من کو عقل  
ہے۔

ان کے علاوہ ایسی آیات بے شمار ہیں جو عقل سے کام لینے پر اکساتی اور

فکر کو ہر ایک بندھن سے آزاد کرنے کی دعوت دیتی ہیں۔

قرآن کے نزدیک عقل سے کام نہ لینا، فکری قوتوں کو معطل کئے رکھنا،

اندھا دھندہ ہر کسی کی پیروی کئے جانا اور خرافات و اوهام کے پیچھے چل کر بے

سمجھے بوجھے رسوم و رواج سے سمٹے و چپٹے رہنا انسان کا بہت بڑا عیب ہے۔

ایسے انسان چوپایوں سے بدتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل و فکر کی صلاحیت

دے کر دوسری مخلوقات سے ممتاز کیا تھا، لیکن اس کے باوجود انہوں نے سمجھ

۱ اَدَلَمْ يَتَفَكَّرُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ

اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ (الروم: ۸)

۲ قُلْ اَنْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ۔ (یونس: ۱۰۱)

۳ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّا خُلِقَ

(الطارق)

۴ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاَيْلِ (الغاشیہ)

۵ اِنْ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٌ لِّى۔ (ق: ۳۷)

۶ وَمَا يَذَّكَّرُوْنَ اِلَّا اَدْكُوْا الْاَلْبَابَ

(آل عمران)







جو ساری دنیا کو ایک ہی مرکز پر جمع کر سکتا ہے۔ مذہبی رنگ میں جو خواہ غیر مذہبی رنگ میں! وہ صرف اسلام ہی ہے۔ کوئی نہ جلتے، یا جان کر نہ مانتے اس کو اختیار ہے۔ مگر حقیقتِ اصل یہ کہ جو کسی کے جاننے یا ماننے کا محتاج نہیں پس کھوس حقیقت اور عین صداقت یہ ہے کہ اس وقت کی عالمی مشکلات اور بے چینیاں خدائے سے بغاوت اور اس کے پیش کردہ نظامِ حیات کے ترک کرنے اور انسانوں کے اپنے خود ساختہ نظاموں کے اختیار کرنے سے پیدا ہوئی ہیں اگر آج دنیا کے بڑے لوگ تھکے اور یومِ حساب پر ایمان لے آئیں اور خدا کے پیش کردہ اصول کو اپنا شروع کر دیں تو ساری دنیا میں امن و سلامتی قائم و دائم ہو سکتی ہے اور دنیا جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔ یہ بات صرف ادعائی طور پر نہیں کہی جا رہی بلکہ دنیا اس کے نمونہ اور مثالی نظام کو پہلے دیکھ چکی ہے اور اس کا اعتراف کر رہی ہے۔

ایک بندہ سنجہ فرانیسی کا قول ہے کہ اگر خدا نہ ہو تو بھی ہمیں (نحوہ باللہ من هذا القول) اپنی ضرورت کے لئے ایک خدا بنانا پڑے گا۔ بہر حال ضرورت اس بات کی ہے کہ محض اندھی قوت کے بل بوتے پر قائم شدہ حکومتوں کے اوپر ایک اعلیٰ طاقت اور حکمران کا تسلیم کیا جانا ضروری ہے۔



عقل اور خاطر کو ہوش میں آنا چاہئے۔ اور اپنی اپنی ذمہ داریوں کو کچھ دوس  
 کرنا چاہئے۔ عقل فیصلہ اٹل دے رہی ہے۔ کہ انصاف کسی پر رحم نہیں کر سکتا  
 انصاف اپنے نفاذ میں بے رحم ہے۔ بلکہ اس کا نافرمان ہونا ہی مجسم رحم ہے۔  
 جن لوگوں کو اپنے ظلم بدلے انصاف کی نازیبا اصرار ہے۔ ناممکن ہے کہ ان  
 کو اپنے کئے گئے برے اعمال کی سزا اگر انہوں نے تدارک نہ کیا نہ بھگتنی پڑے  
 عقل اس کو ناممکن قرار دیتی ہے۔ جو عقلیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کو اس  
 بات اور فیصلہ کو غور و فکر سے سمجھ کر مان لینا چاہئے۔ اپنے اوپر معیبتوں کو فراموش نہ  
 کرنا چاہئے۔

سوچنے کی بات ہے کہ سرمایہ داری نے دنیا والوں کی فائیدہ دیا اثر اکیٹ نے  
 کیا گل کھلائے۔ اور موجودہ جمہوریتوں سے کیا اثرات حاصل ہوئے جب تک کسی  
 نظام سے عوام کو راحت نصیب نہ ہو چنا۔ افراد کی راحت کو راحت شمار نہیں  
 کیا جاسکتا !

سب کو معلوم ہے۔ کہ ان خود ساختہ انسانی نظاموں نے انسانیت کو نہیں  
 اور ذلیل کر رکھا ہے۔ اور پہلے سے زیادہ انسان معیبتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں۔  
 واقعات عالم آپ کے سامنے ہیں۔ ان کے دہرائے کی ضرورت نہیں ہے آپ  
 کی عقل فکر سے باہر نہیں ہیں۔ اس وقت آپ فکر و عمل کے میدان میں ناگزیر  
 ہے۔ کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔ اس وقت اکثر ملکوں کی باگ ڈور آپ کے



باتھوں میں ہے۔ آپ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں۔ کہ ملکوں کے قوانین اور عدالتی نظاموں کو اسلام یعنی خدا تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام حیات کی بنیادوں پر استوار کریں۔

اسلام مسلمانوں کی آبائی جائیداد نہیں یہ تمام انسانیت کی مشترکہ متاع ہے (اس بات کو دوسری جگہ پوری طرح بیان کیا گیا ہے) آپ کو معلوم ہے کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ان مسلمانوں کا دنیا میں وجود ہی کہاں تھا کہ جس وجہ سے یہ کہا جاسکے کہ اسلام تو خاص مسلمانوں کا مذہب ہے دوسری قوموں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ پس جیسا کہ ابتدائے اسلام سے جن غیر مسلموں نے اسلام کو قبول کیا وہی لوگ مسلمان کہلائے چاہئے ان کا کوئی ملک تھا یا کوئی قوم تھی۔ پس اب بھی جو اسلام کو قبول کرے گا۔ وہ ہی مسلمان کہلائیگا۔ پس معلوم ہوا کہ اسلام کسی بھی قوم کا خاص متعصب نہیں بلکہ اسلام کا کسی بھی قوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ اسی کا ہے۔ جو اس کو قبول کر لے۔ اور یہ سب کی مشترکہ متاع ہے۔

باغی نہ توائی شد، فرمان پذیراں شو

پس جو لوگ اپنے نفسوں پر رحم نہیں اور انہیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس ہے۔ اور مستقبل میں جو انصاف کا تقاضا ہے۔ اور ان کے دلوں کو ڈر اور خوف بھی ہے۔ تو ان کو خدا تعالیٰ پر اختیاراً ایمان لے آنا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے پیش کردہ آئین و اصول پر اپنے اپنے نظاموں کو قائم اور رائج کرنا چاہئے۔



اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ اگر آپ دنیا میں امن و سلامتی کے منتہی ہیں، اور موجودہ تمام مشکلات کا حل چاہتے ہیں، تو بلا تامل اور جھجک اسلام کو جو سب کے لئے ہے، ٹھنڈے دل سے قبول کر لیا جائے۔ یہ بات اس وقت آپ حضرات سے پوشیدہ نہیں کہ ساری دنیا مذہب مذہب بیکار رہی ہے۔ اور زمانہ بھی اس کا سختی سے تقاضا کر رہا ہے۔ اور جو لوگ پیش آمدہ حالات کا غور سے مطالعہ کر رہے ہیں، وہ بھی ان مشکلات کا حل کسی مذہب کے تسلیم کرنے میں دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات اپنے موقع پر فیصل ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ کا دیا ہوا جو مکمل ضابطہ حیات ہے اور محفوظ بھی ہے وہ اس وقت صرف اسلام ہی ہے۔

یہ دعوائے اور چیلنج سورج سے بھی زیادہ روشن ہو کر ساری دنیا کے سامنے چمک رہا ہے۔ تھکب اور فند تو مرض لا علاج ہیں، باقی حقیقت پسند اور جو یائے صداقت، منصف مزاج انسان اس دعوائے کو جھٹلاتا تو نہیں سکتا۔ البتہ اختیاراً و ارادۃً اپنا نا اور قبول کرنا اس کی اپنی مصلحت پر ہے۔

اس دعوائے کی حقانیت اب ایسی نہیں رہی، کہ اس کے اثبات کے لئے علمی یا عقلی دلائل پیش کرنے کی زحمت برداشت کی جائے۔ کیونکہ یہ بات یا دعویٰ بدیہی ہے جس کی طرف اور توجہ کر لینا کافی ہے



چونکہ اسلام - نظامِ مذہبی اور نظامِ زندگی کے متعلق بہترین  
 نظریہ اور کامل ترین پروگرام پیش کرتا ہے۔ لہذا ہمارا مخاطب ہر  
 ایک سنجیدہ انسان ہے۔ وہ مذہبی ہو یا اس کا کوئی مذہب نہ ہو۔  
 یہ دنیا اور اس کی تمام نعمتیں بلا تخصیص تمام انسانوں کے لئے  
 ہیں۔ اسی طرح اسلام اور اس کے مقدس آئین و اصول سب کے لئے  
 ہیں۔ ہر ایک بات کی تفصیل آگے آرہی ہے۔



## تہمید

اس عالم گیر روشنی میں جبکہ ہر ایک الجھی ہوئی بات کھل کر واضح اور روشن ہوتی جا رہی ہے۔ اقوام عالم کے بڑے لوگ غیر متعصب، منصف مزاج، حق و نیچائی کے مثلاً شیوں اور امن و سلامتی کے خواہشمندوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد ہو رہی ہیں سب سے بڑی اور اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ان عالم گیر مشکلات کے حل اور ان کو دور کرنے کے لئے خدائی تدبیرات کو اختیار کریں یعنی اس عالمی دستور العمل کو جو دنیا کی تمام قوموں کے لئے اجتماعی اور انفرادی شعبوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ۱۳۷۵ برس سے دیا جا چکا ہے۔ اس کو اختیار کریں۔ اور رواج دیں وہ عالمی دستور العمل الاسلام یعنی امن و سلامتی کا ضابطہ حیات ہے۔ غلط نظریوں پر مبنی رہنا اور اندھی تقلید میں گرفتار رہنا مقلندوں منصف مزاجوں اور غیر متعصبوں کا شیوہ نہیں ہونا چاہئے۔ خصوصاً جبکہ جدید تحقیقات اور تاریخی واقعات عالم جبکہ ۱۳۷۵ برس سے اسلام کی حقانیت و صداقت کا ثبوت دیتے پتہ آ رہے ہیں اور اسلام کا کوئی اصول کمزور اور ناقص ثابت نہ ہو سکا ہو۔ بلکہ جس قدر تحقیقات اور تجربات ترقی پذیر ہوتے جا رہے ہیں۔ اسی قدر اسلام کی حقانیت و صداقت روشن ہو رہی ہے۔ کہ اسلام ہی انسانیت کا شہسوار اور اس کی فطرت کا ترجمان ہے۔



فصل مند انسانی انسان کو کوئی لالچ اور طاقت حق پسندی اور صداقت شعاری سے روک نہیں سکتی اور نہ اس کی خواہشات و شہوات اور آرزوئیں اس کے راستہ میں مائل ہو سکتی ہیں۔ پس اگر دنیا کے بڑے لوگوں کو عملی و عقلی معیار سے صرف نظام عالمی کے نظریہ سے ایسی بہترین چیز کی تلاش ہے تو وہ اسلام ہی ہے اور اگر مذہبی نظریہ سے مطلوب ہے تو یوں اسلام ہی ہے۔ یہ وہ اٹل اور فیصلہ کن باتیں ہیں جو آپ کے سامنے آئندہ پیش کر دی ہیں۔ ان کا موجودہ معیار پر پرکھ کر تسلیم کرنا نہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ ساری مشکلات کا حل اس نکتہ میں مذکور ہے۔ کہ دنیا کی تمام قومیں اپنے ایسے اغراض و مقاصد کو جو اسلامیات سے تصادم ہیں۔ ان کو بدل کر اسلامی اصول و مقاصد کو اپنے اغراض و مقاصد قرار دیں۔ اور ان کو ہی اختیاراً خوشی سے قبول کریں۔ اسلام کے اصول و مقاصد تمام قوموں کی مشترکہ منافع ہے۔ اس لئے کہ اسلام سب کا ہی مذہب اور ضابطہ حیات ہے۔

بے شک ہمیں جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔ مگر انتظار کیجئے **فہا نہ خوربتلا دینے والا ہے۔ کہ حق کیا ہے۔ اور کس کی کہی گئی بات واحد اور سچ ہے۔**

فَسَيَعْلَمُونَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَمْشَى  
مَنْقَلِبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

ابو احمد محمد عبداللہ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ  
لِيَأْخُذَهُمُ الْبَعْضُ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ ۲۱

نوٹ۔ اس آیت کا ترجمہ اور تشریح آگے آرہی ہے۔

**مشکلات کیونکر پیدا ہوتی ہیں؟**

دنیا کا تمام کارخانہ قدرت کی طرف سے ظاہر میں مل و اسباب کے ساتھ وابستہ ہے، یعنی انسان جیسے اسباب پر اور اختیار کر رہے ہیں۔ ان کے مناسب حالات پیش آرہے ہیں، ہر نوع اسباب کا اپنے اپنے مسببات کے ساتھ لگاؤ اور تعلق ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ عالم میں انقلابات و تغیرات تاریخ کے تقاضوں اور وقت کی ضرورتوں سے خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں انسانوں کے نسب و مل کو کوئی دخل نہیں اور نہ کوئی قوت اس سلسلہ میں کام کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

یہ منکرین خدا مادہ پرستوں کا قول ہے۔ کہ جن باتوں کے اسباب و علل و عوامل ان کی سمجھ میں نہیں آتے ان کو تاریخ اور اقتصاد نامہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں یہ وہ غلطی فاش ہے جو عالمی مشکلات میں انہماق کا باعث بن چکی ہے خصوصاً جب سے دنیا میں مادی عوامل کا ظہور ترقی پذیر ہوا ہے یہ غلطی غلطی نہیں رہی بلکہ اس کو حقیقتِ اصلیہ اور محسوس صداقت سے جانے لگا ہے۔



## عقل سلیم اور ذہن سب آسمانی کا فیصلہ

یہ ہے کہ تغیرات و انقلابات انسانوں کے کسب و کتساب اور مشیت الہی سے وجود میں آتے ہیں۔ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے جس کو آئندہ تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ یہاں صرف قرآن حکیم کی ایک دو آیات نقل کر کے قدر سے بحث کی جائے گی۔

قال اللہ تعالیٰ:-

تِلْكَ الْآيَاتُ نُدَّاهَا بَيْنِ

اور ہم یہ دن لوگوں میں باری باری بدلتے رہتے ہیں۔

النَّاسِ ۝

لَهُمُ الْفُسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَنَهُمْ

پھیل پڑی ہے خرابی جنگل میں اور دریا میں، لوگوں کی ہاتھ کی کمائی سے، چکھانا چاہئے ان کو کچھ مزا ان کے کام کا تاکہ وہ پھر آئیں۔

يَرْجِعُونَ ۝

ہم نے قرآن حکیم کی شہادت سے مشکلات کے اسباب و علل کو بیان کرنا اس لئے اختیار کیا ہے کہ قرآن خدا تعالیٰ کی اپنی کلام ہے۔ اور اس کی ساری باتیں حقیقت و صداقت پر مبنی ہیں۔ اور اس وقت یہی ایک ایسی کتاب الہی ہے کہ ہر ایک زمانہ میں اس میں سے انسانوں کو زمانہ کے مطابق ہدایات مل سکتی ہیں۔ جن سے وہ اپنی مشکلات کا حل معلوم کر سکتے ہیں۔

قرآن حکیم کا خدا ہی کی کلام ہونا اپنے موقع پر ہر قسم کے دلائل و شواہد



سے ثابت ہو چکا ہے اور اقوام عالم کے منصف مزاج عقلاء اس کو تسلیم کر چکے ہیں۔ بلکہ قرآن کی اس پیش گوئی اور پہنچ کہ :-

مَنْ نَفْسُهُمْ آيَاتُنَا فِي الْأَفْئَاتِ وَ  
فِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعِينَ لِحُكْمِ  
أَنَّهُ الْحَقُّ۔

ہم ان کی ہیبت بھرا اپنے نشانات قدرت  
دکھلا دیں گے دکھا ہر عالم کے اندر ہوا اور خود  
اس کے نفوس میں بھی جس سے ان لوگوں پر یہ

بات اچھی طرح واضح ہو جائے گی کہ اسلام تو ضرور سچا ہے۔

کے مطابق

اب دنیا کے غیر متعلموں سے بڑے لوگ شو کریں کہا کہ قرآن کی باتوں  
اور فیصلوں کو اختیار کرنے لگ گئے ہیں۔ اگرچہ یہ حضرات کسی مصلحت سے قرآن  
اور اسلام کا نام نہیں لیتے مگر باتیں وہی ہیں جو قرآن چودہ سو برس سے کہتا چلا آ رہا  
ہے۔ اس موضوع پر مفصل بحث آئے گی۔

بہر حال قرآن کریم کا فیصلہ یہ ہے کہ ہر چیز کا وجود اسباب کے ساتھ وابستہ  
ہے۔ اور خشکی اور تری میں فساد و بگاڑ (خود انسانوں کے برے اعمال و افعال اور  
نافذاتہ اخلاق و حادثات اور عقائد باطلہ سے) پیدا ہوتا اور پھیلتا ہے۔ پھر انسانوں  
کو صہبت دی جاتی ہے۔ تاکہ اپنی اصلاح کریں۔ اور خدایا کی طرف متوجہ کریں  
لیکن اگرچہ بھی بہت کی مدت میں اصلاح پذیر نہیں ہوتے تو ایسی قوموں  
کو دنیا سے بے نام کر دیا جاتا ہے۔



## سرتابی کرپوالی قوموں کے غیر انتہائی واقعات

قرآن حکیم نور انسانی کو اپنا مخالف بنا کر بار بار کہتا ہے کہ ان قوموں کے عروج

وزوال کی تاریخ پر غور کرو تو تم سے پہلے سچے ارضی پر آباد ہوئیں اور اپنے تمدن و تمدن

اور دوسرے مختلف شعبوں کو کمال تک پہنچا کر اپنے دنیوی چاہ و بھال کو پائیدار

بنانے کی کوششیں کیں۔ لیکن سب قومیں اپنی بدکرداریوں کی پاواش میں بے فائدگی

اجل ہو گئیں کس لئے؟ اس لئے کہ ان کے تمدن و عمران کی اساس درست نہ تھی۔

انہوں نے ہنگامی کامیابیوں پر غور نہ کر کے جلیل القدر کی قدرت کاملہ کو بیچ

سمجھنا شروع کر دیا۔ اس کا انکار کر دیا۔ اور اس سے سرتابی کرنے کی مجرم ہوئیں اور

نظم کائنات کو ارباب من دون اللہ کی طرف رجوع نہیں۔ کے اور کام اور مخلوقوں نے

اپنی خواہشات کے مطابق تراش رکھے تھے) منسوب کیا ان واقعات میں قرآن مجید

نے اس حقیقت کبریٰ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ جب کوئی قوم قدرت کاملہ کا

دامن اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیتی ہے اور اپنے عروج کو اپنی ہی کوششوں کا ثمر سمجھ کر

خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک بناتی ہے۔ یا اس کا انکار کر دیتی ہے۔ تو پھر

دگارِ عالم کی قدرت کاملہ اپنی بیشمار محقق قوتوں میں سے کسی قوت کو یا کائنات

ارض و سماوی کے ان گنت عوامل و عناصر میں سے کسی عامل کو اس قوم کی سرزنش

کے لئے مامور کر دیتی ہے۔ جس کے مقابلہ میں انسان کے تمدن کی تمام پائیداریاں

سچ اور اس کی ہر قسم کی ترقی اور عمرانی ترقیات لئے بس ہو کر رہ جاتی ہیں ایسی



قوموں کو عوامی قدرت نے اٹھ کر ان کے سارے تمدن کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ اجڑی بستیوں کے مٹی اور ریت کے نیچے دیے ہوئے آثار اور ان کی حد تک بڑھی ہوئی سرگشتی کے بکھرے ہوئے افسانوں کے سوال کوئی چیز ان کی یاد تک ولائے والی باقی نہ رہ گئی۔

قوم فوج کی تباہی پانی کے طوفان سے ہوئی قوم آباد کو اٹے دن رات مسلسل چیلنے والی تیز آندھی نے موت کی نیند سلا دیا۔ قوم نمود کو خوفناک گرج اور بجلی سے بے جان کر کے رکھ دیا۔ سدوم و عموم کی بستیاں زلزلہ کے جھکے بوں اور آتش فشاں پہاڑ کے دہانے سے اچھل اچھل کر گرنے والے سنگی نروں کی بے پناہ بارش سے تباہ ہو گئیں۔ مدائن اور جنکل کے باغیچوں کو دھوئیں کی گھنگیر گھاؤں نے گھیر لیا اور زلزلہ نے ان کی عمرانیات کا خاتمہ کر دیا۔ آل فرعون کو بحیرہ قلزم میں غرق کیا۔ سیا والوں کی بستیاں میل رواں سے بہا دی گئیں وہ شاداں ملک تو دق جنگل و صحرا بن گیا۔ بنی اسرائیل مخالف قوموں کے ہاتھوں ذلیل خوار ہوئے۔ اور اصحاب فیل کا تیا پانچہ ابابیل کی کنکریوں سے کیا گیا۔

### خروج و باختر فلسفیانہ کی تفسیر

قرآن حکیم نے ان ہولناک انجاموں کی طرف اشارہ تو جبروت الہی سے دیا اگر بارگاہِ اعلیٰ کو شرادیشہ کا معاملہ محض انسانوں کے مختلف گروہوں کے مابین ہوتا تو قتال پر موقوف ہوتا اور انسانی کی تاریخ ان ہولناکیوں سے بیکسر



خالی ہوتی ہیں میں عوامل قدرت کے قہروں کی قوموں کو صفیا کر دیا۔ اور ان کے  
 ترقی یافتہ تمدنوں کی بساطِ اٹل دی تو کوتاہ نظر فلسفی کہہ سکتا تھا کہ انسانوں میں  
 بقائے اصل کے وہی قانون و اصول کا فرما ہیں جو کہ ارضی کی حیوانی زندگی میں کشش  
 حیات کے لیے ہر جگہ پائے جاتے ہیں۔ یعنی طاقتور قومیں زبردست قوموں کو  
 پامال اور محو کرتی چلی جا رہی ہیں۔ اسی معاملہ میں کسی فوق الفطرت اور قادرِ مطلق  
 کی طاقت کی کار فرمایوں کو مطلقاً دخل نہیں۔ لیکن خبرِ باختمہ فلسفیوں کا فکر  
 اس عقیدہ کو حل نہیں کر سکتا کہ عوامل قدرت کیوں یک بیک انسان کے دشمن  
 بن کر اس کی قرہا قرن کی محنتوں کے ثمرات کو کالعدم کر دیتے ہیں۔ وہ ایسے عظیم  
 الشوکت حادثات کو محض اتفاقات پر محمول کرتا ہے لیکن دشمنیوں کا محتاج ہے کہ اس  
 قسم کے حوادث اسی قادرِ قدرت کے مزاج کی برہمی کا نتیجہ ہیں جس کے آغوش  
 میں انسان و حیوان اور ہر قسم کی موجودات ارضی و سماوی پرورش پا رہی ہے۔  
 قرآن دانش فروش فلسفیوں کے اس نظریہ کی پورے زور سے تردید کرتا اور  
 اور کہتا ہے کہ اس قسم کے ہولناک حوادث بھی اسی خدا کے بندے ہوئے،  
 خاص قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں جس نے ارض و سما کو پیدا کیا۔ اور  
 اس کی موجودات کے اندر ہر قسم کی صلاحیتیں رکھ دیں۔ عناصر قدرت کی بکری  
 ہوئی ہولناکیاں اور تباہیاں خود انسان کے اعمال، افعال، اخلاق و عادات  
 اور فکار غفائش کے محتاج ہیں۔ جیسے کہ ارضی پر ایک خاص حد تک فاعل



مشاربنا کر امتحان کے لئے بھیجا گیا ہے۔ وہ اس نظریہ کے ثبوت میں مستند کردہ دلیل  
کی تاریخ کو ثبوت اور شہادت کے طور پر پیش کر کے کہتا ہے کہ کہہ کر انہوں نے تمام حواشی  
کو اس کسوٹی پر پرکھ کر دیکھو گے۔ تو ہمیں حقیقت حال معلوم ہو جائیگی۔ اور تم اپنے لئے  
صحیح راہ عمل تلاش کرنا چاہو گے تو کر سکو گے۔

عصر حاضرہ میں جب کہ انسان کی فطری کامیابیاں اسے پھر بھی ان کے لئے ان کی انتہائی  
معارضہ برسرے جا رہی ہیں۔ جہاں پہنچ کر فرعون مصر نے اَنَّا رُسُلُکُمْ الْاَشْعٰی کا اور نرود  
و بابل نے اَنَا اُخٰی و اُخٰی و اُخٰی کا لہرہ لگایا تھا۔ ملا قدیم کے حالات و واقعات اور  
ان کے ہولناک انجاموں کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دلیل فرنگ  
کے چند روزہ عروج نے کرہ ارضی کو پھر اسی قسم کے فتنے و فحش و غم و غمور کر دیا ہے  
جو قوم لوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، اہل مدین اور دہریہ مشرک اقبام پر  
آسمانی ہلاکتیں برسانے کا موجب ہوا تھا۔ آج ملل فرنگ اور ان کی متبع اور حقدار  
اقوام پر قرآن پاک کی بیان کی ہوئی اس حقیقت کی بڑی کے اظہار و اعلان کی اشد  
ضرورت ہے کہ تم صحابہ یحییٰ۔ ریڈیم۔ اور دیگر قوائے فطرت کو تابع فرمان بنالینے اور  
فراعنہ مصر و نمرود بابل کی طرح اپنے تمدن کے قصور کو بہالیدگی چوٹی سے بھی ہار  
وائی کر کے بھرویر کو حیلہ اقتدار میں لانے اور ہوا کے کندھوں پہاڑ لانے کی جدوجہدیں  
پیدا کرنے کے باوجود ہلاکت و بربادی کی طرف جا رہے ہو۔ تم صراطِ مستقیم سے  
ہٹ کر پھر اسی راہ پر ہو گئے ہو۔ جس پر میں کر عا و ثمود، اصحاب ایکساہل سدوم



وعمودہ وغیر ہم ایسی ہلاکتوں کا شکار ہوئے تھے۔ قرآن اپکار پکار کر کہتا ہے :-

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ

فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَهْلًا

مِنْهُمْ قُوَّةً كَانُوا أَهْلًا عَنِ

تَعْتَبِرُوا هَٰذَا زَجَاؤُهُمْ رَسُولُهُمْ

بِالْبَيِّنَاتِ قَدْ كَانَ اللَّهُ يَذَرُ لِمَنْ يَشَاءُ

وَالَّذِينَ كَانُوا أَهْلًا لِنَقْمِهِمْ يَنْظُرُونَ

کیا انہوں نے ملک بھر میں پھر کر نہیں دیکھا کہ

ان سے پہلوں کا کیا انجام ہوا وہ ان سے بھی

بڑھ کر قوت والے تھے۔ اور انہوں نے زمین کو

جو تاقیاء اور ان سے بہت زیادہ آباد کیا تھا

احسان کے پاس ان کے رسول و مبعوث بھی

لے کر آئے تھے پھر اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم

کرتا بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔

## عالمی مشکلات کا دورِ اوّل

(یعنی ظہور الفساد فی البر والبحر)

آیت مذکورہ الصدر میں اس فساد و بگاڑ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جبکہ

ساری قومیں بمنزلہ قوم واحد ہو رہی تھیں۔ اور یہ بعثت محمدی سے پہلے تاریک

زمانہ کا قصہ ہے۔ اس وقت دنیا پرلی مرتبہ عالمی مشکلات میں مبتلا ہوئی تھی اور

فساد و بگاڑ کی گھاٹیں مشرق و مغرب اور بر و بحر میں چھا گئی تھی۔

(محققینِ اوروپ نے بھی زمانہ تاریک کی حافت کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے

اندازہ ہوتا ہے کہ غیر مسلم مورخ بھی اس مشہور صداقت پر حرف گیری نہیں کر سکتے



### شکرِ غیبی

اس وقت دنیا والی مشکلات کے حل کے لئے عالم گیر اسلامی تحریک کی محتاج تھی۔ ایسی اصلاحی تحریک جس کے لئے پختہ برائے دوست و بازو کی حاجت تھی اور وہ بھی ایسے پختہ برائے دوست و بازو کی جس کے متعلق خود اعتماد ہو سکے۔

ان الذین یبایعونک انما  
 یبایعون اللہ وکذا فو  
 ۱۰ ۱۱ ۱۲ ۱۳ ۱۴ ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰

اور پھر اگلا ہفتہ پڑھو۔

### امن و سلامتی کے آفتاب اور سورج کی طلوع

پس ان عالمی مشکلات کے حل اور اس عالم گیر تاریکی کو فتح کرنے کے لئے آفتاب امن و سلامتی کی صبح نمودار ہوتی ہے۔ یعنی گھنگور گھٹاؤں میں خورشید تاباں نیا گتری کرتا ہے دنیا گھنگرادی اور ظلم و ستم کی زاریاں سنیں پھر سی ہوتی تھی کہ دفعہ خاران کی چوٹیوں پر صبح سعادت کے ظہور کیا اور حق و صداقت اور امن و سلامتی کا آفتاب پر تو افگن ہوا۔ پیار گاہیں فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے چرچے کہیں نہ تھا نہ دراز سے اسی صبح بالآخر و جان نواز کے لئے اپنی دنیا کی کردیں بدل رہا تھا۔ گھر گزبان قصاص و قدر کی ہر آریاں عناصر کی جدت طرازیں۔ وہاں خورشید کی شریعت انگیزیوں ابرو باد کی ترویجیں عالم قدس کے انعام پاک۔ توحید اسما ہر عالم ابرو باد کی ترویجیں جہاں



نوازشی سبب اسنی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں از لاشائے شاہ کونین کے  
در بار میں کام آئیں گے۔

یہ جو بیان کیا گیا ہے۔ محض حسن عقیدت یا صبر اللہ اور شاعری نہیں حقیقت  
ہے واقعیت ہے جیسا کہ آئندہ آپ کی سیرت کے بیان میں واضح ہو جائیگا۔

یہ ہر حال دنیا اور خصوصاً عرب کی سرزمین اس ظلمت میں تھی۔ کہ صبح  
سعادت نمودار ہوئی۔ اور خود شہید نبوت کے طلوع کا غلغلا برپا ہوا ظلمت شب  
کا نور ہوئی اور فقیر سی دیر میں ڈگڑھ سورج کی کرنوں سے پرنور  
ہو گیا یہ ظاہر ہے کہ یہ سورج دنیا کو روشن کرنے نکلا تھا مگر اس نے عرب کے  
افق ہی سے نکلا تھا۔ اس کے وجوہات آگے مفصل بیان ہونگے۔ پس ضروری  
تھا کہ اس کے نور سے پہلے اس ملک کی سرزمین روشن ہو۔

عالم گیر اصلاحی تحریک کا آغاز

قاران کی چوٹیوں سے اصلاح کی دعوت جو شروع ہوئی تھی فطرت انسانی  
کے بدلنے کا سوال نہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد انسانی عادتوں کی دعوتوں کو خاص  
ساچھوں میں دہا کر اچھی شکلوں میں تبدیل کرنا تھا۔ امدان کے اظہار کے لئے راستوں  
کا مقرر کرنا تھا۔ مصلح دراصل یہی ہر ایشہ کرتا ہے کہ انسان اپنی کسی غصلت یا قوت کو  
کس راہ پر لگائے۔ اور اس کا کس حد تک مظاہرہ کرے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عالم گیر اصلاحی انقلابی اور فکری



پروگرام جو دنیا والوں کے سامنے پیش کیا جس نے ساری دنیا میں انقلاب عظیم  
پیدا کر دیا، اس کا مفصل بیان آگے آئے گا۔

مقصود دنیا میں عالم گیر اصولوں پر حکومت عادلہ کی طرح ڈال کر دکھانی تھی  
جو سب قوموں کو اپنے میں سمیٹ سکے۔ جو اس کا نمونہ آپ کے خلیفہ ثانی حضرت عمر  
بن الخطاب دنیائے سب سے بڑے بادشاہ بنے قائم کر دیا۔

آخری حجۃ الوداع میں یہ آیت نازل ہوئی :-

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ  
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي قَدْ صَبَّحْتَ لَكُمْ الْإِسْلَامُ  
دِينًا

آج تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت  
کو تمام کر دیا اور اسلام کو تمہارا دین پسند  
کیا۔

ایسے حضور اس دنیا میں جس بڑے مقصد کی تکمیل کے لئے تشریف لائے وہ  
پورا ہو گیا اور حضور نے اختیار کیا ہے۔ اِنَّ الزَّمَانَ قَدْ اسْتَدَانَ اَنْ كَهْدُهُ  
يَوْمَ نَخْلُقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ خدا تعالیٰ نے اس کائنات کی پیدائش کے  
وقت اس کی جو صورت بتوڑ فرمائی، زمانہ آج پھر پھر اس صورت پر آ گیا۔  
گو یا دوسرے نفلوں میں حضور نے اس حقیقت کبریٰ کا اعلان فرما دیا کہ مثبت الہی  
یہی تھی کہ ہزاروں سال کے بعد ایک دور آئے جس میں فطرت انسانی انتہائی عروج  
پاکر ایک ابدی اور ازل کی صورت اختیار کرے۔

اسلام فطرت انسانی کی کبھی نہ ملنے والی تصویر ہے۔ زمانہ کی ترقی کے ساتھ



ساتھ اس کے رنگ خود بخود چمکتے نظر آئیں گے۔ اور کوئی دور ایسا نہ آئے گا جب  
انسانی آنکھیں اس کی طرف اٹھ کر یا لوں لوں۔

### اسلام میں عسکر فاروق کا مقام

حضرت فاروقؓ کو اسلامی نظام کی تکمیل کا کام سپرد ہوا تھا۔ وہ ایک بہت  
بڑے نظام کی بنیاد رکھ رہے تھے جس پر دنیا کئی ہزار سال بعد پہنچنے والی تھی۔ اس لئے  
وہ خالد بن ولیدؓ جیسے جلیل القدر بہادر کی ادنیٰ لغزش کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے  
تھے۔ اسلام کے سوشلزم میں جو بلندی ہے ایسی بلندی دنیا کے کسی سوشلزم میں  
نہیں پائی جاتی۔ یہ ایک آئینہ ملی ہے۔ وقت آئے گا جب دنیا ان نکات پر متوجہ  
ہوگی۔)

(یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقعہ ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی سیاسی قوتوں کا  
مرکز دو قوموں میں تقسیم ہو کر رہ گیا تھا۔ سارا مشرق کسریٰ ایران کے اور سارا مغرب  
قیصر روم کے زیر اثر تھا یہی دو قوتیں باہم کش مکش کر رہی تھیں کہ اسلام ظاہر  
ہوا۔ اور خلافت فاروقی میں دونوں قوتیں ختم ہو گئیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ  
اسلامی قوت تمام عالم کی سب سے بڑی قوت ہو گئی)

کوئی منصف مزاج انسان انکار نہیں کر سکتا کہ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی  
کی ذات والا صفات ہے جس نے ایسے زمانہ میں معجزہ ہوا کہ جب کہ دنیا جہالت و  
گمراہی کے انتہائی حدود پر پہنچ چکی تھی۔ اس کو ایک مرتبہ پھر انسانیت صحیحہ کے سیدھے



راستہ پر کھڑا کر دیا۔ آج بھی جبکہ ہم مختلف وجوہ کی بناء پر ان ایام جاہلیت سے قریب تر ہو رہے ہیں۔ تو صرف اسی مجمع پر ایت سے انکساب ہماری نجات کا حقیقی باعث ہو سکتا ہے۔

بہر حال النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری دنیا کے لئے مادی قرار دے کر ہمیشہ کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ آپ نے دنیا کے وسیع ہوئے ضابطہ حیات کے مطابق عالم گیر حکومت عادلہ کی بنیاد رکھی۔ آپ کے بعد آپ کے خلفائے راشدین نے اس کا نمونہ قائم کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ خلافت راشدہ کے بعد دنیا میں مسلمانوں کی بہترین اسلامی حکومتیں اسلامی اصول پر قائم ہوتی رہیں۔

بدقسمتی سے ہماری تاریخ نے قریب آٹھ سو سال کے کارناموں پر بہت زور دیا۔ یا حکمرانوں کی غلط کاریوں اور کوتاہیوں کو اچھا کرنے کی طرف ضرورت سے زیادہ توجہ رکھی۔ لیکن اسلامی انقلاب سے جو شاندار اور دور رس نتائج برآمد ہوئے ان کی تحقیق نہ کی۔ اور ان حکمرانوں کی سرپرستی میں اسلام نے جو ترقی کی اور دور دور تک دنیا کے گوشوں میں پھیلا۔ اس کو حسب استحقاق اچھا کر نہیں کیا۔ حالانکہ ان ہی اسلامی فتوحات کی وجہ سے انسانیت کو نئی زندگی سے متبع ہونے کا موقع ملا۔ اور مفتوحہ قوطیں اسلام سے متعارف ہوئیں۔

اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا؟ ✓

اس سلسلہ میں غیر مسلموں کی طرف اسلام کے خلاف بہت کچھ کہا گیا ہے۔



جس کو یہاں بیان کی گنجائش نہیں لیکن اب یہ بات نمایاں ہو کر سامنے آ چکی  
 ہے کہ اسلام کے خلاف جو کچھ کہا جاتا رہا وہ سراسر جھوٹاں اور خود ساختہ باتیں  
 تھیں۔ بلکہ غیر مسلم بھی اسلام کی طرف سے اس کی نکالت کر رہے ہیں۔ اسلام پر  
 اعتراض کرنے والوں کو تحقیقی اور تاریخی حواہیات دے چاہیے ہیں۔ یہ تمام  
 باتیں آگے اپنے محل پر آرہی ہیں۔ لیکن پھر بھی مناسب ہے کہ چلتے ہوئے ایک منصف  
 مزاج غیر مسلم (سوامی کشن جی جہاراج، مصنف "عرب کا چاند" کی اپنی تحریر  
 کو اس موقع پر نقل کر دیا جائے۔ کشن جی جہاراج لکھتے ہیں کہ "میرے دل کے  
 آئینہ کدے میں ان شہیرہ چشم اور متعصب عقول کی تنگ نظری اور تعصب کو  
 جلا کر خاک سیاہ کر دیتے کے لئے بے پناہ شعلے بھڑکنے لگے ہیں جو کفار کے اس  
 جبر و تشدد و زیر گناہ ستم کے روح فرسا مناظر کو دیکھتے ہوئے بھی یہ کہتے ہیں  
 کہ اسلام کی اشاعت تلوار اور تشدد کے زور سے ہوئی ہے۔ اور ان کے اس غلط  
 نظریے کو تھوڑے سے الٹا پھیر کے بعد صحیح بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ طرح  
 کہ تشدد جس نے اسلام کی اشاعت میں غیر مہولی مدد دی۔ مسلمانوں کی طرف  
 سے نہیں تھا۔ بلکہ کفار کی طرف سے تھا۔ کفار ظالم تھے۔ مسلمان مظلوم کفار کی خور  
 آشام تلواہیں پیام سے باہر تھیں۔ مسلمانوں نے ان کو زندگ آلود ہونے کے لئے  
 کسی کوئی میں بھیج دیا تھا۔ ان کے پاس اگر کوئی تلوار تھی۔ وہ صداقت کی  
 تلوار تھی۔ اور وہ اسلام کی حریت تلوار اور عدم تشدد کی تلوار تھی۔ جو اسلام کے



اصول کی اشاعت کے لئے عالم کے ظلم کی پوری طاقت سے مدافعت کرتی تھی۔  
اور خود دارانہ کہتی تھی۔ مگر جس نے کفار کی فساداتی تلواروں کے منہ پھیر  
دیئے تھے۔

کیا واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے عدم تشدد کو عملی طور پر  
بائے تکمیل تک پہنچایا بغیر مستحب اور غیر مستحب یا ناپاک یا پاک بھیرت کے لئے  
میرا یہ فیصلہ کس قدر صحیح ہے کہ اسلام نے مصائب کی گود میں آنکھ کھولی،  
شہداء کے گہوارہ میں پردہ کھسکا دیا۔ اور مخالفین کی تلوار کے سایہ میں  
برٹھ کر جوان ہو گا۔

کفار نے اپنی بیسیوں مرتبہ کی شکست یا بیوں کے بعد بھی عبرت نہ  
لے کر ہی کہ نقش اسلام کو تختہ دنیا سے نیست و نابود کر دینے کی ہمارے ہر کوشش  
چمنستان اسلام میں ایک نئی روش اور ایک نئے احاطہ کا اعتراف کر دیتی ہے  
جس کی سرسبز زمین خدا جانتے کتنے شجر شرواہ پیدا کر کے رہے گی۔ اسلام کا  
فسانہ عروج و رفعت اور داستان کامیابی و کامرانی کفار و مشرکین کی  
خوں فشانیوں اور استبداد تلواروں سے لکھی ہوئی ہے۔

مخالفتیں ہڈی کی ریشہ دوانیاں خود ان کے کفر و شرک کے پاؤں  
کے لئے ایسی گراں باہ نہ بنیں جس میں گمبھیں نہ پہنچیں نے آہستہ آہستہ انہیں  
اس طرح پورے طور پر جکڑ لیا۔ اور وہیں ٹھہری کی رونما فسادات مقرر کی گئے۔



میں مخالفت کے روڑے اٹکانے کی بجائے خود وہ آواز حق کی صدائے باز  
گشت بن گئے۔ باطل پرستوں کی شرانگیزیوں کے پڑاؤ میں پک کر تیار ہونے  
والی ایٹھوں نے ہی اسلام کے قعر کی تعمیر میں ایک غیر فانی حصہ لیتا شروع  
کر دیا۔ اور مستقبل سے بے خبر کفار کی تباہ کار کوششوں نے اسلام کی تاریخ تبلیغ و  
اشاعت میں ایک شاندار باب کا اضافہ کر دیا۔

وہ غنیمت شاگفتہ پیے پاؤں تلے مسل دینسکی گوش کی گئی تھی۔ ایک ایسا خوشبودار  
پھول بن کر ہکا کہ اس کی پتھریلوں کی نگینی و رعنائی اور تازگی و طاقت تشو کام  
رنگ و بو بھونروں کو اپنے طواف کے لئے چمنستان جہاں کے ہر گوشہ سے کھینچ  
لائی۔

اس فقیر المثال کامیابی اور کامرانی کی وجہ صرف یہ ہے کہ حقانیت و  
صداقت کی پشت پر ہمیشہ نردافی طاقتیں اور روحانی قوتیں کار فرما ہوتی ہیں  
اور ضمیر داران پیغام خداوندی باوجود اپنی بے بسیوں اور لاپرواہیوں کے اپنی  
دستگیری کے لئے وہ غیبی ہاتھ دیکھتے ہیں جس کی سخت گیر گرفت دنیا کی بڑسی  
سے بڑسی اور متشدد سے متشدد طاقت کو بھی ایک لمحہ میں زیر کر سکتی ہے۔

انجہ بہر حال نبی عالم صل اللہ علیہ وسلم نے ظلمت کو دُعا عرب میں پہلے پہل اسلام  
کی نورانی شمع روشن کی اور ایک قیدیہ ایک قوم۔ ایک ملک اور ایک جزیرہ  
ہی کو نہیں بلکہ پورے دنیا کو مشرق و مغرب کو جنوب و شمال کو اس نورانی شمع



کے گرد جمع ہونے کی دعوت دے دی۔

اسلام آیا اور ایسی صحیح فوٹو اور تہذیب کی تحش تعلیم لے کر آیا، جس نے  
جزیرۃ العرب میں بسنے والے جاہل و نادار باشندوں اور افریقہ کے رہنے  
والے حبشیوں کو صرف انسان ہی نہیں، بلکہ انسان گرد بنا دیا۔ اور ان کے  
سینوں میں علم و عمل اور حق و صداقت کی ایسی شمعیں روشن کیں کہ قیامت  
تک آنے والی نسلیں انہی کے نور سے اپنی زندگی کے کاروانوں کو ترتیب  
دیتی رہیں گی۔

اسلام کی دعوت توحید و خدا پرستی اس امتی میں مذہبی عقیدہ نہ تھی۔  
جس طرح دوسرے مذہبی عقائد کی دعوت ہو کر تھی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے  
کہ وہ ایک عالم گیر انقلاب کی دعوت تھی جس کی ضرب بلا واسطہ ان طبقوں  
پر پڑتی تھی جنہوں نے مذہبی رنگ یا سیاسی رنگ میں یا معاشی رنگ میں  
عام لوگوں کو اپنا بندہ بنالیا تھا۔

اسی لئے جب محمد رسول اللہ نے لا الہ الا اللہ کی آواز بلند کی تو یہ  
سب طبقے فوراً مقابلہ میں آکر کھڑے ہوئے۔ اور تمام انواع اندوزی کرنے والے  
مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

اسلام اس انقلاب کے لئے کسی ایک گروہ یا قوم کو نہیں، بلکہ تمام  
انسانوں کو دعوت دیتا ہے۔ وہ ان ظالم طبقوں اور ناجائز انتفاع کرنے والوں



گروہوں اور بادشاہوں اور رئیسوں کو بھی پکارتا ہے کہ آؤ اس بہترین نظام کے اندر رہنا قبول کرو جو تمہارے خالق نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے۔

### اسلام کی منزل مقصود

اسلام کی آخری منزل مقصود عالم گیر انقلاب ہے۔ اور جو انقلابی ملک قومیت کی بجائے انسانیت کی فلاح کا اصول لے کر اٹھا ہے۔ وہ اپنے مصلح نظر کو بھی ایک ملک یا ایک قوم کے دائرہ میں محدود نہیں کر سکتا وہ مجبور ہے کہ عالم گیر انقلاب کو اپنا مصلح بنائے حق و عدل جغرافیائی حدود کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے۔ یہ وہ نظریہ تھا جس پر مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ آپ برابر اپنی طاقت کو آگے بڑھاتے رہے۔ اور جس طاقت نے بھی اس کی مزاحمت کی اس کا مقابلہ کیا گیا۔ اس مسدک سے پہلے عرب زیر نگیں کیا گیا۔ اس کے بعد اپنے اطراف کے ممالک کو اور سلاطین کو اپنے اصول و مسدک کی دعوت دی۔ نہ پاچہ قوت حاصل کرتے ہی آپ نے رومی سلطنت سے تصادم شروع کر دیا۔ اٹھارہ سال آپ کے بعد روم۔ ایران۔ مصر۔ شام وغیرہ اسلامی جہنم کے تلے جمع ہو گئے۔ اور اسلام کو دوسرے ملکوں تک پہنچا دیا۔

(فاکٹر ڈیر میر صاحب انگریز مصنف کتاب مہر کہ مذہب و مسائیس۔ اس کتاب کے پرکھتے ہیں کہ فتح! اور وہ بھی بیستہ المقدس کی ایسا بیت کے پایہ تخت کی کس طرح ممکن تھا کہ لوگ اس واقعہ کو اسلام کے غلبہ اور مسیحیت کی شکست



سے تعبیر نہ کریں۔ دونوں مذاہب میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو سچا سمجھ کر اس  
یقین کے ساتھ کہ فتح سچائی کو ہوگی، ایک دوسرے کا مقابلہ کیا تھا۔ اور فیصلہ  
خدا پر چھوڑا تھا، خدا نے فتح اسلام کو عطا کی اور فتح کا تمہ بیت المقدس  
کی شکل میں مسلمانوں کو دیا۔

۱۷ گے صفحہ ۳۴ پر مصنف کتاب ہذا رقمطراز ہیں کہ یورپ کے مسیحی مصنفین  
نے ہر مضمون پر قلم اٹھاتے وقت خواہ اس کا موضوع تاریخ ہو یا مذہب یا  
سائنس، جب اپنے فہم مخالفین کا ذکر کیا ہے تو اسی طرح نہ ہر گلا ہے۔ ان کی  
ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ جس چیز میں وہ کوئی منقبت کا پہلو نہ نکال  
سکیں، اسے چھپائیں۔ اور جس چیز کو چھپانہ سکتے ہوں اس کی تنقید کریں۔  
(موصوف لکھتے ہیں کہ قلت گنجائش اور نیز اس کتاب کا موضوع ہم کو  
اجازت نہیں دیتا کہ جس طرح فتح بیت المقدس کا ذکر تفصیل کیا ہے اسی  
طرح یورپی وضاحت کے ساتھ مسلمانوں کی دوسری فتوحات کے واقعات  
لکھیں جن کی بدولت آگے چل کر ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم ہو گئی  
جو جغرافیائی وسعت میں اسکندریہ کی سلطنت بلکہ دولت رومہ الکبریٰ پر بھی  
براتب فوقیت لے گئی، لیکن اس مضمون پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے،  
ہم اس قدر کہنا بے موقع نہیں سمجھتے، کہ عیسائیت پر جو طمانچہ پڑا تھا جو ست  
نے اس سے بھی زور کا تھپڑ کھایا۔)



(آگے صفحہ ۱۳۵ پر لکھتے ہیں کہ مشرق میں ایک طرف تو غنم و بچہ ہیں اپنے پائے تخت  
پسین سے مدینہ میں اپنا سفیر بھیج کر خلیفہ المسلمین سے التجائے صلح کر رہا تھا  
اور دوسری طرف علم قوی و ریاست اندس کے کناروں پر پھرایا تھا)

یہی ڈاکٹر صاحب صفحہ ۱۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں کہ (جب ہم دنیا کے مذاہب  
کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سرعت و وسعت اشاعت  
میں کوئی مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے  
ہیں۔ اسلام کوہ الطالبتی سے لے کر بحر اوقیانوس اور وسط ایشیاء سے  
لے کر افریقہ کی مغربی حدود تک کوس لمن الملک پھرایا تھا)

آگے صفحہ ۱۴۲ میں تحریر کرتے ہیں کہ دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور  
مذہبی سلطنت دفعۃً پرودہ عدم سے نکل کر منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئی تھی۔ اس  
سلطنت کا ایک سرا بحر اوقیانوس پر تھا تو دوسرا دیوار چین پر۔ ایک بحر  
بحیرہ خزر کے کنارے سے ملتی تھی تو دوسری بحر ہند کے ساحل سے۔ اس پر  
بھی ایک لحاظ سے یہ سلطنت اپنے منہاٹے عروج پر نہ پہنچی تھی۔ اس لئے  
کہ ایک دن وہ آنے والا تھا جب وہ قیصر کے جانشینوں کو ان کے دارالحکومت  
سے نکال کر اور جزیرہ نمائے یونان پر اپنا پھر اڈا کر ایک طرف تو یورپ  
کے قبضہ کے لئے اس بڑا عظیم کے بچوں بیچ عیسائیت پر حملہ کرنے والی تھی۔  
اور دوسری طرف افریقہ کے آتش خیز صحراؤں اور وبا انگیز جنگلوں میں



اپنے مواجدانہ عقائد کی تلقین کرتی ہوئی ساحل بحر روم میں تخطا استوا کے پرے  
سرے تک نقارہ انا ولا غیر می بجالانے والی تھی۔

پندرہواں صوفی صوفیہ ۱۵ میں لکھتے ہیں کہ ایک ایسی دنیا میں جہاں  
چاروں طرف بت ہی بت چُج رہے تھے عربوں کی تلوار خدائے ذوالجلال کے  
توحد کی حمایت میں چمکی اور تعدد کو مٹا کر رہی۔

### مسئلہ تقدیر کا ذکر

اس کامیابی کا سہرا تقدیر کے اس مسئلہ کے سر پر رہا، جس کی تلقین قرآن  
نے ان الفاظ میں کی ہے: ”کوئی شخص اپنی مقدر کو ٹال نہیں سکتا۔ تقدیر کی  
ساعت نہ گھٹ سکتی ہے نہ بڑھ سکتی ہے، اگر ہم بروج مشیدہ میں بھی  
محفوظ ہوں تو موت سے نہیں بچ سکتے۔ خدائے ہر شخص کی موت کا مقام ازل  
سے مقرر کر رکھا ہے۔۔۔۔۔ اس مہیب عقیدہ نے مسلمانوں کو ان کارہائے  
نمایاں کسے تیار کر دیا جو بظاہر انسانی کوشش کی رسائی سے باہر تھے لیکن  
جن کو عرب مسلمانوں نے انجام دے کر دکھایا۔ اسی عقیدے نے یایوسی کو مبدل  
برضا و تسلیم کر کے انسان کو امید سے مستثنیٰ ہونا سکھا دیا۔ عربوں کی ایک  
مثال تھی کہ یایوسی حرا ہے اور آمید عیدہ صفر ۱۵۔۔۔۔۔

### اسلام اور سیاست

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام سیاست سے خالی ہے۔ ان کی آنکھیں کھل



جانی چاہئیں۔ اگر اسلام میں سیاست نہ ہوتی تو اسلام قیصر اور کسری جیسی  
منظم سلطنتوں کو جو ہزاروں برسوں سے بڑی شان و شوکت سے قائم چلی  
آ رہی تھیں جڑ سے نہ اکھیر پھینکتا اور نہ تمام دنیا کی کایا پلٹ کر سکتا۔ کیا یہ سب کچھ  
سیاست کے بغیر ہی ہو گیا تھا پس جوگ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں وہ اسلام  
کی حقیقت سے بالکل نا آشنا ہیں۔ پس ان کو اس مسئلہ میں رائے دینے کا کوئی حق  
نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کش مکش حق و باطل کے طویل ترین دور میں شیطان کے آلہ کار  
باطل پرست انسانوں نے ایسی کوئی گمراہی اور کوئی غلاطت چھوڑی نہیں ہے  
جس کو اپنے نفس و مانعوں سے باہر نہ نکال پھینکا ہو۔ اور اب شاید خود  
شیطانی دماغ سے کسی نئی تراش خراش کے ساتھ وہی پرانی شرارتیں اور جہالتیں  
سراٹھائی رہتی ہیں۔

موجودہ دور کے تجربہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس دور کے مسائل بھی  
وہی ہیں۔ جو گزشتہ دوروں کے تھے۔ ان میں بنیادی کوئی فرق نہیں  
ہے۔ قلت و کثرت، تنگی و وسعت اور شکل و صورت کے لحاظ سے فرق ضرور  
ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسی شے نہیں ہے۔ جو مسائل کی حقیقت اور ان کی اساسی  
میں فرق پیدا کر دے۔ وہی پرانی سٹری ہوئی شراب نئے نئے پیالوں میں  
لے کر لوگ آگے بڑھے۔ اور پیالوں کی تراش خراش، رنگ اور روپ چمک



دکھ کر عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ ان پیالوں میں جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے۔ وہ بالکل تازہ حال ہے۔

چودہ سو سال پہلے انسانی زندگی جن الجھنوں اور گھڑائیوں میں گرفتار تھی۔ اس کو سامنے رکھ کر موجودہ دور کا تجزیہ کیا جاسکتا ہے۔ اس عہد تاریک میں کوئی بنیادی فرق نہیں ہے۔ شرک، توہم پرستی، بت پرستی اور دیگر مظاہر شرک اس وقت بھی موجود تھے اور آج بھی کچھ مزید وسعت کے ساتھ موجود ہیں۔ خدا کا انکار اس وقت بھی تھا اور آج تو ایک طاقت ور تحریک اسی بنیاد پر چل رہی ہے۔ لوٹ مار، قتل و غارت، جنگ و جدال، بد امنی و بے چینی، معاشی لوٹ گھسٹ اور عوام کا ناجائز استحصال اس وقت تھا اور آج بھی ہے۔ اقتدار کی جنگ اور نسلی و قومی غرور جب بھی تھا اور اب بھی ہے۔

اخلاقی قدروں کی پامالی، بے حیائی و برہنگی، عشقی انار کی اور عیسیٰ بحران اس زمانہ میں بھی تھا اور اس زمانہ میں بھی۔ دکھ درد کی ماری ہوئی دنیا لب گلو اس وقت بھی تھی اور اب بھی ہے۔ انسان کی عقل اس دور کے علاج سے عاجز اس دور میں بھی تھی اور اس دور میں بھی ہے۔ آخر وہ کونسا نیا مسئلہ اور وہ کونسی نئی پیچیدگی ہے جو اس زمانے سے مخصوص ہو۔ ایسی کوئی گری بتائی جاسکتی ہے جو پہلے موجود نہ ہو اور اب پیدا ہو گئی۔

(حقیقت یہ ہے کہ کوئی خرابی، کوئی بُرائی، کوئی پیچیدگی اور کوئی گری نئی نہ ہے۔)



نہیں ہے۔ اس لئے کہ انسان نیا نہیں ہے، اس کی فطرت نئی نہیں ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرائتی رہتی ہے اور دہرا رہی ہے۔ عمارت کی بنیادیں وہی ہیں نقشے ذرا مختلف ہیں۔ تصور کے خاکے وہی ہیں۔ رنگ کچھ بدلے ہوئے ہیں۔ تباہی و بربادی وہی ہے، تباہی لانے والے آلات کچھ اور ہیں۔ نام کچھ اور رکھ دئے ہیں۔

### عالمی مشکلات کا دورِ ثانی

(ہمارا موجودہ زمانہ عالمی مشکلات کا دورِ ثانی ہے۔ اس وقت جو بھی مشکلات اور مسائل تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کا اصل منبع اور مرکزِ یورپ کا ملک ہے۔ اور یہ تمام مشکلات مادہ پرستی اور دلالی نظریوں، سیکرکولرزم و اشتراکیت کے درخت کی پیداوار ہیں۔)

اس کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ تیرھویں صدی عیسوی سے قبل یورپ میں فی الجملہ مذہبیت تھی۔ حکومتیں مذہب پرست اور ان کے بادشاہ مذہب کے محافظ ہوتے تھے۔ لیکن تیرھویں صدی سے یورپ اس ذہنی بیداری اور فکری سوجھ بوجھ کی زد میں آچکا تھا جس کا اختتام انیسویں صدی کے ختم اور بیسویں صدی کے آغاز پر ہوا۔

آئندہ بحث کے سمجھنے کے لئے ایک تاریخی اور سچی شہادت کا یہاں بطور تمہید کے بیان ضروری ہے۔



جو دین یا مذہب خدا کی طرف سے کسی قوم کو کسی مدت تک دیا گیا۔ اس مدت تک اس میں انقلابی روح و دیعت کر دی گئی تھی۔ تاکہ اس کی بنیادوں پر اس مدت میں نظام حیات بنایا جاسکے۔ اس سے یہ بات خود بخود متفرع ہوتی ہے کہ جب اس مذہب کے باقی رہنے کی مدت اور زمانہ ختم ہو جائے گا۔ یا مدت کے اندر ہی اس کے معتقدات کو بدل دیا جائے گا۔ تو ایسا مذہب انقلابات زلزلے کا ساتھ نہیں دے سکیگا۔ آگے یہ بحث مدلل آرہی ہے کہ اسلام موجودہ کے علاوہ جس قدر بھی مذاہب آسمانی تھے وہ محدود زمانوں کے لئے تھے۔ لہذا ان کو ربا وجود اس کے کہ وہ اپنی پوری شکل میں موجود بھی نہ تھے کھینچ کر ہر انقلاب زمانی کے مطابق کرنے کی کوشش کرتا سعی حاصل ہے۔ بخلاف الاسلام کے کہ اس میں بہت ٹھوس بنیادیں کے زمانہ سے ہر ایک زمانہ کے لئے روح انقلابی و دیعت کر دی گئی ہے۔ تاکہ اس کی بنیادوں پر ہر زمانہ میں بہترین نظام حکومت قائم ہو سکے۔ اور اس روح کو عام کر کے اور دوسروں تک پہنچانے میں سرگرم کار ہو سکے۔ تاکہ اسلامی حکومتیں ہر انقلاب کے بعد وجود میں آسکیں۔ اگر ایسی روح اسلام میں و دیعت نہ رکھی جاتی تو اسلام کا عالم گیر ہونا اور ہر زمانہ کے لئے ہونا ایک فریب اور لغو ہو گیا یہ جانا۔

کیونکہ جس مذہب میں روح انقلابی نہ ہو اور وہ کسی ایک جماعت یا مخصوص قوم کا اجتماعی دین بن جائے۔ اور اس میں خود بدلنے اور دوسروں



بدلتے گایتون یا انقلابی جذبہ سرور پڑ جائے۔ اس وقت اس مذہب کے  
ہاتھ میں تمام اقتدار دے دینا۔ واصل قوم کے رجعت پسندوں کو حکومت  
سونپ دینا ہوتا ہے۔ اور رجعت پسند طبقوں کی حکومت پہ خدا اس کے شر  
سے ہر قوم کو مامون رکھے۔

(پس اسلام کے مالگیر ہونے اور ہمیشہ کے لئے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس میں شروع ہی  
سے ہی انقلابی روح رکھ دی گئی ہے)۔ جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔

اب ہم اصل بحث کو بیان کرتے ہیں (عیسائی پادریوں نے اپنے مذہبی  
معتقدات کو قدیم یونانی فلسفہ و حکمت کی بنیادوں پر قائم کر رکھا تھا اور ان پادریوں  
نے خدا کی حکومت کے نام پر دراصل پادریوں کی حکومتیں قائم کر رکھی تھیں اور  
ان پادریوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات کو توفی الجملہ پر قرار رکھا  
لیکن معاشی اور معاشرتی و سیاسی معاملات میں ان کی ہدایات کو مسخ کر کے  
ان میں اپنی رائے اور مرضی کو وہی مقام دیا جو فی الواقع حضرت مسیح کی تعلیمات کا  
ہونا چاہئے تھا۔ ان پادریوں نے یورپ کی سرکردگی میں جو نظام قائم کیا وہ حضرت  
مسیح کی بنیادی ہوئی راہ سے کوسوں دور تھا۔ ان اسباب و حالات کے تحت رہیں  
کیقولک نظام میں خدا۔ اور یسوع کے نام پر حکم دیا جاتا تھا جس کا پیشتر حصہ خود  
انہیں مذہب سازوں کا من گھڑت تھا چنانچہ ان حالات نے ایک حریت پسند  
گروہ کو جو ہسپانیہ کی مسلم پوشیوں میں شکل کر یورپ میں داخل ہوئے تھے۔



جن کو ان مسلم یونیورسٹیوں نے سائنٹفک غور و فکر کے اصول دیئے جن کی روشنی میں من گھڑت اور بے سروپا عقائد کے سائے طویل اور ہلکے ہو کر اپنا اثر کھو بیٹھے۔ بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ اور اس گروہ نے رومن کتھولک عقائد کو پارہ پارہ کر دیا۔ یورپ میں ہسپانوی علوم کے اثر کو مشہور مورخ ایچ۔ جی۔ ویلز نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

وہ ان یونیورسٹیوں کی روشنی مسلم دنیا سے باہر بھی دھڑ دھڑا کر پھیل گئی۔

اور شرق و مغرب کے طالب علم کینچ کر وہاں جمع ہو گئے۔ خاص طور پر عیسائی

طلبہ ایک بہت بڑی تعداد میں وہاں موجود تھے۔ اس عرب فلسفہ کا اثر جو ہسپانیہ

کے واسطے ہیں، رافائیل فورڈ۔ شمالی اٹلی۔ اور مغرب یورپ پر پڑ رہا تھا،

یقیناً قابل لحاظ ہے۔

عیسائیوں نے عربی علوم و فنون کے محض اس کے اوپری خوں اور تحقیق و

جستجو کے ان خارجی طریقوں کو قبول کیا تھا۔ جو اس پورے نظام اسلامی فکر کا محض

ایک جزو تھے۔ انہوں نے اس مکمل دین کے ساتھ (جاہلانہ عصیت اور وطن

پرست اور قوم پرستی کے باعث) سویتی ماں کا سلوک کیا جو دراصل اس علمی بیداری

کا حقیقی سبب اور منبج تھا۔

تاہم ہسپانیہ بڑی تیزی تیزی سے یورپی ذہن پر چھٹا چلا گیا۔ اور اس نے

اہل یورپ کے خیالات میں انقلاب برپا کر دیا۔ ان پادریوں کی بے اصولی کے



خلاف پُر زور آوازیں اٹھائی گئیں۔ یہاں تک کہ حریت پسندوں کے ہیروؤں کو آگ کے شعلوں کی تندر ہونا پڑا۔ مگر ان شعلوں سے کبھی ایک ہیرو اور پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ان عقائد کے خلاف ناقابل شکست جدوجہد کا آغاز کیا۔ اپنے اپنے مسلک کی حفاظت و حمایت میں طویل اور خون ریز لڑائیاں ہوئیں۔ اس تحریک کا ایک یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ چرچ (مذہب) اور ریاست کی ہم آہنگی ختم ہو گئی۔ روم باپائیت کو مشرق و مغرب پر جو اقتدار حاصل تھا۔ اور خدائی حکومت کے نام پر پادریوں کی حکومت قائم تھی، اس کی دیواریں پروٹسٹنٹ تحریک سے متاثر علاقوں میں ڈھو چکی تھیں۔ لیکن جن علاقوں میں رومن کیتھولک کاسکد چلتا تھا وہاں بھی اس سے کچھ متاثر قرار دے کر قیمت گرا دی گئی۔

مگر زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ مذہبی پیشواؤں نے اپنے اقتدار کو ضائع ہوتا دیکھ کر حکمرانوں اور فرمانرواؤں کے زیر سایہ پھر سے عوام کو منظم کرنا شروع کیا۔ ہر جگہ بادشاہوں کی حمایت شروع کر دی۔ بادشاہوں کو بھی ان کی حمایت کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ اب نئی قسم کی ملی بھگت چل پڑی۔ اہل مذہب نے کہا کہ بادشاہوں کا اقتدار خدایا کا عطا کردہ ہے۔ مان کی اطاعت کرو۔ حکمرانوں سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ اور بھی اس قسم کی کئی ایک باتیں کہیں۔ تاکہ عوام کو ہموار کیا جائے۔ اور بادشاہ حسب خواہش حکومت کر سکیں۔



## جسٹس ہیل معترضہ

اسلام نے کہا:۔۔۔ عا خلق کی معیت میں مخلوق میں سے کسی کی

لا طاعة الا لله في شئ من شئ

یعنی اطاعت کرنی جائز نہیں

المخلوق۔

قرآن نے کہا:۔۔۔

مَنْ كَفَرَ بِحُكْمِ بِنَا أَنْزَلَ اللَّهُ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے حکم

فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

کے مطابق طاعت نہیں کرتے وہی کافر ہیں۔۔۔

لَهُمُ الْعَذَابُ عَشْرُونَ... هُمُ الظَّالِمُونَ

عاصق ہیں۔ وہی ظالم ہیں۔۔۔

اور کہا:۔۔۔

إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ

حکم اللہ ہی کا ہے۔۔۔

بہر حال اس کے جواب میں بادشاہوں نے بھی مذہب کی خوب کھل کر تائید

کی۔ اپنے کو حامی دین کا لقب دیا۔ پیر پرچ کو بڑی بڑی جاگیریں دیں۔ تاج پوشی

کی رسم میں اپنے ملک کے لاطا پادری یا استغاثہ اعظم سے عہدہ یا الگستری لینے اور

اس کے آگے تہہ کرنے کا جو سلسلہ نوپا تھا اس کے وقت سے پہلا آتا تھا یہی مثال

میں اسی طرح برقرار رکھا۔

اس طرح نام نہاد مذہبیت ایک دوسری شکل میں دوبارہ حکمران ہو گئی۔

اور یہ گٹھ جوڑ صرف تک رہا۔ بالآخر اس بد مذہب کو توڑنے اور عوام کو ان جبر اختیار



سے نکلنے کے لئے اب پہلے سے زیادہ یا غیبا نہ جذبات پرورش پانے لگے۔  
 آخر فیصلہ یہ ٹھہرا کہ مذہب کو کسی شکل میں بھی باقی نہ رہتے دیا جائے، اور  
 اس کے اثر کو ختم کرنے کے لئے سرے سے ان بنیادی عقائد و نظریات ہی پر ضرب  
 کاری لگائی جائے جن پر نہ صرف مذہب عیسوی بلکہ ہر مذہب کا دار و مدار ہے۔  
 یعنی خدا و حق۔ رسالت۔ آخرت اور فرشتوں کا وجود اور ایسے ہی دوسری چیزیں  
 یہ رجحان اس وقت اور زیادہ تیز ہو گیا جب ان کے مذہبی پیشواؤں نے نئے  
 نئے علوم و فنون اور مفید انسانیت ایجادوں کی بھی مخالفت شروع کر دی مخالفت  
 کا سبب یہ تھا کہ عوام ان سائنس دانوں، موجدوں، مفکرین اور مدبروں کی  
 طرف پھر جائیں گے، اور ان سے کٹ کر حریت پسندوں سے مل جائیں گے اور ان  
 علوم و فنون اور ایجادوں اور اختراعات کے عام ہو جانے سے وہ کمزور نظریات  
 اور اصول جن کے بل بوتے پر انھیں اپنے اقتدار کی عمارت تعمیر کر رکھی تھیں ایک  
 ایک کر کے ٹوٹ جائیں گے۔ جب بنیادیں گریں تو عمارت کا گرجانا نقصانی ہے۔  
 یہ خطرہ ان غیر عقلی اور بعید از قیاس عقائد کے علمبرداروں کو بجا محسوس  
 ہو رہا تھا۔

لیکن اس کا صحیح حل یہ تھا کہ وہ اس "دین حق" الاسلام کی طرف رجوع  
 کرتے، جو عقلی اور علمی اعتبار سے بھی مضبوط بنیادوں پر قائم تھا۔ اور تاریخی اور  
 نقلی دلائل کے لحاظ اور حکمت کے لحاظ سے بھی پائیدار تھا۔ جس کے اندر بدلے



ہوئے خارجی حالات کے سازگار رہنے کی عظیم الشان خوبی تھی جو انسانی ذہن پر تالاجر طے اور اس کی فکری قوتوں کو مفلوج کرنے کی بجائے ایجاد و اختراع اور ترقی کی صلاحیتوں کی گرہ کھول دیتا ہے۔ اور ہر زمانہ میں انسانی تمدن کے ارتقاء کا سبب بنتا ہے۔ روحانی اور اخلاقی ترقی کا ایسا پروگرام رکھتا ہے جو مادی حالات کی ترقی کے ساتھ متناسب راست کے اصول پر قائم ہے۔

لیکن مذہبی رقابت، جاہانہ عصبیت، وطن پرستی اور قوم پرستی کے باعث مسخ شدہ عیسائیت کے علمبردار اس نظام حق کی طرف مائل نہیں ہوئے۔ وہ اپنی تنگ نظری پر براہ راست رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علوم و فنون اور معلومات عامہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہب کے خلاف رد عمل بڑھتا چلا گیا۔ اور اس کے ایک ایک نقش کو حرف غلط کی طرح مٹا دینے کی سعی ہونے لگی۔ ان مفکرین مخالفین مذہب نے، مذہب کے خلاف کائنات اور انسان کی پیدائش اور بقا کی جو نئی نئی توجہیں پیش کی تھیں وہ اس بات کا نتیجہ نہ تھیں کہ مذہب کے جائز پیشانیہ کائنات کے اس پار جہان کا حقیقت حال نہ دیکھ سکے تھے۔ مگر ان سائنس دانوں نے آسمان اور زمین کے پردے پھاڑ کر ساری حقیقت اپنی آنکھوں سے دیکھ لی ہے۔ بلکہ اس کے برعکس وہ مندرجہ ذیل خصوصیات کے حامل ہیں۔

۱۔ مخالف مذہب تحقیقات کا یہ ار بھی اس قسم کی جذباتیت اور اندھی



دشمنی پر تھا جس قسم کے جذباتیت اور اندھے پن کا مظاہرہ نادان مذہبی پیشواؤں نے علم و فکر کے خلاف کیا تھا۔

۳۔ نئے بے خدا نظریات میں مذہب کی تمام قدروں کو یکساں طور پر رد کر کے کائنات کے ہر واقعہ کی ایک توحید پیش کرنے کی جو کوشش کی گئی وہ سب کی سب منقہ حقیقت رکھتی تھیں۔ مثبت طریقہ پر ان میں کوئی بات نہیں کہی گئی۔  
۴۔ تمام بے خدا نظریات میں اس سے زیادہ الجھا، تضاد بیان، طول کلام پایا جاتا ہے۔ جتنا خود منہج شدہ عیسائی خیالات میں ہے۔

۵۔ تمام مخالف مذہب نظریات کے علمبردار آزاد خیالی اور استقرائی اراکین تحقیق کا دعویٰ کرنے کے باوجود اپنے جذبات، نفس، قومی خواہشات، سامراجی مقاصد اور کمزوروں کو لوٹنے اور دیانے کے اغراض سے مشغول نظر آتے ہیں۔ اور ان کی خاطر علوم و فنون کی بنیادوں تک تبدیل کر کے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

۶۔ تمام ملوہ پرست فکریں عیسائیت کے خلاف اشتہائی شدید بدعتیات رکھتے ہوئے بھی دنیا کے ہر دوسرے مذہب کے مقابلہ میں اسے (محض قومی خصیت کی وجہ سے) ایک بہتر مذہب خیال کرتے ہیں۔ اور انکھیں کھول کر دنیا کے دیگر خدا پرست تحریکوں کا مطالعہ کرنے کی بجائے عیسائی نظریات کو اسٹونڈ قرار دے کر صرف انہی کی تردید کو کل جنس مذہب کی تردید کے لئے کافی سمجھتے



ہیں۔

علوم و فنون کے ان تمام سرچشموں کا مدار قطعاً سنجیدہ غور و فکر اور مبنی پر حقیقت باتوں پر نہیں۔ بلکہ ظن و قیاسات پر تھا۔ یہ لوگ خدا اور مذہب کا جب کہ انکار کر چکے تھے۔ لہذا یہ امر ضروری تھا کہ تکوین و تخلیق اور نظام کائنات کے متعلق متبادل اور شوش و ساختہ نظریات اور توجہات پیش کریں پس انہوں نے جو باتیں بھی اس سلسلہ میں پیش کیں۔ وہ ثابت شدہ حقائق نہیں تھے۔ بلکہ محض اندازے تھے جن کا تجربہ سے غلط ہونا ممکن تھا۔ جیسا کہ بعد میں ثابت ہوا۔

لہذا اگر ہم تنقیدی نشتر چلا کر ان کی اندرونی حالت کا جائزہ لیں۔ تو معلوم ہوگا کہ وہاں سوائے ایک خلا کے اور کچھ نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ لوگ اپنی تحقیقات میں ایسے نقطہ پر پہنچ گئے تھے کہ تحقیق خدا تعالیٰ اور دیگر مقدمات مذہبی پر ایمان لے آتے۔ اور سچے مذہب کی شناخت کر لیتے پھر اس کو قبول کرتے۔ مگر جذبات انگیز مخالفت کی وجہ سے ایک انصافی گلی کی طرف جو قدم اٹھ گئے تھے وہ اٹھتے ہی چلے گئے پھر واپس نہیں ہو سکے۔ قرآن نے کہا :-

وَمَنْ لِّدِيْهِ جَلَالُ اللَّهِ كُنُوْهُ  
فَمَا لَهُ مِنْ نُّوْرٍ

اور جس کو اللہ روشنی نہ دے۔ اس کے لئے کوئی روشنی نہیں ہے۔



الَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ إِذَا دُادُوا كُفْرًا  
لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا  
يَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا إِلَّا ظُلُمًا  
جَهَنَّمَ

جو لوگ کافر ہوئے پھر وہ کفر میں زیادہ  
ہوئے اللہ ان کو ہرگز نہیں بخشتے گا۔ اور نہ  
جہنم کے سوا اور کسی راستہ کی طرف ان کی  
رہنمائی کرے گا۔

(بہر حال یہ تصورات انقلاب فرانس، جنگ آزادی، امریکہ اور انگلستان  
کے خوشگوار انقلاب کے بعد ساری مغربی دنیا پر چھا گئے دھیرے دھیرے زندگی  
کے تمام شعبوں سے پادریوں ان کے خدا کے رہے ہیں ہے اقتدار کو نکال باہر کیا اور  
بحیثیت مجموعی پوری زندگی پر مادہ پرستی اور خدا پرستی کا اقتدار قائم ہو گیا۔)  
(مذہب کی مخالفت کے اس رجحان میں آگے چل کر انیسویں صدی میں دو  
مثالیں ہو گئیں۔ ایک گروہ ان لوگوں کا تھا۔ کہ مذہب کو محض مغلوب اور محکوم  
بنانے پر اکتفا کرنا نہ چاہئے تھے۔ بلکہ انفرادی زندگی کے ایک ایک گوشہ پر سے  
اس کے اثر کو زائل کر کے انسان کے دماغ کو خدا پرستی سے بالکل آزاد کر دینے کے  
خواہش مند تھے۔ ان کا منشا یہ تھا کہ مذہب کے خلاف ایک چارہانہ جنگ  
کی جائے۔ اور فرد اور سماج کو اس کے اثر سے آزاد کر کے مادہ پرستی اور اس کے  
ہمہ گیر تصور کے ماتحت کر دیا جائے۔ جب تک مذہب کا ایک شائبہ بھی باقی  
رہے گا۔ انسانی سماج کبھی صحت مند اور طاقتور نہیں ہو سکتا۔)  
یہ گروہ اشتراکیت کا اولین موجد ہے۔ یہاں سے اشتراکیت کی بنیاد پیدا ہوئی



دوسرا گروہ جو برسرِ اقتدار لوگوں سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اس کا رجحان یہ تھا کہ مذہب کو اقتدار کی گدی سے ہٹا دینے کے بعد رفتہ رفتہ اس کا دم خود ہی نکل جائیگا اب کسی سے سامنے کے حملے کی ضرورت نہیں رہی۔ مذہب کو محض افراد تک اور وہ بھی ان کی زندگی کے گھریلو معاملات تک محدود کر دینا کافی ہے۔ مذہب کو انسان اور انسان کے درمیان تعلقات کے کسی شعبے میں تو لایقنا حائل نہ ہونے دینا چاہیے۔ البتہ انسان اور اس کے خلاق کے درمیان اگر مذہب ایک کڑی کی حیثیت سے باقی رہتا ہے تو بہارِ کوئی حرج نہیں بہر شخص کو اپنے انفرادی معاملات میں ہر طرح کی آزادی حاصل ہے۔ اس لئے خدا اور مذہب کے معاملہ میں بھی وہ آزاد ہے کہ چاہے تو اس سے تعلق رکھے۔ اور چاہے تو نہ رکھے۔ بلکہ اجتماعی نظام کے لادینیت کی بنیاد پر قائم ہوجانے کے بعد رفتہ رفتہ مذہب گھریلو زندگی میں بھی خود کشی کر کے خود ہی اپنا کاغذ تمام کر لے گا۔ کیونکہ جب زندگی کے اہم مسائل اور عملی کاموں میں لوگ مذہب سے آزاد ہوجائیں گے۔ تو وہ ایک نہ ایک دن گھر کے اندر بھی اس کی افادیت سے انکار کر بیٹھیں گے۔

اس گروہ نے کہا کہ اگر ہم نے مذہب کے خلاف اپنی بھونڈا نہ حرکات کا سلسلہ جاری رکھا تو اس کا لازمی نتیجہ اہل مذہب کی طرف سے ایک سخت رد عمل کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اور ہم اس غلطی کا ارتکاب کریں گے جس کا ارتکاب کر کے خود اہل مذہب نے اپنا تخت کھویا ہے۔



مذہب کے مخالف کا یہ تھا اور حکیمانہ طرز فکر اصطلاح میں سیکولزم کہلاتا ہے۔

(اس تحریک کا آغاز ۱۸۴۸ء میں ہوا جس کی سربراہ کانسٹیبلکیمپ ہولیک چارلس اور سربرینڈے وغیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ مادیت کے اول ہالز کے نقطہ نظر کے مقابلہ میں ان لوگوں کے تصورات کو اس وقت کامیابی نہ بردست ہوئی۔ اور یہ بڑی تیزی سے سلسلے مغرب یورپ اور امریکہ اور دنیا کے تمام علاقوں میں جہاں جہاں ان کا اقتدار قائم ہوا اچھا گئے۔ الحاد و بیدینی کی یہ دونوں تحریکیں اس وقت ساری دنیا پر بلا واسطہ اور بالواسطہ پھیلی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں اپنے اپنے مذہب کے ساتھ بدعتیگی اور بے عقیدگی پھیلی ہوئی ہے)

## سائنس کے غلط استعمال کا انجام

ہر کہ شمشیر زندہ سکے بنا مشی خواند

سائنس درحقیقت ایک موثر آلہ اور قوت ہے جس کو حق اور باطل دونوں کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مگر جو سائنسدان (جو وہ مذکورہ بالا خدا کے اور مذہب کے بنیادی اصول سے منحرف تھے۔ انہوں نے سائنس وغیرہ کو اپنے مطالب کے لئے استعمال کیا) اور ان مادہ پرستوں کے ساتھ دنیا کی طاقتیں ہیں اور دنیا کا یہ دستور ہمیشہ سے رہا ہے کہ :- ۶

ہر کہ شمشیر زندہ سکے بنا مشی خواند

یعنی اس کا فیصلہ مانا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں طاقت ہو۔ طبعاً انسان اس کی



لرفنا مائل ہو رہے ہیں جس کے ہاتھ میں دنیا کی دولت ہوا اور قوت اور جہاں بھی ہو  
 اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا ہے۔

زَيْنَا اِنَّكَ اَتَيْتَ فِرْعَوْنَ

وَصَلَا تِهِ۔ ۱۱

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا رت ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرور کو  
 دنیا کی زندگی میں آگ لاش اور ہر طرح کا دشمن دیا ہے۔ اسے رت ہمارے ایمان تک  
 انہوں نے تیرے راستہ سے گرا کر دیا اسے رت ہمارے ان کے ہاتھوں کو پہ پاؤں کو  
 بے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے پس یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ  
 روٹاں عذاب دیکھیں۔ اچھے ایمان کی ان سے امید نہ تھی۔ مگر جب کہ آتش پڑتی  
 تو جھوٹی زبان سے کہتے اب ہم مانیں گے۔ اس میں عذاب تھم جاتا۔ کلام فیصلہ  
 ہوتا اس واسطے مانگا یہ ہوٹا ایمان نہ لادیں۔ دل لاش کے منہ سے نہیں نکلتا۔ پڑ  
 چکے اہل کلام فیصلہ ہو۔ (شاہ عبدالقادر) اس کا علاج یہ ہے کہ یہ لاشیں  
 لیا جائے۔ کہ حق خود معیار قناعت ہے۔ اور دولت و ثروت سے زیادہ عزیز ہے۔ یہاں  
 ہے۔ اور پھر حق کی ترویج اور دنیا میں اس کو قائم کرنے کے لئے سائنس اور دیگر  
 ذرائع کو کام میں لایا جائے تاکہ دنیا میں امن و سلامتی قائم ہو۔

دوسری جگہ بحث کی گئی ہے کہ کائنات کے آثار کا مشاہدہ اور ان کے اسرار  
 کی تحقیقات وغیرہ کوئی چیز بھی مذاہب آسمانی کی ضد نہیں ہے۔ بلکہ تحقیقات و



ایجادات اور ارتقائی حالات حق اور باطل میں اثر انداز نہیں ہو سکتی۔ مادی ذرائع اور علمی ترقیات کی ضرورت جتنی باطل کو ہے۔ اتنی ہی بلکہ اس سے زیادہ حق کو بھی ہے اور شیطان بھی ان کا اتنا ہی محتاج ہے جتنا ایک کلمہ حق کو ایمانی ہے۔

### شجرہ خشیت کی پیدائش

یہ وہ فلسفہ اور سائنس کے مجموعے کا درخت ہیں جس نے مغرب میں نئی تہذیب کو پیدا کیا اور پھر یہی تہذیب باقی دنیا میں پھیلی یہ... جو کچھ آج کل ساری دنیا میں فساد و بگاڑ پھیلا ہوا ہے۔ یہ اس درخت کی پھیلی ہوئی شاخوں کے پھل ہیں۔ یہ خدا کے وجود سے انکار یا اس کے کائنات کے نظام میں غیر ذمہ دار ہونے کے نظریہ پر پہلے مغرب میں بویا گیا تھا۔ یہ وہ فلسفہ و سائنس ہے جس نے مغربی تہذیب کو پیدا کیا۔ اس میں نہ کسی علیم و قدیر خدا کے خوف کی گنجائش ہے نہ نبوت اور وحی نہ الہام کی ہدایت کا کوئی وزن نہ موت کے بعد کسی دوسری زندگی کا تصور، نہ حیات دنیا کے حساب و کتاب کا کوئی کھٹکانہ انسان کی ذاتی ذمہ داری کا کوئی سوال نہ زندگی کے حیوانی مقاصد سے بالاتر کسی مقصد اور کسی نصب العین کا کوئی امکان یہ خالص مادی تہذیب ہے۔ اس کا پورا نظام، خدا ترسی، راست روی، صداقت پسندی، حق جوئی اخلاق، دیانت، امانت، نیکی، حیا، پرہیزگاری اور پاکیزگی کے ان تصورات سے خالی ہے۔ جس پر مذہبی تہذیب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اس کا نظریہ مذہب کے طریقہ کی بالکل ضد ہے۔ اس کا راستہ اس راستہ کے عین مخالف سمت میں ہے۔



جو مذہب نے اختیار کیا ہے۔ مذہب جن چیزوں پر انسانی اخلاق اور تمدن کی بنیاد رکھتا ہے۔ ان کو یہ تہذیب بھی دین سے اکھاڑ رہی ہے۔ اور یہ تہذیب جن بنیادوں پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی عمارت قائم کرتی ہے۔ ان پر مذہب کی عمارت ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتی گویا (مذہب اور مغربی تہذیب دو ایسی کشتیاں ہیں جو بالکل مخالف سمتوں میں سفر کر رہی ہیں جو شخص ان میں سے کسی ایک پر سوار ہوگا۔ لا محالہ وہ سری کشتی کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور جو بیک وقت ان دونوں پر سوار ہوگا۔ اس کے دو ٹکڑے ہو جائیں گے۔)

مغربی تہذیب نے جس فلسفہ اور سائنس کی آغوش میں پرورش پائی ہے وہ پانچ سو سال سے دہریت، الحاد، لاد مذہبی اور ماد پرستی کی طرف بھاڑ رہی ہے۔ جس تاریخ پیدا ہوئی ہے۔ اسی تاریخ میں مذہب کے ساتھ اس کی لڑائی شروع ہو گئی۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ خلاف عقل و حکمت کی لڑائی ہی نے اس تہذیب کو پیدا کیا۔ سائنس اور حکمت کی تحقیقات اور کائنات سے انکار کا مشاہدہ اور ان سے نتائج کا اخذ کرنا۔ کوئی چیز بھی مذہب کی ضد و مخالف نہیں ہو سکتی۔ اصل بات یہ ہے کہ نشاۃِ جدید کے عہد میں جب یورپ کی نئی علمی تحریک رونما ہوئی تو اس تحریک کا مقابلہ ان مذہبی عیسائیوں سے ہوا جنہوں نے اپنے مذہبی مقصدات کو قدیم یونانی فلسفہ و حکمت کی بنیادوں پر قائم کر رکھا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس مذہب کی بنیاد ایسے فلسفہ اور حکمت پر رکھی جائے جو تغیر پذیر چیزیں ہوں۔ ایسا مذہب نئی



ارتقائی تحریکوں کے مقابلہ میں کب ٹہر سکتا ہے۔ پس جب ان مذہبی لوگوں نے اس نئی  
 علمی تحریک کو قوت سے روکنا چاہا۔ تو یہ تحریک جو ایک حقیقی بیداری سے پیدا ہوئی۔  
 تشدد سے دینے کی بجائے اور بڑھتی چلی گئی حتیٰ کہ حریت فکر کے سیلاب نے مذہبی اقتدار  
 کا خاتمہ کر دیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے بعد نفس مذہب (خواہ وہ کوئی مذہب ہو) اس تحریک کے  
 مقابل قرار دیا گیا اور نئی تحریک کے علمبرداروں نے لازم سمجھا۔ کہ خدایا کسی فوق  
 الطبیعت ہستی کو فرض کئے بغیر کائنات کے معجزے کو حل کیا جائے۔ اور ہر اس طریقہ کو  
 خلاف حکمت قرار دیا جائے جس میں خدا کا وجود فرض کر کے مسائل کائنات پر نظر کی گئی  
 ہو۔ یہ بہر حال خدایا، روح، روحانیت، اور فوق الطبیعت کے خلاف ایک تعصب پیدا ہو  
 گیا۔ جو عقل و استدلال کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ سراسر جذبات کی پرانگیختگی کا نتیجہ تھا۔ بلکہ وہ خدا سے  
 اس لئے بیزار تھے۔ کہ وہ ان کے اور ان کی آزاد خیالی کے دشمنوں کا معبود تھا۔ اور یہ  
 وہ خدا تھے اس لئے بیزاری نہ کرتے تھے۔ کہ دلائل دہراہین سے اس کا عدم وجود اور عدم  
 وجوب ثابت ہو گیا تھا۔ بعد کی پانچ صدیوں میں فن کی عقل و فکر اور ان کی علمی جدوجہد  
 نے جتنا کام کیا اس کی بنیادیں ہی غیر عقلی بنیاد پر تھیں۔

(فرخندہ وہ نجم جو مغرب کی نشاۃ ثانیہ کے زمانہ میں بویا گیا تھا۔ چند صدیوں کے اندر  
 تمدن و تہذیب کا ایک عظیم الشان شجر بن کر اٹھ اٹھا ہے۔ جس کے پھل میٹھے مگر زہر آلود  
 ہیں۔ جس کے پھول خوشنما مگر خار دار ہیں۔ جس کی شاخیں بہار کا منظر پیش کرتی ہیں مگر



ایسی نہیری لی ہوا اگل رہی ہیں۔ جو نظر نہیں آتی اور اندر ہی اندر نوٹ بشری کے خون کو سموم کرنے کے چاہتی ہے۔

### اہل مغرب کی اس شہسہ سے بیزاری

(لیکن اب اہل مغرب بھی اس شہسہ سے جس کو اپنے ہاتھوں سے اگلیا تھا بیزار ہیں۔ اس نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسی آنکھیں اور پریشانیوں پیدا کر دی ہیں جن کو حل کرنے میں ہر کوشش بہت سی آنکھیں پیدا کر دیتی ہے۔ شاخ کو کاٹتے ہیں اس کی بہت سی خاردار شاخیں نکل آتی ہیں۔ ہر تاجہ زاری پریشہ چلا یا تو اشتراکیت نمودار ہو گئی۔ جمہوریت پر بے لگائی تو ڈکٹیٹر شپ پھوٹ نکل۔ اجتماعی مشکلات کو حل کرنا چاہا تو نسوانیت اور پتہ کٹر ول کا نظریہ پھوٹا۔ اخلاقی مفاسد کا علاج کرنے کے لئے قوانین سے کام لینے کی کوشش کی تو قانون شکنی اور جرائم پیشگی نے سراٹھایا۔ غرض فساد کا ایک لائق ہی واسطہ ہے جو تہذیب و تمدن کے اس درخت سے نکل رہا ہے۔ اور اس نے مغربی اور غیر مغربی زندگی کو از سر تاپا مٹا دیا۔ عالم چھلک پھوڑا بنا دیا ہے جس کی ہر جگہ میں ٹیس اور پریشی ہے۔ دیکھیں مغربی قومیں درد سے بے تاب ہو رہی ہیں۔ ان کے دل بے قرار ہیں۔ ان کی روئیں کسی امرت دس کے لئے تڑپ رہی ہیں۔ نڈا نہیں تیر رہیں کہ امرت کہاں ہے۔ ان کی اکثریت ابھی تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ مصائب کا سرچشمہ اس درخت کی مٹھن شاخوں میں ہے۔ اس لئے وہ شاخیں کاٹتے ہیں یا پتا وقت اور



محنتیں ضائع کر رہی ہیں۔ مگر نہیں سمجھتیں کہ غرابی جو کچھ بھی ہے اسی درخت کی جڑ  
 میں ہے۔ اور اصل فائدہ سے فرع صالح نکلنے کی امید رکھنا صرف خوش فہمی  
 ہے۔ پس ان شاخوں کو کاٹنے کی بجائے جڑ پر کلہاڑا چلانا ضروری ہے۔ ورنہ  
 جڑ سے پھرت نئی شاخیں پھوٹی رہیں گی۔ اور ان کا پھیلاؤ قابو سے باہر ہوتا  
 جائے گا۔

### مذہب کی تلاش

یہی وجہ ہے کہ مذہب کا انکار جیسے اب تک روشن خیالی کی دلیل سمجھا جاتا  
 ہے اور ہر شخص صاحبِ نظر بننے کے لئے بزعمِ خویش مذہب کی تردید ضروری  
 جانتا ہے۔ یورپ کے اعلیٰ طبقوں میں اسے اب کو رہیمنی سے تعبیر کیا جا رہا ہے  
 یورپ میں مذہب کی ضرورت کل اہل فکر کو شدید احساس ہو رہی ہے  
 اور وہ سمجھتے ہیں کہ اگر انسانیت کو بچنا ہے تو اس کی یہی صورت ہے کہ وہ اپنے  
 لئے کوئی مذہب تلاش کریں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مذہب وسیع ترین مفہوم  
 انسانیت کا ہی عامل ہو سکتا ہے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قرون وسطیٰ میں یورپ کی بیداری فرسودہ مذہب کی  
 پڑیخ کنی سے شروع ہوئی۔ پھر اس نے مستبد بادشاہوں اور جاگیرداروں کو  
 ختم کیا۔ اس کے بعد صنعت و معرفت کا دورہ دورہ ہوا۔ اور قومیتوں کا زمانہ  
 آیا۔ اس سے سامراج بنایا ہوا، پھیلا اور پھولا۔ اب یہ سامراج بھی پھٹ



ہوئے کپڑوں کی طرح اتارا جا رہا ہے۔

اب یورپ کا علم چار سو سے لاکھوں کی دستوں کی طرف چل پڑا ہے اور اب اپنے عمل میں بھی مادیت سے ماورا و تنسیا العین ڈھونڈ رہے ہیں۔ حاصل یہ نکلا کہ یورپی انقلاب آئندہ کسی عالم گیر انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ اور مادی انقلاب آگے بڑھ کر ایک نئے انقلاب کے لئے زمین ہموار کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

### ✓ امرت رس

مغربی قومیں جس امرت رس کی تلاش میں ہیں، وہ قرآن حکیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ ہی میں مل سکتا ہے۔ یہی وہ مطلوب ہے جس کی طلب میں ان کی رو میں بیقرار ہیں۔ یہی وہ امرت رس ہے جس کے وہ پیاسے ہیں۔ یہی وہ شجر طیب ہے جس کی اصل بھی صالح ہے اور شاخیں بھی صالح جس کے پھول خوشبودار بھی ہیں اور بے شمار بھی۔ جس کے پھل میٹھے بھی ہیں اور جاں بخش بھی۔ جس کی ہوا طیف بھی ہے اور روح پرور بھی۔ یہاں ان کو حکمت ملے گی۔ یہاں ان کو فکر و نظر کے لئے ایک صحیح نقطہ کا آغاز ملے گا۔ یہاں ان کو وہ علم طیب کا جو انسانی سیرت کی بہترین تشکیل کرتا ہے۔ یہاں ان کو وہ روحانیت ملے گی جو راہیوں اور دنیاویوں کے لئے نہیں بلکہ کارنامہ دنیا میں جد و جہد کرنے والوں کے لئے سکون قلب اور جمعیت خاطر کا سرچشمہ ہے۔ یہاں ان کو اخلاق



اور قانون کے وہ بلند اور پائیدار قواعد ملیں گے جو انسانی فطرت کے علم حاوی  
 پر مبنی ہیں اور خواہشات نفس کے اطمینان میں بدل نہیں سکتے (یہاں ان کو تہذیب و  
 تمدن کے وہ صحیح اصول ملیں گے جو طبقات کے جلی امتیازات اور اقوام کی مصنوعی  
 تفریقوں کو مٹا کر خالص عقلی بنیادوں پر انسانی جمعیت کی تنظیم کرتے ہیں۔ اور عدل  
 مساوات، فیاضی اور حین معاملت کی ایسی پرامن اور مناسب فضا پیدا کر دیتے  
 ہیں جس میں افراد اور طبقات اور فرقوں کے درمیان حقوق کی کشمکش اور مفاد و  
 مصالح کے تصادم اور اغراض و مقاصد کی جنگ کے لئے کوئی موقع باقی نہیں رہتا۔  
 بلکہ سب کے سب باہمی تعاون کے ساتھ شخصی و اجتماعی فلاح کے لئے محوش دلی  
 اور اطمینان کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں) اگر وہ ہلاکت سے بچنا چاہیں تو قبل اس کے  
 کہ ان کی تہذیب ہولناک عذمہ سے پاش پاش ہو کر تاریخ کی برباد شدہ تہذیبوں  
 میں ایک اور مٹی ہوئی تہذیب کا اضافہ کرے ان کو چاہئے کہ اسلام کے خلاف تمام  
 تعصبات کو جو انہیں قرون وسطیٰ کے زیوراتوں سے وارثت میں ملے ہیں۔ اور جن کو  
 انہوں نے اس تاریک دور کی تمام دوسری چیزوں سے قطع تعلق کرنے کے باوجود  
 ابھی تک نہیں چھوڑا ہے۔ اپنے دلوں سے نکال ڈالیں۔ اور کھلے دل کے ساتھ  
 قرآن حکیم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سنی، سمجھیں اور قبول  
 کریں۔  
 دنیا کے بڑے لوگوں کو پیشکش  
 دنیا میں ایسے ناقص ذہن کے لوگ کم ہی پائے گئے ہیں اور اس دور



ایجاد میں بھی کم ہیں۔ جو مطلقاً خدا تعالیٰ کی ہستی کا انکار کرنے والے ہوں۔ آدنی جس کائنات میں پیدا ہوتا اور زندگی گزارتا ہے۔ وہ اپنے بنانے والے کے وجود پر اتنی بدلیں شہاوتیں اپنے اندر رکھتی ہے۔ کہ ان کا انکار کرنے کے لئے سخت درجہ کی بلاغت ذہن اور ایک انتہائی اندھے پن کی ضرورت ہے۔ پوری کائنات تو بڑی چیز ہے۔ اس عجائب خانہ کا ہر شعبہ اور ہر حصہ اس کلی ہر ہر پرزہ اس تعمیر کا ہر ذرہ انسانی بصیرت کے لئے ایک ایسا ورق معرفت ہے۔ کہ جس کی آیات اپنے مطالعہ کرنے والے کو صرف اسی حقیقت تک پہنچا کر نہیں چھوڑ دیتیں۔ کہ سورجوں اور چاندوں، دریاؤں اور پہاڑوں، ہواؤں اور گھاؤں، بجلیوں اور خمریوں، کلیوں اور گائٹوں، چوپائیوں اور پرندوں کی اس دنیا کا ایک بنانے والا ہے۔ بلکہ یہ آیات دنیا کے خالق کی بہت سی صفات کو بھی واضح کر دیتی ہیں۔ مادے اور قوت کا یہ کارخانہ بول بول کے کہہ رہا ہے۔ کہ اس کا بنانے والا اور جلالے والا کلی الہیہ اختیار کا مالک ہے۔ وہ علیم و خیر ہے۔ اور رحیم و بعیر ہے وہ حکیم اور دانا ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ وہ فوق القوق و راء الوراق ہے۔ وہ غیر محتاج اور بے نیاز ہے۔ وہ حی و قیوم ہے۔ وہ قائم دائم ہے وہ واحد و یکتا ہے۔ دنیا کے اہل درس معرفت کو جہلادینے کے بعد پھر اس قفل کی کوئی کلید نہیں رہتی۔ پھر اس منجے کا کوئی حل نہیں رہتا۔ پھر اس الجھاؤ کے سلیمانے کے لئے کوئی فکر سی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ پھر اس لفظ میں کوئی معنی



نہیں پیدا کئے جاسکتے۔ پھر اس کل کے اجزاء میں کوئی منطقی ربط قائم نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اس غزل کا نہ کوئی مطلع و مقطع رہتا ہے۔ اور نہ وزن، اور نہ قافیہ و ردیف۔

اس تہید کے بعد۔ دنیا کے بڑے لوگ اس بات پر ٹھنڈے دل سے یقین کر لیں۔ کہ دنیا کی کشیدگی اور مشکلات کی اصلاح آپ لوگوں کی مرتب کردہ اسکیموں سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ انسانوں کا کوئی گروہ اور افراد اپنے خود ساختہ نظریات و عملیات سے نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کی اصلاح ایسے مذہب کی ہدایات پر عمل کرنے سے ہوگی۔ جو مذہب ان کے اصلاح کی صلاحیت رکھتا ہو اور وہ اس کا مدعی ہو۔ اور وہ مذہب خدا کی طرف سے دیا گیا ہو۔

مذہب ہی وہ نظام حیات چلا آ رہا ہے۔ جو اپنے مختلف ادوار میں خود بھی ارتقاء کرتا رہا ہے۔ اور انسان زندگی کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ اپنے دائرہ کو وسیع کرتا رہا تاکہ انسان کے ذہن میں پیدا ہونے والے ہر سوال کا تسلی بخش جواب اس کے پاس موجود رہے۔

(مذہب کا ارتقائی عمل ایک سادہ اور فطری عمل رہا ہے۔ اس لئے مشیہ پر قابو حاصل کرنے کے لئے انسان کو اس بات کے لئے ہمیشہ تیار کیا کہ وہ پہلے اپنے آپ پر دسترس حاصل کرے۔ مقابل کی طاقتوں کو شکست دینے سے پہلے خود اپنے کو فتح کرے۔)



لیکن ہماری موجودہ دنیا میں ایک ایسا گروہ پایا جا رہا ہے جو مذہب کو  
 زندگی سے خارج کر دیتے پر مہر ہے۔ چونکہ اس کا ذہنی ساپتہ مغربی افکار و خیالات  
 سے وجود میں آیا ہے۔ اس لئے وہ زندگی کے ارتقاء میں مذہب کے تعامل  
 کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

ہم نے دوسری جگہ اپنے مجموعات میں بدلائل واضح کر دیا ہے کہ اس خیال  
 کے لوگ تذبذب اور شک اور فریب کی ایسی گل میں جا کر پھنس گئے ہیں جس  
 سے نکلنے کا انہیں کوئی راستہ نہیں مل رہا۔ اقرا و انکار کے درمیان ان کی یہ بے یقینی  
 ان کے ذہنی افلاس پر دلالت کرتی ہے۔ یہ لوگ مذہب کو خود ساختہ فطرت نظر آتا  
 انسانی سے منافی قرار دیتے ہیں۔ لیکن خود ان کا یہ علمی رویہ انسانی فطرت سے  
 دشمنی کے مترادف ہے۔ کیونکہ انسان کسی حال میں بھی شک، ریب، تذبذب اور  
 بے یقینی کو فطری طور پر پسند نہیں کرتا اس کی فطرت کا میلان ہر گھنٹی کو سلجھانے  
 دو لوگ فیصلہ کرنے، ایک سمت اور ایک رخ اختیار کرنے اور جلد از جلد منزل  
 تک پہنچنے کی طرف ہوتا ہے۔

(اسی طرح یہ لوگ مذہب کو ترقی کی راہ کار و ٹرا قرار دیتے ہیں۔ لیکن زندگی  
 کے بنیادی محرکات کے متعلق ان کے ذہن میں جو شک اور ریب ہے۔ وہ خود  
 ارتقاء میں سب سے بڑی رکاوٹ اور مانع ترقی ہے۔ وجہ ظاہر ہے۔ ارتقاء  
 علم، یقین اور عمل کے منہار سے ظہور پاتا ہے۔ لیکن جس نظام فکر و عمل کی بنیاد



ہی لاعلمی بے یقینی پر مبنی ہو، وہ آخر انسانی زندگی کو کہاں تک ترقی دے سکتا ہے۔ شک اور ریب یہ بہر حال ظلم نہیں۔ یہ تو جہل اور نادانیت کا نتیجہ ہیں۔  
 حکم نامہ ہی ہے۔ شک، ریب، اور بے یقینی کے خاتمہ کا۔

اس گروہ کی یہی وہ علمی کمزوری ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنے ذہن سے خدا اور مذہب کے گمان کو (کمتر وجہ کے ہی سہی) نکال نہیں سکتا، اور اس لئے وہ ایک بڑے خدا کا اثبات کا یقین دلانے سے ہچکچاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے انکار خدا کو انکار ذات مطلق قرار نہیں دے سکتا۔ اور صاف صاف اقرار کرنے کی بھی بہت نہیں رکھتا اس علمی کمزوری کا اصل سبب صرف یہ ہے۔ کہ وہ خدا کے صفات لا متناہی کے اور اک سے قاصر ہے۔

قرآن نے کہا۔ اور اس کی ہڈ دھرمی یہ ہے کہ وہ ان اشخاص سے اکتساب بھی کرنا نہیں چاہتا، جو خدا کی صفات کے فہم و ادراک کا مستبر ذریعہ ہیں۔

## ”انسانی تمناؤں“

جو مذہب ہی سے پوری ہو سکتی ہیں۔ انسان کا اپنی تمناؤں کے برلئے سے معذور رہنا دنیا کی کامیابیوں سے ماوراء کامیابیوں کا اشتیاق اور موجودہ زندگی کا تکالیف اور محرمیوں سے پرہیز۔ ایسے اسباب ہیں جو فطری ہیں۔ لیکن انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہیں (انسان کی فطری خواہش ہے



کہ وہ اپنی تہاؤں کو پورا کرے، کامیابیوں کی آخری منزل تک جا پہنچے، یہی تو وہ خواہش اور جذبہ ہے۔ جو انسان کو ایک منزل سے دوسری منزل تک لے پھر تلے

### ”مذہب داخل فطرت انسانی ہے“

ہم نے دوسری جگہ یہ بات علمی اور عقلی اور تجرباتی دلائل سے ثابت کر دی ہے کہ مذہب انسانیت کی فطری خواہش ہے۔ مذہب کی بنیاد خدا کا یقین یا فوق الفطرت ہستی کا اعتقاد ہے۔ یعنی ایسی ہستی جو تمام سے بالاتر ہو۔ اور تمام کائنات اس کی محکوم معلوم ہوتی ہو (اے مذہب انسان کے خمیر میں پیدا جاتا ہے۔ نہ کہ مذہب انسانی احتیاج اور فلسفیانہ دلائل سے پیدا ہوتا ہے عقلی دلائل ہو سکتا ہے۔ کہ اس فطری چیز کے سمجھانے اور مفید بنانے میں مددگار ہوں۔ لیکن بلا تردید یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذہب ان کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ مذہب انسانی فطرت کا ایک لطیف اشارہ ہے۔ اور سادہ اقتضا ہے جو انسانیت سے ظہور پذیر ہوتا ہے) یہ اقتضاء وحی الہی اور عقل سے تربیت پا کر انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ بہر حال جبکہ مذہب واقعی اس جذبہ اور خواہش کی مکمل تسکین کر سکتا ہے۔ اور انسان کو وہ دنیا فراہم کر سکتا ہے جہاں اس کو سب کچھ حاصل ہو جائے۔ اور وہ کسی خواہش کی تکمیل سے محروم نہ رہے (پھر مذہب ہی انسانی فطرت کا اصل داعیہ ہے اور



ارتقاء کا بنیادی محرک درحقیقت مذہب کو داخل فطرت انسانی تسلیم کر لینا یہ کہہ دینا ہے۔ کہ مذہب مانع ترقی نہیں ہے۔ بلکہ سبب ترقی ہے۔

یہ ہی وجہ ہے کہ آخر سائنس کی دنیا کو مذہب کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ سائنس کے نام سے مذہب اور خدا کے خلاف جو ہم جاری کی گئی تھی۔

آج اعتراف کرنا پڑ رہا ہے۔ کہ یہ سائنس کا غلط استعمال تھا۔

انسانیت کا بھلا چاہنے والے بڑے لوگوں کا منصب

اگر فطرت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی عالم نے تو کیا کی

عالمی کشیدگی کا رفع کرنا اور مشکلات کا حل کرنا، ظاہر ہے کہ دنیا کے بڑے

لوگوں کا ہی کام ہے۔ یہی لوگ ذمہ دار ہوتے ہیں۔ عوام ان کے تابع ہوتے ہیں

لیکن ہمارے زمانے کے بڑے لوگ جس قدر بھی کشیدگی کی اصلاح اور

مشکلات کے حل کی تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ معاملات زیادہ سے زیادہ

الجھلتے جا رہے ہیں۔ ان کے پاس علم و عقل کی کمی نہیں، مال و دولت کی کمی

نہیں۔ بلکہ ایک ادارہ اقوام متحدہ کے نام سے قائم ہو چکا ہے۔ جس کی نظیر

پہلے زمانوں میں پائی نہیں گئی۔ تاریخ عالم میں دنیا کی حکومتوں کے اس طرح

اکٹھا ہونے کی کوئی مثال نہیں ملتی جو ادارہ اقوام متحدہ کی صورت میں اس

وقت موجود ہے۔ یہ ادارہ اس بات کی علامت ہے کہ اہل عالم اپنے سارے

اختلافات کے باوجود کسی بہتر کا اہل تصور کے متلاشی ہیں۔ اقدار کی تلاش



کے تمام ذرائع اور وسائل بھی ان کے پاس موجود ہیں۔  
 ”یہ سوچنے کی بات ہے اسے تو بس سوچئے“

یعنی غور کرنے والوں اور انسانیت کا بھلا چاہنے والوں کے لئے یہ نہایت  
 ہی ضروری اور اہم بات ہے۔ کہ اس قدر وسائل و ذرائع کے ہونے کے باوجود  
 دنیا تباہی اور بربادی کی طرف کیوں جا رہی ہے۔ اس کیوں نہیں قائم ہوتا۔  
 سلامتی کیوں نہیں حاصل ہوتی۔

معلوم ایسا ہو رہا ہے۔ کہ ان بڑے لوگوں میں اب تک بعض ایسے لوگ  
 شامل ہیں جنہوں نے دنیا کو بے خدا ملک سمجھ لیا ہے۔ اور ایسے بھی ہیں۔  
 کہ یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ خدا نے دنیا کا نظام حیات انسانوں کے سپرد کیا ہوا ہے۔  
 جس طرح چاہیں خود نظام مرتب کر لیں باقی جو لوگ اس خیال کے نہیں ہیں  
 وہ سرعیت کی وجہ سے ان کے ساتھ چل رہے ہیں۔

اس بات کو غور سے سمجھنا چاہئے۔ کہ خدا نے جہاں انسان کو پیدا  
 کر کے اس کے نظام اور اختیارات کو خیر کے قیود اور تقاضے میں نہیں دیا بلکہ  
 جیسے خدا نے موجودات عالم کے بقا و نشوونما کے لئے ہر اس چیز کی فراہمی کا  
 انتظام کیا ہے۔ جس کی ضرورت کا تصور کیا جاسکتا تھا۔ ویسا ہی خدا تعالیٰ خود  
 انسان کی سب سے بڑی ضرورت (نظام حیات) کا بھی بندوبست فرماتا رہا ہے۔  
 اپنے فرماں اور خاص بندوں کے ذریعہ سے تمام حیات دیتا رہا ہے۔ دنیا کے



بڑے لوگوں نے جب سے خدائی نظام حیات سے روگردانی کر رکھی ہے۔ دنیا ایک سخت مصیبت میں گرفتار چلی آ رہی ہے۔ اور پھارگی کے عالم میں غوطے کھا رہی ہے بار بار غلط تجربے کر کے ناکام ہو رہی ہے۔ ٹھوکریں کھا کر گرتی ہے۔ اور پھر اٹھ کر چلتی ہے۔ تاکہ ٹھوکر کھاٹے۔ ہر ٹھوکر پر ملک کے ملک اور قومیں کی قومیں تباہ ہو رہی ہیں۔ اس غریب کو اپنے مقصد زندگی تک کی خبر نہیں ہے کچھ نہیں جانتی کہ کاہے کے لئے سعی اور عمل کرے اور کس ڈھنگ پر کرے۔

(بہر حال جو کچھ اس وقت دنیا میں بگاڑ ہے۔ یہ سب خدا فراموشی کا نتیجہ ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے انسان کو جس صحیح فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اور جو زندگی بسر کرنے کا سیدھا راستہ بتایا ہے۔ اس سے ہٹنے اور اس کو چھوڑ دینے

کی وجہ سے ہے۔ اور یہی دنیا میں ظلم اور فساد کی بنیاد ہے) سیاسی رنگ یا مذہبی رنگ یا معاشی رنگ میں خدا کے بندوں کو انسانوں نے اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ حکومت کی کلیدوں پر بے انصاف اور خود غرض انسان مسلط ہیں۔ پھر جیپ کوئی طبقہ انقلابی ان کے ظلم و بے انصافی سے تنگ آکر ان کی جگہ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی کچھ عرصہ کے بعد وہی کچھ کرنے لگتا ہے جو پہلے بے انصاف کر رہے تھے۔ یہ انقلابی چاہے کتنے ہی نیک نیت کیوں نہ ہوں۔ وہ بھی عدل و قسط کے صحیح مقام کو نہیں پا سکتے۔ وہ یا تو خود مظلوم طبقوں سے اٹھتے ہیں۔ یا ان کی حمایت کا جزیبہ لے کر اٹھتے ہیں۔ پھر



سارے معاملات کو انہیں طبقوں کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کی نظر بھی غیر جانبدار اور خالص انسانیت کی نظر نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک طبقہ کی طرف غصے اور نفرت کا اور دوسرے طبقہ کی حمایت کا جذبہ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ ظلم کا ایسا علاج سوچتے ہیں جو حقیقت میں ایک جوابی ظلم ہی ہوتا ہے۔ ان کے لئے انتقام اور حسد اور عداوت کے جذبات سے پاک ہو کر ایک ایسا معتدل اور متوازن نظام تجویز کرنا ممکن نہیں ہوتا جس میں چھوٹی طور پر تمام انسانوں کی فلاح ہو۔ ایسا معتدل اور متوازن راستہ وہی ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود تجویز کر کے عنایت کیا ہے۔ اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ سمیت اور تدبیر کو کام میں لا کر اسی کو تمام غلط خرابیوں اور مصنوعی نظریوں پر غالب کر دیا جائے جو اس وقت دنیا میں رائج ہیں۔ کیونکہ خدائی نظام کے قائم کئے بغیر قطعاً دنیا میں امن و سلامتی وجود نہیں پاسکتے۔ خدا تعالیٰ انسانی جذبات سے منزہ ہے۔ کسی طبقہ انسانی سے اس کا خاص رشتہ نہیں۔ خدا تعالیٰ کو تمام انسانوں بلکہ خود ان ظالم طبقوں کی بھی فلاح و بہبود کا ملحوظ ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی قوم یا گروہ کو نہیں بلکہ تمام انسانوں اور طبقوں کو بلاوا دیتا ہے۔ کہ آؤ اس نظام کے اندر رہنا اختیار کرو۔ جو ہم نے تمہارے واسطے مقرر کیا ہے۔ اگر تم اس نظام کے اندر رہنا اختیار کر لو گے۔ اگر تم اس عدل و حق کے نظام کو قبول کر لو گے۔ تب ہی تمہارے لئے امن و سلامتی



ہے۔ اس نظام میں کسی طبقے سے دشمنی نہیں۔ بلکہ دشمنی شرک و کفر سے ہے اور ظلم و فساد سے ہے۔ بد اخلاقی اور بد اخواری سے ہے۔

آج بھی دنیا کے تمام مذاہب کو اسلام کی دعوت ہے کہ وہ حب مل کر خدا کی وحدت پر ایمان لائیں اور اس کے سوا کسی کو اپنی اتھارٹی تسلیم نہ کریں جو جو اتحاد مذاہب کی یہ کیسی پائیدار بنیاد ہے۔ ہے کوئی جو اس دعوت کو بیک ہے اور مذہبی اختلافات کا خاتمہ کر دے۔

### پیغام قرآن پیشوایان مذاہب کے نام

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ  
مُّشْتَرَكَةٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ أَلَّا تَلْبِسُوا  
الْإِلَهَ بِاللَّهِ وَلَا تَتَّخِذَ بَعْضُنَا آيَاتِنَا  
مِنْ دُونِ اللَّهِ وَإِنْ تُولُوا  
فَقُولُوا أَشْهَدُ وَابِنَا مُسْلِمُونَ

اے اہل کتاب ہم تمہیں ایک ایسی بات کی  
طرف بلا رہے ہیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان  
مسلم ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت  
نہ کریں۔ اور نہ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک  
گمراہیں اور نہ خدا کے سوا کسی کو اپنا رب بنائیں  
اگر تم اس بات کو بھی نہ مانو تو گواہ رہو کہ ہم

مسلمان ہیں۔ (رپٹا ج ۱۵)

اور ہر ایک امت میں ڈھانے والا ہو گزرا ہے  
اور ہر ایک ہم نے ہر ایک امت میں رسولوں  
کے ذریعہ پیغام بھیجا ہے۔ کہ اللہ کی عبادت کرو

(کلیا)  
فَإِنَّ مِنْ أُمَّةٍ أَخْلَا فِيهَا نَذِيرٌ  
وَلَقَدْ بَعَلْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا  
أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا



الطَّافُوتَ ۔ اور شیطان سے بچو۔

اوپر کی آیت میں اہل کتاب سے مصالحت کی راہ دکھائی گئی ہے۔ نیچے کی آیتوں سے معلوم ہوا۔ اہل کتاب کے خطاب کے نیچے دنیا کی ساری قومیں آسکتی ہیں اس بحث کو ہم نے دوسری جگہ تفصیل سے بیان کیا ہے، بہر حال دنیا کے غیر مسلموں کو پکارا گیا ہے۔ ان میں اولین مخاطب ان کے پیشوا ہیں کہ آؤ ان چیزوں پر اتفاق کر لو جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترکہ ہیں۔ یعنی خدا ہی کو مہجور برحق ماننا اور اس کے کلمے بارہین کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اس کے سوا کسی اتھارٹی کو تسلیم نہ کرنا۔ اگر بہت ہے تو آؤ اور مذہبی اختلافات کا خاتمہ کر دو۔

کیوں خالق و مخلوق میں محافل نہیں پڑے۔ پیران مذاہب کو یہ ایک بات سنلاؤ کہ لیکن انھوں نے گمراہی نہ روایت یافتہ باتیں اگرچہ وہ بے حقیقت تو سمجھتے اور وہ سمجھتے ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن قدامت کی وجہ سے انہیں حقائق اور سچی ہی سمجھتی رہتی ہیں چنانچہ ہزار ہا سال سے غیر علمی غیر عقلی دعویٰ نظریات اب تک بھی مختلف قوموں میں بدستور چلے آ رہے ہیں۔ ہزار ہا سال سے زائد عرصہ تک لاطینی مسیحیت نے یورپ کی عقل اور ادراک پر قبضہ رکھا۔ اور عیسائیوں میں

نشایت اور کفارہ و اجنبیت کا غیر معقول عقیدہ اس علمی اور عقلی دور میں بھی بدستور موجود ہے۔ بلکہ آج کل جو بعض نام کے مسلمان بھی جہاں اور اہل ایمان پرست ہیں جو اکثر خود ساختہ قبیح کہانیوں اور احمقانہ عقائد پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور مزید



تلخ بات یہ ہے۔ کہ ایسا ہر گروہ اور قوم اپنے آپ کو ہی حق پر اور اپنے نظریہ کو صحیح  
کہہ رہے ہیں۔ | اپنی مرضی کے مطابق دہر کو کیونکر کروں  
مجھ کو بے حد غصہ آتا ہے مگر کس پر کروں

ہمارا موضوع یہاں مختلف مذاہب اور متفرق نظریات پر بحث کرنا اور  
تقابل ترجیح پیش کرنا نہیں ہے (مذہب حق کی شناخت اور معیار شناخت کے  
متعلق ہم نے دوسری جگہ مفصل بحث کی ہے) بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم  
ہوگا کہ اس قسم کی بحثوں سے اگر احقاق و نہ حق مقصود نہ ہو بلکہ اپنی بات کا منوانا  
ہی صرف مد نظر ہو تو اس رویہ سے گروہوں کے درمیان بُعد و نفرت زیادہ ہو  
جاتی ہے۔ اور تعصبات زیادہ بھڑکتے ہیں۔

بہر حال ہم اپنے مدعی یعنی ساری انسانیت کے لئے مفید اور بہترین چیز  
کو یقیناً خدا کے تعالےٰ مندرجہ ذیل قرآنی تعلیم کے مطابق دنیا کے بڑے لوگوں  
خصوصاً پیشوا یا ان مذاہب کے سامنے پیش کرنا چاہتے تھے۔

ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ ۖ  
وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۚ وَجَادِلْهُمْ  
بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ

۱۔ بلا اپنے رب کے راستہ کی طرف عقلمندی کے ساتھ  
اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور مناظرہ کر ان  
سے عمدہ طریقہ کے ساتھ

جو لوگ اپنے مدعی کو تقابل کی شکل میں پیش کر کے دوسروں پر اٹیک  
کرتے ہیں یا الزام سے صرف بچاؤ کھاتا ان کا مقصد ہوتا ہے۔ ایسے لوگ انسانیت



کے صحیح معنی میں غلام نہیں شمار ہو سکتے بلکہ حق بات کے درمیان میں مزید رکاوٹ کے باعث جلتے ہیں۔ اور تعصب و عنایت کو بھارتے ہیں۔  
 رفند اور تعصب ایسی بری چیزیں ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے حق اور صداقت سے بھی انسان انکار کر دیتا ہے۔ اور استدلال کے اس طریقہ سے کوئی چیز بھی اس کی رہنمائی نہیں کر سکتی۔

(برادران انسانی! اگر کوئی شخص صاف نیت سے بطور خدمت انسانی اگر آپ کے سامنے یہ بات پیش کرے کہ میں برادران کے قتل کے کی کچھ بات کہنا چاہتا ہوں۔ تو کیا کوئی عقل سلیم رکھنے والا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے شخص کی ایسی بات سننے ہی سے انکار کر دے۔ ہرگز نہیں۔ پس اس تمہاری مضمون کے بعد ہم غیر مسلم پیشوایان مذاہب اور حقیقت و عقلیت پسند غیر متعصب مفکرین اور مذہبیں حضرات کی مہمات میں بھی اور روشن باتیں پیش کر کے سچائی کے تسلیم اور اختیار کرنے کی امید رکھتے ہیں۔)

حضرات! ایک عرصہ سے یہ بات روشن ہو چکی ہے کہ دنیا کی غیر مسلم قوموں کی نجات اسی میں ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر گوشہ میں اسلام کی تعلیمات و ہدایات کا اتباع کریں۔ اس بات کے سچی اور صادق ہونے کے بیشمار دلائل موجود ہو چکے ہیں۔ آپ حضرات کے سامنے ان کے دہرانے کی ضرورت نہیں آپ کی عقل و فکر سے باہر نہیں ہیں۔ اس وقت آپ عقل و فکر کے میدان



میں ہیں۔ ناگزیر ہے کہ آپ حقائق کا سامنا کریں۔ اس وقت آپ کے مذہب کی بگ ڈور آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ آپ اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ اپنی منہی، ذمہ داری کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے۔ اور خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا زندہ یقین رکھتے ہوئے پورے عزم اور پختہ جزم سے اس اصل حقیقت اور ٹھونس صداقت کا سالنوں سے نڈر ہو کر علی رؤس الاشیاء اعلان کر دیں۔ کہ اس وقت یہ بات روشن ہو چکی ہے۔ کہ تمام مذاہب سے اس وقت جو مذہب حق ہے۔ وہ صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ اسلام ہے۔ کیونکہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو تمام مذاہب کی صداقتوں اور ان کے صحیح اصولوں کو اپنے میں لئے ہوئے ہے۔ اور نیز دوسری ایسی صداقتوں اور صحیح اصولوں کو بھی جمع کرنے والا ہے۔ جو اس سے پہلے مذاہب میں ان کو بیان نہیں کیا گیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ اپنی جگہ میں صداقتیں اور اصول صحیح نہ تھے۔ بلکہ اس لئے کہ ان کے ظاہر کر لئے اور دیئے جانے کا زمانہ نہیں آیا تھا۔

اور یہ بات سب کو معلوم ہے۔ کہ اسلام کے علاوہ کسی اہل مذہب کے پاس ایسی کتاب نہیں جو ترقیات زمانہ کا ساتھ دیتی چلی آئی ہو یا اب دے سکتی ہو اور آئندہ پیش آنے والے حالات کے لئے اس میں اصول و ہدایت ہوں۔ بخلاف قرآن حکیم کے کہ جب ہم اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ہمیں واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۵۵ھ سے ایسے نظریات اور اصول دیتا



ہے۔ جن تک دنیا صدیوں بعد ترقی کرتی پہنچی ہے۔ بلکہ یہ کتاب ایسے اصول و نظریات کے جدید جواب دہ رہی ہے۔ جن تک ابھی دنیا کے ارباب نظریات اور قانون سازوں کا تصور بھی نہیں گیا۔ دنیا کے مفکرین جس قسم کے اصول جانتے ہیں۔ اور جن کے قوانین میں موجود ہونے کی لیس انہیں تمنا ہی ہے۔ وہ سب ابتداء ہی سے اس میں موجود ہیں۔

(اسلام سے پہلے ادیان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھے۔ مگر وہ محدود اور زانی تھے۔ اور ان کے اصول و نظریات بھی ایسے ہی محدود تھے۔ مگر اسلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے غیر محدود اور سرحدی قرار دیا جا چکا ہے۔ اس لئے اس کے نظریات اور اصول غیر متبدل اور غیر تغیر پذیر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نے ان اصول و قوانین کو رفعت و کمال کی اس حد تک پہنچایا ہوا ہے۔ جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو کہ موجودہ اور آئندہ کے تمام حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اور ان میں کسی تبدل و تغیر کی گنجائش اور ضرورت نہیں۔)

(یہ باتیں جو پیش کی گئی ہیں۔ محض حسن عقیدت پر مبنی نہیں عقل و تدبیر کی کسوٹی پر ان کو پرکھا جاسکتا ہے۔ یہ علم و عقل کا زمانہ ہے۔ ہر ایک چیز عقل و حکمت پر پرکھ کر قبول کی جاتی ہے۔ معلوم ہو کہ ہم اہل اسلام پہلے کے تمام انبیاء کرام اور برگزیدہ حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث



کیا اور تمام کتب کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں مانتے ہیں۔ اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت معیار حقیقت و صداقت اور حقا اور دور موجودہ میں معیار بدل چکا ہے۔

(یہ ایک مسئلہ بات ہے۔ کہ انسانی عقل و فہم کی ترقی کے ساتھ ساتھ مذہبی نظریات بھی ترقی پذیر ہوتے جاتے ہیں جس طرح انسان بچپن کی منزل طے کر کے شباب کے میدان میں قدم رکھتا ہے۔ پھر ادھیڑ بھڑتا ہے یہاں تک کہ اس کی عقل کی ہوجاتی ہے۔ اور وہ اونچی اونچی باتوں کو سمجھنے لگتا ہے۔ اسی طرح قومیں بھی بتدریج عقل و فہم میں ترقی کرتی رہیں یہاں تک کہ ان کی ترقی اس حد تک جا پہنچی کہ وہ سب سے بلند ہدایت (روحی و خاوندی) یعنی خدا کے آخری

قرآن حکیم کی حدود سے حاصل ہو گئیں۔ حالانکہ پہلے انہیں کی یہ حالت تھی کہ وحی کا یقین دلانے اور ثبوت کو باور کراتے کے لئے اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ سو اس کے کہ ایسی نشانیاں ظاہر کی جائیں جو عقل کو ششدر بنا دیں۔ اور انسان کو حیرت و تعجب میں ڈال دیں۔ تاکہ وہ نبوت کے مانتے پر تیار ہو جائے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک نا سمجھ بچہ کسی خوفناک یا کسی بھیدانے سے کوئی کام کرنے لگتا ہے۔

یہ خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت تھی کہ اس نے انسانوں کی ہدایت میں انسانی فطرت کی ہمیشہ رعایت کی۔ اس نے انسانوں کے ہی گروہ میں سے



پیغمبروں کو اٹھایا۔ اور ان میں ایسی خصوصیتیں رکھ دیں۔ جن میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ پھر لوگوں کو مزید یقین دلانے کے لئے ان انبیاء کرام کو ایسی نشانیاں دیں جو دلوں پر قبضہ کرنے والی اور عقلوں پر چھا جانے والی تھیں۔ ان کے سامنے سرکش جھک گئے اور ہٹ دھرم باز آ گئے۔ جانوں کی نگاہیں انہیں دیکھ کر خیرہ ہو گئیں اور ان کے سامنے سچائی چمکنے لگی۔

(جب عقلمیں کمال کو پہنچ گئی۔ تو محمد رسول اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جہنوں نے اپنی رسالت منوانے کے لئے نہ آنکھوں کو خیرہ کیا نہ حواس کو حیرت زدہ کیا بلکہ عقلوں کو ہی دعوت دی سوچنے اور سمجھنے کے لئے پکارا اور عقل ہی کو فیصلہ کے لئے حاکم قرار دیا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے عقل و دلیل گویائی قوت اور بلاغت کی قدرت ہی کو حق کی نشانی اور نبوت کا معجزہ قرار دے دیا۔)

حضرات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالمی اور دائمی نبی قرار دیئے جا چکے ہیں۔ اور ایسا ہی قرآن حکیم آپ کا عالمی معجزہ ہے۔ اور معجزوں سے زبردست بلند اور بڑا معجزہ ہے۔ یہ صرف ایسا ہی معجزہ نہیں جو صرف عقل کو شدید بنا کر حیرت اور تعجب میں ڈال دے۔ بلکہ اس میں عقلوں کو سوچنے اور سمجھنے اور غور فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ تاکہ اس کو ہر قسم کے تنقیدی صحیح معیار پر پرکھیں اور پرکھ کر اس کی بیش کی گئیں باتوں کو انہیں اس میں لا اکرا لا فی الدین ..... گا واضح طور پر اعلان کر دیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بھی کہا



کیا ہے کہ :-

سَيُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَ  
فِي الْأَنْفُسِ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ  
الْحَقُّ

وَاللَّهُ مَنَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

اور یہ بھی :

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْحَقِّ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ  
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ  
الْمُشْرِكُونَ

اور یہ کہ :-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ  
أَتِيكُمْ بِحَبِيرٍ الَّذِي لَهُ مَلَكُ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ

اور یہ بھی :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ  
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ  
بَشِيرًا وَنَذِيرًا

ہم ان کو بیت جلد اپنے نشانات قدرت دکھائیں  
مظاہر الہم کے اندر جو او خود ان کے نفوس میں بھی  
سے ان لوگوں پر واضح ہو جائے گا کہ اسلام نور  
سچا ہے ۔

اللہ اپنے نور کو تمام کفر کے چھوڑے اگرچہ کافر پر ایمان

اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور  
دین حق کے ساتھ تاکہ اس دین کو غالب کر دے  
دینوں پر اگرچہ مشرک اس بات کو ناپسند  
کریں ۔

کہہ دے لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول  
ہوں جسکی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے سوا  
کوئی معبود نہیں اور جس کے ہاتھوں زندگی اور موت  
مر رشتہ ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی ماسی  
پر جو کہ اللہ پر اور اسکی سب کلموں پر یقین رکھنا ہے پیروی  
کو تاکہ تم راہ پاؤ ۔

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے  
ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری دینے

والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے ۔



اور سب کو معلوم ہے۔ اور یہ سچ بھی ہے۔ کہ پہلی امتوں نے کتب الہی کو  
ل ڈالا اور ضائع بھی کر دیا مگر قرآن حکیم کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ ۱۔  
مَا نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَآنَا لَخَافِظُونَ  
ہم نے ہی ذکر قرآن کو اتا رہا ہے اور اس  
کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ ہے۔

اور یہ بھی قرآن میں ہے ۱۔

بِأَيِّدِ الْبَاطِلِ مَنْ يَكُونُ مِنْ بَدَلٍ لَمْ  
يَكُنْ لَنَزْلِ مَنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
اس میں باطل کسی جانتے بھی داخل نہیں ہو سکتا  
رب العالمین کے درمیان ہاں نہیں ہے۔

اور دین اسلام کے متعلق یہ فیصلہ دیا گیا ہے کہ ۱۔

لَا يَنْفَعُ الدِّينَ عَنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ  
وَلَا يَنْفَعُ عَمَّا إِسْلَمَ دِينًا فَلَنْ  
نُكَلِّمَهُ مِنْهُ  
اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے جو کوئی اسلام  
کے بغیر کسی دین کو چاہے اس سے ہرگز  
قبول نہیں کیا جائیگا۔

لَنْ نَكَلِّمَهُ رَبُّكَ مِنْ قَادِرٍ لَكَ  
مُبْدِلِ كَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ  
تو نہ رب کی باتیں انصاف اور سچائی کے آخری حد کو  
پہنچی ہوئی ہیں اور اس کی باتوں کو بدلنا نہیں چا سکتا۔  
اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

حضرات بیشک چاہتے تھے کہ دینی اور مذہبی صحیح اور حق باتوں کو بلا  
مبذیل تھک دیا جاتا جائے۔ اسی لئے پہلے انبیاء علیہم السلام کو ایسے معجزے  
دئے گئے۔ جو نبی کی نبوت پر دلیل اور نشانی ہوں۔ تاکہ انسان ان کی باتوں  
علم و عقل کے منہ پر پرکھ کر قبول کریں گے۔ اس لئے آخری اور خاتم الانبیاء  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمی اور عقلی معجزہ دے کر مبعوث کیا اور آپ کی



تعلیمات کو علم و حکمت اور فلسفہ الہی پر مستحکم کیا گیا۔

آپ حضرات کو معلوم ہے کہ محمد رسول اللہ کے مبعوث ہونے کے وقت مسلمان قوم دنیا میں موجود نہ تھی۔ اہل کتاب تھے۔ اور دیگر مشرک اور کافر اور دیگر لادینی قومیں موجود تھیں۔ ان سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سنا اور جانچا ان میں سے جو لوگ حق پسند اور جو بائے حقیقت و صداقت تھے وہ اسلامی دعوت کو قبول کرتے گئے۔ اور مسلم قوم یا امت مسلم بنتی گئی۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ باقی غیر مسلموں سے جو لوگ متعصب یا ضدی تھے۔ یا جن کو اسلام کے قبول کرنے سے اپنی عزت و وقار دنیا اور نام و شہرت کے جانے کا خطرہ تھا۔ اور ان کو دنیا دہی سے زیادہ پیاری تھی ایسے لوگوں نے اس عالمی ہدایت اور رحمت سے ٹوڑ لیا۔ قرآن نے کہا:۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الذِّی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۖ  
اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِی ظُلُمَاتٍ  
وَرَعْدٍ ۚ فَبُوقِ ۙ

ان کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ وہ آگ روشن کرے یا اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہو اس میں اندھیروں کی تہیں ہوں اور فزٹ کی گرج

بہر حال بیان بالا سے معلوم ہو گیا کہ اسلام ساری دنیا کی قوموں کے لئے

عالمی دین قرار دے کر نازل کیا گیا ہے۔ یہ خاص کسی بھی قوم کا دین نہیں جو

بھی اس کو قبول کریگا۔ وہ مسلمان ہوگا۔ چاہے اس کی کوئی قوم ہو اور کسی بھی

ملک کا باشندہ ہو۔ پس بعض اہل مذہب کا یہ کہنا کہ اسلام صرف مسلمان



فہم کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اور یہ صرف انہیں کا دین ہے۔ ہم اس کو کیونکر  
بول کر سکتے ہیں۔ بالکل غلط ہے۔ اور خدا سے کنارہ کشی مقصود ہے۔ لیکن  
سنجیدہ دنیا کے نزدیک اب اس قسم کی باتیں با وقعت اور درخور اعتنا نہیں  
ہو سکتیں

دنیا والوں کو معلوم ہی ہے۔ کہ اسلام عالمی کی حقانیت اور صداقت کو دبانے  
لے لئے اور اس روشنی سے لوگوں کو اندھیر میں رکھنے کے لئے مخالفین نے کیا  
یا تدبیریں کی ہیں۔ اور کسی قسم کے ہتھکنڈے کھیلے، قرآن نے کہا :-

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ  
یہ لوگ کافر جانتے ہیں کہ اللہ کے نور دین کو

مُتَوَاتِرًا عَلَيْهِمْ - قرآن ہی نے یہ جواب دیا :- پھونکوں سے بجھا دیں۔

وَاللَّهُ مَعَكُمْ نُورُهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ  
اور اللہ اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا اگرچہ کافر نہ پسندیں

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ  
اور اللہ مروت سے ڈکا رہتا ہے مگر یہ کہ اس نور کو پورا کر

فَعَلِ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُحْكُمُ مَا يُرِيدُ  
اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جب چاہتا

لَا مُعَقَّبَ لِحُكْمِهِ  
ہے فیصلہ کرتا ہے کوئی بھی اس کے حکم سے نہیں ڈال سکتا

بہر حال ان رکاوٹوں کے باوجود اسلام کی گٹھائیں اٹھیں اور بادِ باری سے

دنیا پر پھیلیں اور رحمت بن کر برسیں ان کی برکت سے بانهیب فیض یاب

ہوئے۔ اور بے نصیب محروم رہے۔

بارانِ کرم در لطافتِ طبعش خلاف نیست  
در بارغِ لاله وید و در شوره بومِ خشن



بیشک ہمیں جواب بھی دیا جاسکتا ہے۔ مگر زمانہ ظاہر کرتا جا رہا ہے کہ حق  
 کیا ہے اور اس کا معیار کیا ہے۔ کوئی بھی حقیقت واقعہ اور تحقیق صحیح مذہب  
 آسمانی کی ضد و مخالف نہیں ہو سکتی (قدیم مذہب کے پیشواؤں نے سخت  
 غلطی کی کہ صحیح سائنس اور فلسفہ کو خواہ مخواہ مذہب کا ضد اور مخالف قرار دے  
 کر دنیا کے امن کو خطرہ میں ڈالا اور خدا کے بندوں کو تباہ کیا۔ اور اپنے اپنے  
 دین سے بدعتیہ یا بے عقیدہ کیا اور الحاد اور وہریت کے جنم دینے کے باعث ہوئے)  
 حضرات پیشوا یا ان مذاہب! یہ دعویٰ ہم کچھ اس وجہ سے نہیں کر رہے ہیں کہ  
 ہم مسلمان ہیں۔ بلکہ اسلام کے دینی و دنیوی کارناموں کو پیش نظر رکھ کر کرتے  
 ہیں۔ جن کا ذکر خود انصاف پسند مفکرین و محققین یورپ نے بھی کیا ہے خصوصاً  
 ڈاکٹر ڈیمرامرکے کے نامور فاضل جس نے اپنی کتاب معرکہ مذہب و سائنس  
 میں دنیا کے تمام علوم اور مذاہب اور انسانی فطرت پر ایسی غائر اور وسیع نظر  
 ڈالی ہے کہ گویا دریا کو کوڑھ میں بند کر دیا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب  
 میں شرح یسٹ کے ساتھ اسلام کے کارناموں کو بیان کیا ہے۔ اسلام کے اس  
 اصولی عقیدہ کا ذکر کرنے کے بعد جس کا راز لا الہ الا اللہ میں چھپا ہوا ہے۔ اور  
 جو ہر قوم کے ترقی یافتہ مذہبی جذبات کا نصب العین ہے۔ اور ان روحانی و  
 اخلاقی حقائق کا بالاجمال اعادہ کرنے کے بعد جن کی تکشیف حضور صمد کا کلمات  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ ڈاکٹر ڈیمرامرکے نے جہاں اسلام کی حدیم النظر کی فتوحات



اور قابل رشک تمدن کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ اسلام نے خود اپنے ہاتھوں سے سائنس کے اس پودے کو سنبھالا ہے۔ جسے عجائب خانہ اسکندریہ کے زندہ جلاد بانی طلبہ میں سوٹرنے لگایا تھا۔ لیکن جو نصرانیت کی بنجر زمین میں رشک ہو چلا تھا۔ اور یہ اسی آبپاری کا صدقہ تھا۔ کہ علوم و فنون حکمت و فلسفہ فنانع و بدائع کا وہ لہلہاتا ہوا چمن قفل و ادراک کی سیر کے لئے تیار ہو گیا جس کے پھول یورپ و امریکہ میں آج نئی شگفتگی کے ساتھ مہک رہے ہیں۔ علوم جدیدہ کا دور سولویں صدی سے شروع ہوتا ہے۔ ظہور اسلام چھٹی صدی میں ہوا۔ یہ ہزار سال کا زمانہ ان تسلسل و متوالی کوششوں سے بھرا ہوا ہے۔ جو علوم قدیمہ کے احیاء اور علوم سر و جب کی بقا کے متعلق دنیا کے اسلام کے طول و عرض میں ظاہر ہوتی رہیں۔ اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ سائنس نے جو ترقی گزشتہ تین سو سالوں میں کی ہے۔ اس کے لحاظ سے وہ اسلام ہی کا شرمندہ احسان ہے گویا اسلام نے ایک ڈھانچہ قائم کر لیا تھا۔ جس پر یورپ نے گوشت پوست جڑ ٹھالیا۔ آج تبدیل سخن کو منڈ لیا تو کیا ہوا ڈھانچہ میں تو ہیں وہی لگ بھگ برس کی تیلیاں ڈاکٹر ڈیریر کی کتاب کی بالکل آخری سطریں یہ ہیں۔

” آج سے دو ہزار تین سو سال پہلے عزاد علیہ السلام نے بابل کی بید بخون سے چھائی ہوئی ندیوں کے کنارے بیٹھ کر جو یہ خیمہ لکھا تھا اس کی صداقت میں آج بھی لاکھ نہیں سو حق ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔ اور اس کی قوت قائم رہتی ہے وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اور فتح اس کا ساتھ دیتی ہے۔ “



## مذہب اسلام میں انسان کا مرتبہ و مقام

انسان کو اسلام نے جو مرتبہ و مقام دیا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان سلطنت اور کائنات میں خدا تعالیٰ کا نائب اور خلیفہ اور نمایندہ کی پوزیشن میں ہے۔ کسی (مذہب پر غور کرتے ہوئے) سب سے پہلے وہی بنیادی حقیقتیں دیکھی جاتی ہیں ایک یہ کہ اس نے خدا کا تصور کیا دلیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس نے انسان کو کیا مقام دیا ہے۔ جہاں خدا کا تصور ناقص یا خلاف حقیقت ہوگا۔ وہاں انسان بھی اپنے اصل مرتبہ و مقام سے ہٹا ہوا ملے گا۔ اور جہاں انسان کو اس کے شایان شان درجہ نہ دیا گیا ہو۔ وہاں خدا کا تصور کبھی صحیح اور مطابق حقیقت نہیں ہو سکتا۔ کسی مذہب کے تصور خدا کی کسوٹی اس کا تصور انسانی ہے چونکہ مذہب کا مقصود زندگی کو بہانہ سنوارنا ہے۔ اس لئے مذاہب کی چھانچ میں یہ سوال بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ وہ انسان اور انسانی زندگی کو کیا درجہ دیتے ہیں۔ آدمی کو جس نظام فکر و عمل کی طرف پکارے اس کی خود ہی یہ دریافت کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ اس نظام میں میرا مقام کیا ہے۔ مادی کائنات کے اسٹیج پر زندگی کی شیل پیش کرنے میں میرے لئے کیا پارٹ تجویز کیا گیا ہے۔ آفرینش کی اس بھری مجلس میں میری نشست کہاں ہے۔

اسلام انسان کو کائنات میں خدا کے نائب و خلیفہ ہونے کا مقام و مرتبہ دیتا ہے۔



إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً  
میں نہیں ہیں ایک نائب بنانے والوں۔

خدا کی اور ساری مخلوق اور رعیت اطاعت و عبادت کے ایک جبریٰ دلیل

میں کسی ہوئی ہے:-

وَكُلُّ شَيْءٍ مِّنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
طَرَعًا وَكُلُّ هَاقِدٍ لِّبَرٍّ رَّجَعُونَ-

حالا نہ جو کوئی آسمان اور زمین ہے خوشی

یا لا چاری سے سب اسی کے تابع ہے۔

اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

(آل عمران)

لیکن نوع انسانی کو اخلاقی و تمدنی کے دائرہ محدود و محدود مختاری سے نوازا

گیا ہے۔ خدا نے اس نوع کو اپنی طرف سے ایک روح و دیانت کی ہے۔

اور اس میں ہیں نے روح اپنی پیرنگی

وَلَقَدْ خَلَقْنَا فِئْتًا مِّنْ نَّحْنُ (انجیر)

(۳۱- ص - ۷۳)

اپنی صفات کا ایک پرتو اس پر ڈالا ہے۔ علم و شعور کا ایک نور سے دیا

ہے

اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا-

سکھائے۔

(یقرہ - ۱۳۱)

اور پھر ارادے کی فاعلانہ قوت دے کر اسے زندگی کی امتحان گاہ میں

آنا دیا ہے تمام اجرام اور عناصر اور قوا کو اس کی ضروریات پوری کرنے کو

لگا دیا ہے۔ اور بیشمار بادی ذرائع و وسائل اس کے چارج میں دیدیئے گئے ہیں۔



وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا / اور اس نے آسمانوں زمین کی سب چیزوں

فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۗ (الباقیہ ۱۱۳) کو اپنے فضل سے تمہارے کام لگا دیا ہے

پوری سہولتوں انسان کے لئے پہنچا دی گئی ہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے سامنے جواب  
دہ سمجھتے ہوئے اپنی زندگی کو مینائے سنوارے اور ترقی کے راستوں پر جتنا بڑھ سکتا  
ہو اگے بڑھتا جائے۔ خلافت و نیابت کا یہ مقام پاکر آدمی عزت نفس د

اور ذمہ دارانہ حقیقت کے احساس سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

اسلام انسانی شرف کی دوسری یہ بنیاد سامنے لاتا ہے۔ کہ انسان کو بہترین  
ساخت اٹھایا گیا ہے۔

اَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ / اور بیشک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز

تَقْوِيْمٍ - (التین - ۴۰) میں پیدا کیا ہے۔

اس کی فطرت میں کوئی رخنہ نہیں چھوڑا گیا۔ اس کے خیر میں کوئی برائی حل نہیں  
کر دی گئی۔ کوئی گناہ اس کے سر پیدا نشی طور پر چپکا نہیں دیا گیا۔ بدی کا کوئی۔  
موروثی حساب ایسا نہیں ہے۔ جو نسل بعد نسل ایک ایک آدمی زاوے کے کھاتے  
میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہو۔ ایک بے داع فطرت ہے جس کے اندر زندگی کے  
مختلف رجحانات اور تقاضوں کو اعتدال و توازن کے ساتھ سمویا گیا ہے۔ یہ  
آزادانہ فیصلہ کے تحت اقدام کرنے والی فطرت ہے۔ جس پر نہ نیکی زبردستی ٹھوسی  
جاتی ہے۔ نہ برائی جبراً چکی جاتی ہے۔ اس معنی انسان کی ساخت بہترین ساخت



ہے۔ انسانی فطرت کا یہ تصور جب انسان کے سامنے آتا ہے۔ تو اپنے پر اس کا اعتماد قائم ہو جاتا ہے۔ اور نوع انسانی کا شرف و وقار اس کی نگاہوں میں بہت بڑھ جاتا ہے۔

اسلامی تعلیم کی رو سے انسانی شرف و عظمت کا اتنا پاس کیا گیا ہے۔ کہ انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہمیشہ خود انسان ہی ذریعہ بنائے گئے۔ آدمؑ سے ابراہیمؑ علیہ السلام تک اور ابراہیمؑ علیہ السلام سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک جو ہزار پیغمبر اور رسول قوم قوم اور دیس دیس میں ہماری تعلیم و تربیت کے لئے مامور کئے گئے وہ سب کے سب گوشت پوست کے بنے ہوئے انسان ہی تھے۔ اس کام لئے نہ تو خود خدا کو خود اثر کے آنا پڑا نہ فرشتے ہی مقرر کئے گئے۔ اور نہ کسی دوسری مخلوق کو یہ منصب دیا گیا۔

اسلام کا خطاب کسی ایک گروہ اور نسل اور قوم کے لئے خاص نہیں ہوگا۔ بلکہ ساری انسانیت کے لئے عام ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ نبی نوع انسان ایک گھرانہ اور ایک برادری ہیں :-

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ (البقرہ) سب لوگ ایک دین پر تھے۔  
اس نے کسی خاص عنصر کو اپنا پیٹا اور لاڈلا بنا کر نہیں پکارا۔ بلکہ اے انسانوں اور اے لوگوں!

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ ۚ الْإِنْفِطَارُ - ۶ - الْإِنْشِقَاقُ - ۷ -



يَا أَيُّهَا النَّاسُ - البقرہ - ۲۱ - ۱۶۸ - النساء - ۱۷۰ - ۱۷۵ - یونس - ۵۷ - ۱۰۲ -

۱۰۸ - الحج - ۱ - ۵ - ۲۹ - السجدہ - ۳۳ - فاطر - ۳ - ۵ - ۱۹ - الحجرات - ۱۳ -

کہہ کر ساری اولاد آدم کو سچائی اور نیکی کا پیغام یکساں سنایا ہے، وہ سورج اور ہوا اور بارش کی طرح اپنا فیضان عام رکھتا ہے۔ وہ انسانیت کے مقابلہ میں اور کسی چیز کو وجہ احترام نہیں مانتا۔ وہ ان ساری تقسیموں سے انکار کرتا ہے جو انسان اور انسان کو اس میں کاشت اور ان میں جھوٹی اونچ نیچ پیدا کرتی ہیں۔ وہ ایک تقسیم کو مانتا ہے۔ اور عزت و ذلت کا ایک ہی معیار تسلیم کرتا ہے۔ یعنی کون سچائی اور نیکی میں آگے ہے۔ اور کون پیچھے ہے۔

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ  
(الحجرات - ۱۳)

لَيْسَ لِأَحَدٍ فَضْلٌ عَلَىٰ أَحَدٍ إِلَّا  
بِدَيْنٍ أَوْ عَمَلٍ صَالِحٍ - (مسند احمد)

حدیدہ کہ وہ منہ بھی جتھا بندیوں اور ان کے نمائشی سائن بورڈوں کو بھی کوئی وزن نہیں دیتا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ  
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ  
فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ -

جو کوئی مسلمان اور یہودی اور نصرانی اور  
صائبی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے  
اچھے کام بھی کریں تو ان کا اجر ان کے رب



کے ہاں موجود ہے۔ اور ان پر نہ کچھ خوف ہوگا  
اور نہ ننگین ہوں گے۔

(بلکہ جو لوگ خود اس کا اپنا ٹھکانہ بنا لیں گے۔ انہیں بھی مجرمانہ  
ٹھکانے کی بنا پر قابلِ قتل نہیں مانتا۔ وہ صرف یہ پوچھتا ہے۔ کہ چاہے تم گھرے ہو، چاہے  
کالے، تم چاہے سامی ہو یا عجمی، تم چاہے مرد ہو، یا عورت، بتاؤ کہ تم چاہتے ہو کہ تم کو  
کردار کس کے پاس ہے۔ اور یہاں تک کہتا ہے کہ جس نے انسانیت کو کاٹنے  
والے اجاہلی عقیدہ کا نعرہ بلند کیا۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)

مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عَمِيَةٍ  
لِغَضَبٍ لِعَصْبِيٍّ أَوْ يَدِ عَوَالِيٍّ  
عَصْبِيٍّ أَوْ يَنْتَحِرَ عَصْبِيٍّ فَمِثْلُ  
قَتْلِهِ جَاهِلِيَّةٍ مُسْلِمٍ - نَسَائِي -

جو شخص لڑے گراہی کے جھنڈے کے نیچے  
دھڑا بندی کرے۔ لڑنے کے لیے مقرر ہو یا دھڑے  
بندی کی طرف دعوت دے یا دھڑے بندی  
کی مدد کرے گا۔ پس وہ جہاں کی موت مرے گا۔

اسلام انسانی فطرت سے حسن ظن رکھتا ہے۔ اس کے دل و دماغ پر اعتماد کرتا  
ہے اور اس کے فطری حق خود واریت کا پورا پورا احترام کرتا ہے۔ چنانچہ وہ اس سے  
اپنی بات جبر و اکراہ سے نہیں منواتا۔ بلکہ اس کی عقل کے سامنے سوچتا ہے، سمجھتا  
ہے کہ سارا مواد رکھ دیتا ہے۔ اور صاف صاف بتاتا ہے کہ عقیدے اور  
مذہب کے بارے میں کسی کو کسی (غیر مسلم) پر زبردستی کرنے کا حق نہیں ہے۔  
لَا اِكْرَاهُ فِي الدِّيْنِ۔ (البقرہ - ۲۵۶) دین کے بارے میں زبردستی نہیں۔



وہ سچ در سچ عقیدوں کی بھول بھلیوں میں نہیں ڈالتا۔ وہ کچھ انوکھے نظریوں پر آنکھیں بند کر کے ایمان لانے کا مطالبہ نہیں کرتا۔ شعبدوں سے سحر نہیں کرتا۔ اور دماغی کشتیوں کے دنگل جما کر لوگوں کو مغالطوں میں نہیں ڈالتا بلکہ سیدھا سیدھا انہماق و تفہیم کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ (الحديد - ۱۷)

بیشک ہم نے تمہارے لئے دلائل کو واضح کر دیا ہے شاید کہ تم سمجھ جاؤ۔

وہ زندگی کے دورے پر کھڑا ہو کر آدمی کو حق و باطل کے دونوں راستوں سے آگاہ کر دیتا ہے۔ اور پھر کہتا ہے، جی چاہے تو اس ہاتھ مڑو۔ اور جی چاہے تو اسی ہاتھ اقدام کرو۔

فَمَنْ شَاءَ فَلْيُشْرِكْ بِمَنِ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ۔ (الکہف - ۲۹)

پھر جو چاہے مان لے اور جو چاہے انکار کر دے۔

اسلام دنیا کے ہر سیاسی نظام کی طرح سیاست کے دائرہ میں بلاشبہ قوت کا استعمال کرتا ہے۔ لیکن عقیدے و مذہب کے دائرے میں وہ دلیل کے سوا کسی دوسری طاقت کی ایک رفق بھی استعمال نہیں کرتا۔ یہ انسانی اختیار کا احترام ہے۔ اور اس کی آزادی خمیر کی پاسبانی ہے۔ بخلاف اس کے اگر کسی مذہب نے لٹھ چلا کر بات منوائے کا طریقہ اختیار کیا ہو تو وہ گویا انسانی شرف و احترام کا خاتمہ کر کے رکھ دے گا۔



اسلام انسان کو ایک خدا تعالیٰ کی بارگاہ پر پہنچا کر دوسری تمام بارگاہوں سے  
بے نیاز کر دیتا ہے۔ یہ انسان کے سامنے ایک مرکز روح ایسا رکھتا ہے۔ جس کے  
سامنے سجدہ عبادت بھی گزارتا ہے۔ اور جس کے آگے دامن دعا بھی پھیلاتا ہے

إِيَّاكَ لَعِبْدُ وَإِيَّاكَ  
نَسْتَعِينُ

تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے  
مدد مانگتے ہیں۔

اور جس سے پوری کی پوری زندگی کی ہدایت اور مضابط  
ان ھَدَىٰ اللَّهُ مَحْمُودًا ھَدَىٰ (الانعام ۷۱) بیشک ہدایت اللہ ہی کی ہدایت  
اور قانون بھی لیتا ہے۔ یہاں مذہب اور دینداری کی تقسیم نہیں۔ یہاں خدا  
اور قیصر کے درمیان کوئی پٹوارہ نہیں۔ یہاں پبلک اور پرائیویٹ دو زندگیاں  
نہیں ایک ہی زندگی ہے۔ اور اس کا الگ ہی مالک اور فرمانروا ہے۔ یہ تصور  
توحید انسان کو خود داری اور شرف کے اونچے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ  
اور انسان کے درمیان یہاں کوئی پردہ اور روک حائل نہیں۔ یہاں بیچ میں  
کوئی واسطہ اور سفارشی اور وکیل نہیں۔ یہاں مذہبی اجارہ داروں کے کسی طبقہ  
کی اتھارٹی نہیں چلتی۔ یہاں پروہتوں اور چیار یوں کی مسندیں ایسے میں رکاوٹیں نہیں  
ڈالتیں۔ یہاں خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو پکار پکار کہتا ہے۔ کہ میں تمہارے ساتھ  
ہوں۔

ھُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (الحديد ۴) جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے



میں تمہارے قریب ہوں۔

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي  
فَإِنِّي قَرِيبٌ۔ (البقرہ)

جب تجھے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں۔

مجھ سے براہ راست رابطہ پیدا کرو یہ تصور توحید انسان کو خدا تعالیٰ سے اتنا قریب کر دیتا ہے کہ اس کی قدر و قیمت خود اپنی نگاہوں میں بہت بڑھ جاتی ہے۔ اسلام انسان کو ایسی مذہبی زندگی میں نہیں ڈالتا جو اسے ذلت و کبریٰ کے احساس میں مبتلا کر دے۔ وہ اسے مضحکہ اور نمائشی نہیں بناتا۔ وہ اسے گندا اور تنگ دھڑنگ رہتا نہیں سکھاتا۔ وہ اسے اپنے دورے پیچھے گسٹے رہنے کا درس نہیں دیتا۔ وہ ہمیں کہتا کہ خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے کے لئے دنیا کی ساری ذمہ داریوں کو تھک کر جنگوں میں ٹکیں مارتے پھرو۔ وہ نہیں سکھاتا کہ نیک بننے کے لئے آدمی کو تمدنی فرائض سے بھاگ کر عبادت گاہ کی تاریک کوٹھڑی میں چشم و گوش بند کر کے بٹور ہٹا چاہئے۔

وَرَهَبَانِيَّةً ابْتَدَعُوا كَمَا مَلَائِكُنَا  
هَآءِ عَلَيْهِمُ (الحديد ۲۷)

اور ترک دنیا جو انہوں نے خود ایجاد کیا ہم وہ ان پر فرض نہیں کی تھی۔

الْمُسْلِمَ الَّذِي يَخَاطَبُ النَّاسَ  
وَلِيَعْبُدَهُ هَلْ مَا آذَاهُمْ (ترندی)

مسلمان کا مل وہ ہے جو لوگوں سے میل جول رکھے اور ان سے تکالیف پر صبر کرے۔

بخلاف اس کے اسلام کا مذہب تمدن انسان کا مذہب ہے۔ وہ ایسے



صَافٍ وَسَهْرًا خَوْشٍ ذَوْقٍ أَوْ خَوْشٍ بَوْشٍ  
قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ  
لِعِبَادِهِ مِنَ الطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ  
(الاعراف-۳۲)

کہدواللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے  
جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی  
ہے اور کس نے کھانے کی سقری چزین  
درہام کیں

دنیا کے کاموں میں مصروف :-  
لَا تَمْسَسْ يَدَيْكَ مِنَ الدُّنْيَا -

اور اپنا حصہ دنیا میں سے نہ بھول :-

تمام انسانی رشتوں کے حق ادا کرتا بیٹا معاشی جدوجہد میں سرگرم :-

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي  
الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ  
وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْيَبْسُ  
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ  
وَمَا تَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ (النساء-۳۶)  
وَاتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (الجمعة)

اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور رشتہ  
داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی  
ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور پاس بیٹھنے والے  
اور مسافر اور اپنے غلاموں کے ساتھ بھی  
نیکی کرو۔

اور اللہ کا فضل تلاش کرو

علم و فکر کے لحاظ سے ترقی کی راہ پر گامزن :-

أَطِيبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ فِي الصَّيْلِ  
وَطَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مَسْلَمٍ

علم کو طلب کرو اگرچہ چین میں ملے ہر مسلمان  
مرد اور عورت پر بتدریج ضرورت علم کا



وَمُسْلِمَةٌ - (مشہور حدیث) طلب کرنا ضروری ہے۔

اور مشکلات و رکاوٹوں کے خلاف معروف جہاد و یکہنا چاہتا ہے۔

رَأَيْتُ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ وَاسْتَعِثْ  
نَفْعَ دِينَ دَالِي حَيْزٍ بِرَاحٍ كَرَّ اور اسی پر  
يَا لَلَّهِ وَلَا تَعْجِزْ - (الحديث برياض  
اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر

الصالحين باب في المجاہدين)

وہ صرف یہ تقاضا کرتا ہے۔ کہ ساری اجتماعی سرگرمیاں خدا تعالیٰ کے مقرر  
کردہ اخلاقی و قانونی حدود کے اندر رہتی چاہئیں۔

وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ - اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت

کرنے والے ہیں۔ (التوبہ - ۱۱۲)

ظاہر ہے کہ اس تصور مذہب کے تحت انسان کو اپنی قدرومنزلت کا  
ایک نیا احساس حاصل ہوتا ہے۔ اس مذہب انسانیت میں انسانی جان کا  
احترام نظام تمدن کی ایک اہم بنیاد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس کسی نے ایک انسانی  
جان کو بھی قانونی حق کے بغیر ہلاک کیا گویا ساری انسانیت کو ہلاکت کے خطرہ  
میں ڈال دیا۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ  
فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ  
النَّاسَ جَمِيعًا - (المائدہ - ۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا  
زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ  
سے قتل کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل  
کر دیا۔



اس معاملہ میں اسلام اتنا احساس ہے۔ کہ اگر اس کا کوئی بڑے سے بڑا ماننے والا اس مذہب کے کسی مخالف کو بھی ناحق قتل کر دے تو وہ اس اپنے آدمی کے خلاف قانونی کارروائی پوری کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جان کے بعد اسلام میں انسانی ملکیت کا احترام ہے۔ اور کسی طاقت کی مجال نہیں کہ اس کے نظام میں کسی دوسرے کا ایک تنکا بھی ناجائز طور سے لے سکے۔

وَلَيْسَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَخْرِجَ شَيْئًا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِحَقِّ ثَابِتٍ۔ امام کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی سے کوئی شی حاصل کرے بغیر حق ثابت کے

کتاب الخراج ص ۱۸۱

اس طرح وہ ہر انسان کی عزت و عصمت کا محافظ بنتا ہے۔ پھر وہ رائے اور خیال کی آزادی کے حق کا پاسمان ہے۔ کوئی رائے رکھنے، اسے ظاہر کرنے، کسی عقیدے کو اختیار کرنے اور اس کے مطابق مذہبی عبادات و مراسم بجالانے اور حکمران طاقت سے اختلاف کرنے اور اس پر تنقید کرنے کا پورا پورا حق تسلیم کرتا ہے۔ انسانی آزادی کا اس حد تک احترام ملحوظ کہ وہ باضابطہ قانونی کارروائی کے ذریعہ سے جرم ثابت ہونے بغیر کسی شخص کو قید کرنے، یا اس کی نقل و حرکت پر پابندی عائد کرنے کا کسی کو حق نہیں دیتا۔

لَا يُؤْصَرُ رَجُلٌ فِي الْإِسْلَامِ بِخَيْرِ الْعَدْلِ۔ (قول عمرؓ) کسی آدمی کو بھی اسلام میں بغیر حق کے قید نہیں کیا جاسکتا۔



تمام انسانوں کو قانون کی نگاہ میں ایسی معیاری مساوات عطا کرتا ہے۔ کہ  
ایک معمولی شہری اور صدر حکومت کو اس نے عالم واقعہ میں ایک سطح پر لا کر کھڑا کیا

یا علیؑ اِذَا جَلَسَ اِلَيْكَ الْخُضَمَانِ اے علی جب خضمان تیری طرف فیصلہ

کرانے کے لئے آئیں رجو، تک تو

دونوں کی بات نہ سن لے۔ ان کے

درمیان فیصلہ نہ کرنا۔

پھر اسلام اپنے ماننے والوں کے منظم معاشرہ کو ایک ایسا نظام معیشت قائم

کرنے کی تعلیم دیتا ہے جو سارے نسل و مذہبی امتیازات سے بالاتر ہو کر محتاج اور

ضرورت مند کو سہارا بہم پہنچائے۔

اور ان کے مالوں میں سوال کرانے

والے اور محتاجوں کا حق ہوتا تھا۔

پھر انسانی احترام کی یہ حد ہے۔ کہ اپنے دشمن سے میدان جنگ میں رڑتے

ہوئے بھی اسلام اس سے روکتا ہے کہ عورتوں اور بڑھوں اور بچوں اور عام شہری

آبادی پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ کسی کی نعش کی بے حرمتی کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں

اور بچوں کے قتل کرنے سے منع کیا ہے۔

نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل النساء والصبیاء

والسنة الا الانسانی۔



اِذَا قَاتَلَ اَحَدُكُمْ فَاِيَّ جَنِّبِ  
 (الْوَحْيَةُ - الحديث) جب تم میں سے کوئی قتال کرے تو چہرے کو بچائے۔

اسلام انسانوں کی خدمت کا ایک وسیع پروگرام سامنے رکھتا ہے مثلاً رشتہ دار اور دوسرے قرابت داران اور پڑوسی وغیرہ کے متعلق اسلام کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حالت میں پیٹ بھر کر سوئے کہ اس کا پڑوسی فاقہ میں مبتلا ہو تو ایسے شخص کا دین و ایمان بے معنی ہے۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالَّذِي يَشْتَبِعُ  
 وَجَارَةً يَجَائِعُ إِلَى الْجَنَّةِ  
 (الحديث مشكوة) وہ مومن کامل نہیں ہے جو پیٹ بھر کے کھائے اور پڑوس میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔

اسلام نے سچائی اور نیکی کا تاریخی مسیاری ہی انسانوں کے بھلے کو قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تاریخ میں اسی مسلک و نظریہ کا چلن ہوتا ہے اور وہی روایات اور قدس زندہ رہتی ہیں جو انسانیت کی خیر و فلاح کا ذریعہ ہوں۔ باقی جو کچھ ہے وہ کھوٹ میل ہے جسے تاریخ کی کٹھالی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

فَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمُكِّتُ  
 فِي الْاَرْضِ - (الرعد - ۱۷) اور جو لوگوں کو فائدہ دے وہ زمین میں کھپ جاتا ہے۔

اسلام گھر کی چار دیواری سے لے کر حکومت کے ایوان تک اور



انہروں ملک کے معاملات سے لے کر بین الاقوامی سرگرمیوں تک مسلمانوں کو انسانیت و دوستی کی روح سے بھرا ہوا ایک وسیع نصب العین دیتا ہے۔ وہ مسلمان سے چاہتا ہے کہ وہ اپنی زبان، اپنے ہاتھ پاؤں، اپنے دماغ، اپنے قلم اور اپنے روپے پیسے کی ساری قوتیں اس جہم میں لگا دے کہ سچائی اور نیکی کا پیغام ہر انسان تک پہنچے۔

کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّتٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ  
تَامِرُونَ بِالْمَقْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران - ۱۰۸)

تم سب امتوں میں سے بہتر و جو لوگوں کے لئے بھیجی گئیں، اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔

اور جھوٹ اور ظلم اور بُرائی اور فساد کا زور ٹوٹ جائے۔

وَقَاتِلُواهُمْ حَتَّى لَا تَكُونُوا  
فِتْنَةً۔ (الأنفال - ۳۹)

اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ شرک کا قلعہ نہ رہنے پائے۔

وہ اس پر مطمئن نہیں ہوتا کہ مسلمان ذاتی حیات تک کچھ جزوی نیکی سے لگے، بدی کے اجتماعی ماحول میں امن و چین سے پڑا رہے، لیکن وہ تقاضا کرتا ہے اپنے دوسرے سب بھائیوں کی بھلائی کے لئے کسی بھی نظام فساد کے خلاف تبدیلی کی جدوجہد کرے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ  
بِالْحَقِّ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو



عَلَى الدَّائِنِ كَلْبَةً - (الوقف ۹) دینوں پر غالب کر دے۔

اس قسم میں اسلام یہ سکھاتا ہے کہ انسانی بھلائی کے کسی بھی نیک کام کے لئے بغیر کسی تعصب کے ہر انسان طاقت سے تعاون کرے اور انسانی بھلائی کے خلاف پڑنے والے غلط کاموں میں کسی عزیز سے عزیز اور قریبی سے قریبی کا بھی ساتھ نہ دے۔

تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاذُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ  
اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری  
پر مدد کرو اور گناہ اور ظلم پر مدد  
نہ کرو۔ (المائدہ-۲)

اس قسم کی بنیاد اسلام نے خالص انسانی محبت و اخوت کے بندے بے پروا کی۔ یہ حضرات! ان چند مختصر اشارات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام نے انسان کو کائنات میں کیا مرتبہ اور مقام دیا ہے۔ پس خاتمہ نظام کے طور پر ایک جملہ باقی ہے وہ یہ کہ اسلام ان خصوصیات پر مشتمل نہیں ہے جن میں پرانے نظام طور پر پربلا جاتا ہے۔ بلکہ وہ ایک دین یا ایک نظام زندگی ہے اس کی بنیاد پر کوئی جامع فرقہ نہیں پیدا ہوتا بلکہ ایک مشترک پائٹی تشکیل پاتی ہے۔ وہ کوئی مذہبی مشن نہیں کھڑا کرتا بلکہ ایک بین الانسانی تحریک بپا کرتا ہے۔ وہ مجرد و منفرد نہیں ہے۔

سناتا: عملی مسائل کو اپنے پائے پاؤں سے حل کرنا چاہتا ہے۔ جو کہ کسی مذہبی یا سیاسی نہیں چاہتا بلکہ وہ دین و کردار کی مکمل تبدیلی مانگتا ہے۔ اس کا مقصد دنیاوی یا دنیوی



✓ افراد پیدا کر دینا نہیں؟ وہ نیکی کا ایک جہانی نظام سیاست و تمدن وجود میں

لانا چاہتا ہے۔

تذکرہ یہ مضمون عیسائیوں کے جلسہ میں پڑھا گیا تھا۔

## وحدتِ انسانیّت

قرآن مجید نے انسانیت کی وحدت و اخوت کی طرف ان نقطوں میں اشارہ

کیا ہے۔

خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ

یعنی ہم نے سب انسانوں کو ایک مرد

اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

النَّثَى۔

تمام نوع انسانی ایک ہی نسل، ایک ہی خاندان اور ایک ہی گھرانہ ہے جس

جب فی الحقیقت نہ تو نسل میں امتیاز ہوا۔ کہ نسل ایک ہی ہے نہ وطن میں تفریق

ہوئی؟ کہ وطن بھی سب کا ایک کرہ ارض ہے تو پھر ان میں ایک گروہ دوسرے

گروہ سے کیوں الگ ہو۔ کیوں ایک ہی خاندان اور ایک گھرانے کے رشتہ دار

ایک دوسرے سے کٹ کر غیر اور اجنبی بن جائیں۔ اس بارہ میں اسلام کی

بنیادی تہذیبیات اس قدر مشہور و معلوم ہیں کہ یہاں ان کے نقل کرنے کی ضرورت

نہیں۔ اسلام کے داعی اول کی تعلیم کا جو کچھ حال تھا وہ بھی محتاج بیان نہیں۔

آپ نے نسل و جنس کے غرور و تنگ نظری کو عصبیت جاہلیت سے تعبیر کیا

ہے۔ اور بار بار اعلان کر دیا کہ وہ ہم میں سے نہیں جو نسل اور قوم کے تعصب کی

لے ترجمان القرآن بتیغیرتا۔



طرف دعوت دے ۔ ۔ کہ ہم میں سے نہیں جو تعصب کی بنا پر کسی دوسری جماعت سے لڑائی لڑے۔ اپنی زندگی کے آخری حج حجۃ الوداع کے آخری خطبہ میں وصیت دیتے ہوئے فرمایا۔ آج کے دن سے قومیت و نسل کے سارے امتیاز مٹ گئے اب نہ کسی عرب کو، عرب ہونے کی وجہ سے عجمی فضیلت ہو سکتی ہے۔ عجمی کو عربی پر، فضیلت اسی کے لئے ہے جو اپنے عمل میں فضیلت رکھتا ہو۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے سب ایک درجہ کے ہیں اور ایکسا ہی صفا میں ہیں۔

اور آپ نمازوں کی دعاؤں میں یہ الفاظ بھی کہا کرتے تھے اے اللہ میں گواہ ہوں کہ تیرے سارے بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ داعی اسلام توحید اور رسالت کے بعد جس حقیقت کا اعلان کرنا چاہتا تھا وہ انسان کی انسانی برادری تھی۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جو ہر طرف جھٹلائی جا رہی تھی اس لئے ضرورت تھی کہ اس پر گواہی دی جائے گواہی اس چیز پر قائم کی جاتی ہے جو اہم ہو اور یقینی ہو۔ انسان کی عالم گیر اخوت کی راہ میں سب سے بڑی روک چار چیزیں تھیں۔ وطن، نسل، رنگ اور زبان انہی چار امتیازات کی بنا پر الگ الگ حلقے بنائے گئے تھے۔ اور انسانیت کا ایک دائرہ بشمار چھوٹے چھوٹے دائروں میں بٹ گیا تھا۔ اسلام نے صرف ان سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ ان کے خلاف اس درجہ واضح اور قطعی اعلان کر دیئے کہ کسی طرح کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ نسل کی نسبت صاف







وسطی (کے بعد یورپ کے تمدن کا بنیاد و شروع ہوا۔ اور اس نے قومیت و جنسیت کا تصور اس زور سے پھوکا کہ تمام دنیا اس کی مدائے بازگشت سے گونج اٹھی۔ اب انسانیت کی راہ میں قومیت و جنسیت کی کڑی حائل ہو گئی ہے۔ لیکن اسلام نے اب سے تیرہ سو برس پہلے ہی یہ تمام کڑیاں طے کر لی تھیں۔ اگر کہا جائے کہ اسلام کی دعوت سے بھی انسانیت کا تمام حلقہ پیدا نہ ہو سکا بلکہ اسلامیت کا ایک نیا حلقہ بن گیا تو یہ صحیح ہے۔ لیکن چند حقیقتیں تسلیم کرنی پڑیں گی۔ اولاً یہ کہ یہ تصور زمانے کی استعداد کا ہے۔ تاکہ اسلام کی دعوت کا مختلف وجوہ سے دنیا کو عملاً مثل انسانیت تک پہنچنے کے لئے ابھی بڑا وقت درکار ہے۔ اگرچہ اسلامیت کا ایک نیا حلقہ بن گیا مگر کیا وسیع حلقہ الیسا وسیع حلقہ کہ اس وقت تک کے تمام اجتماعی حلقوں میں سب سے زیادہ وسیع حلقہ ہی ہے بیشک وہ بھی ایک چار دیواری کھینچ دینے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن کسی چار دیواری ایسی درجہ وسیع چار دیواری کو دنیا کے بنائے ہوئے احاطے اس کے پھیلاؤ کے اندر آگئے۔ اس نے کسی گوشے کسی دائرے، کسی حیات اجتماعیہ (سوسائٹی) کو بھی اپنی چار دیواری کے باہر رہنے نہیں دیا۔ اس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم اسلامی دعوت نے انسانی اجتماع کا ایک ایسا دائرہ پیدا کر دیا جو نوع انسانی کے تمام پھیلے دائروں سے اوپر صرف ایک دائرہ مطلق انسانیت سے نیچے ہے وہ انسان کو نیچے درجوں سے بلند کر کے ایسی سطح تک پہنچا دیتا ہے جہاں



سے انسانیت کی آخری بلندی صرف ایک درجہ بلند ہے۔ وہ دنیا کے قدم اس درجہ پہنچا دیتا ہے جہاں صرف ایک قدم آگے بڑھتا رہ جاتا ہے حالانکہ دنیا کی تمام قوموں کے لئے ابھی منزلوں کی منزلیں باقی ہیں۔

اس اعتبار سے اگر رشتہ ہائے اجتماع انسانیت کی تمام کڑیوں پر نظر ڈالی جائے تو ان میں ایک نئی کڑی ساری کڑیوں سے اوپر مگر آخری انسانیت و ارضیت سے نیچے بڑھا دینی پڑے گی اور اسی سلسلہ ارتقائی کی نو منزلوں کی جگہ دس منزلیں بن جائیں گی۔ ہکذا، امومیت، ایوہ، عائکہ، قبیلہ، یلدیت، وطنیت، قومیت، جنسیت، براعظمیت یا تقسیم بلحاظ جغرافیہ، اسلامیت انسانیت و ارضیت۔ اسلامیت کی سرحد، انسانیت کی سرحد سے منقل ہے۔ اگر دینا چاہئے تو صرف ایک قدم میں منزل مقصود تک پہنچ جا سکتی ہے۔

## اقوام متحدہ کو عالمی نظام حیات کی پیشکش

ہمائیں اقوام متحدہ! زمانہ کے انقلاب اور اس کے ارتقعات نے آپ حضرات کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جس کو ادارہ اقوام متحدہ سے تعبیر کیا جا رہا ہے یہاں تک آپ خود نہیں پہنچے بلکہ آپ کو پہنچایا گیا ہے ضروری ہے کہ آپ اس مقام بلند کے تقاضوں کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں۔ اپنی سابقہ نظروں اور فکروں کو بدلیں۔ طرز اعمال کو بدلیں۔ خیالات و



تصورات کو بدلیں اپنے اصول و قوانین کو بدلیں، اپنے قلوب اور دماغوں کو بھی بدلیں بلکہ خود اپنے آپ کو بھی بدلیں۔ حضرات آپ دنیا کو کیا فتح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ پہلے اپنے پردسترس حاصل کریں مقابل کی طاقتوں کو شکست دینے سے پہلے خود اپنے کو فتح کریں۔ انسانوں کے مشکلات میں گھر جانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کائنات کو سمجھنا پہلے چاہا۔ پہلے اپنے آپ کو شناخت کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر انسان الیا کرتا تو اپنے لئے مشکلات پیدا نہ کرتا اور نہ ہی مخلوقات کی کسی چیز کے سامنے جھکتا اور سجدہ ریز ہوتا۔ ہر ایک انسان اگرچہ اس سلسلہ میں کچھ بھی کہے اور کوئی بھی عذر پیش کرے مگر غور و فکر کرنے پر اس کا دل اور ضمیر گواہی دیتا ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز سے فائق ہے۔۔۔۔۔ اور ہر چیز اس سے کم مرتبہ ہے۔ صرف وہی ہستی اس سے فائق اور بلند ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور ساری کائنات کو پیدا کیا۔ ہر حال تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ قرون وسطیٰ سے جو کچھ آج تک ہوا انسان کی خود آشنائی سے ہوا۔ یہ کیسی تلخ حقیقت ہے کہ اس بلند و وسیع ترین روشن زمانہ اور عہد کے بڑے لوگوں نے بھی انہی سالبہ نظر بیوں کو اختیار کئے رکھا ہے جن سے وہ موجودہ مشکلات میں پڑے ہوئے ہیں۔

حضرات! وہ عالمی نظام حیات جس کی آپ کو تلاش ہے وہ انسانی سلسلہ چیز نہیں ہو سکتی اور وہ دنیا کے تنگ نظر ذہنوں سے کبھی ہوا وجود نہیں پاسکتا



یہ وہ چیز ہے جس سے عقل انسانی ہمیشہ نا آشنا رہی ہے۔ اور آج تک نا آشنا ہے۔ انسان کی محدود عقل و فکر سے ہر چیز مرتب نہیں کی جاسکتی۔ ایسا نظام حیات صرف مذہب ہی پیش کر سکتا ہے لہذا آپ حضرات کو مذہب ہی کی طرف رجوع کرتا چاہئے اس کے بغیر کوئی صورت بھی کامیابی کی حاصل نہیں ہو سکتی۔ یہ دنیا ملک بے خدا نہیں ہے یقیناً اس کا خدا ہے جو اس کو وجود میں لایا ہے پس جیسا کہ اس خدا نے موجودات عالم کے بقا و نشو و نما کے لئے ہر اس چیز کی فراہمی کا انتظام کیا ہے جس کی ضرورت کا تصور کیا جاسکتا اسی طرح اس خدا نے اس سب سے اہم اور بڑی ضروری چیز نظام حیات کا بھی خود ہی بند و بست کر دیا ہے جس کے بغیر پوری نوع انسانی کی زندگی غلط ہو جانے والی تھی۔ پس جب کہ کسی مذہب کا اختیار کرنا ضروری ہے تو ہم آپ کے سامنے مذہب اسلام کو پیش کرتا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ خدائی مذہب کی اصلی حقیقت اور صورت میں صرف اسلام ہی ایک دنیا میں موجود ہے بلکہ اسی نے ہی آئندہ تک باقی رہتا ہے اس سے پہلے مذاہب زمانی اور مکانی تھے وہ اپنے وقت میں موجود ہو کر ختم ہو چکے اور اسلام نے ہی ان کی صداقتوں کو بھی اپنے اندر لے لیا ہے بہر حال اسلام ہی ہے جو اس وقت دنیا میں موجود ہے لہذا اب اس کو اختیار کرنے سے پارہ نہیں ہے اب مشکلات کے حل کی یہی تدبیر ہے کہ اوپر کی مذکورہ بالا حد بندیوں کو توڑ کر اور اسلامی اصول کو اختیار کر کے تمام قومیں انسانیت کے دائرہ میں اکٹھی ہو کر آباد ہو جائیں۔



کیونکہ اسلام کسی انسان کو غیر یا اپنا نہیں سمجھتا وہ جغرافیائی اور وطنی مذہب نہیں ہے اس کی نظر میں اپنا وہ ہے جو غیروں کو اپنا سمجھے اور غیروہ ہے۔ جو اٹھارہ سو سالوں میں غربیت پیدا کرے آقاؤں کی تبدیلی آزادی نہیں ہے، اپنوں کی حکومت خود مختاری نہیں ہے۔ آزادی یہ ہے کہ تمام انسان مل کر اس الہی قانون کو مانیں جو نوع بشری کے ہر فرد کو ایک صف میں کھڑا کرتا ہے اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلاتا ہے۔ آزادی یہ ہے کہ انسان کا دستور اسامی ران الحکم والا یلگم ہو اور اس کی گردن خدا کے قانون کے سامنے جھکے۔ جب آپ نے کہا کہ ہم جس خالق و مالک کا پانی پی رہے ہیں جس کی زمین پر چلتے ہیں جس کی ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ اور جس کے آفتاب و ماہتاب سے مستیز ہوتے ہیں! اسی کے قول کو مانے کے اسی کے قانون پر چلیں گے اسی کے ارشاد کو قانون و دستور اساسی بنائیں گے اور اسی کی ہدایات ہمارے نظام حیات کی تشکیل کریں گے۔ تو آپ اسی وقت آزاد ہو گئے۔ اور آپ کی غلامی کی زنجیریں کٹ گئیں۔

## غیر مسلم برادران کی خدمت میں گزارش

اول تو سو فی صدی حق بات یہ ہے کہ مذہب اسلام ساری دنیا کا مذہب ہے اس کو اختیار کرنا اپنی چیز کو اختیار کرتا ہے کسی کامنوں احسان نہیں ہونا پڑتا لیکن اگر آپ لوگوں کو بلا وجہ اور بلا دلیل اسی پر اصرار ہے کہ اسلام مسلمانوں



کامنڈہیب ہے۔ تو پھر گزارش یہ ہے کہ کسی بات یا طریقے کو قبول یا رد کرنے کا سوال تو بعد میں پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس طرز عمل کو آپ کیسے صحیح کہہ سکتے ہیں کہ انسان پر اے شگون کے لئے اپنی ناک کٹوائے اور بھلائی کو صرف اس لئے جاننے کی بھی کوشش نہ کرے کہ ایک دوسرا شخص بھی جس سے اسے کسی بنا پر نفرت ہو گئی ہے۔ اسے اختیار کے ہوئے ہے۔ کیا آپ اس تعصب کی وجہ سے جو مسلم قوم سے آپ کو دنیاوی اغراض کے لئے مدتوں کی کشمکش سے پیدا ہو گیا ہے ان سب فلاح کے اصولوں اور سچائیوں اور بھلائیوں کو چھوڑ دیں گے جنہیں انہوں نے اختیار کر رکھا ہے یا جن کی نسبت انہوں نے اپنی طرف کر رکھی ہے ظاہر ہے کہ اس کو تو کوئی عاقلانہ رویہ نہیں کہا جاسکتا نیکی اور بھلائی اور فلاح کی راہ تو انسان کو دوست، دشمن جہاں سے ملے حاصل کرنی چاہئے تعصبات کے لئے مسلمانوں کی ذہنیت میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ دنیا کی تمام علمی و تمدنی ذخیرہ کو خواہ کسی قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو اپنا ورثہ سمجھتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ نے بے شمار معاملات میں غیر قوموں کے علمی اور تمدنی اصول معلوم کئے اور ان میں جو باتیں کار آمد اور ضروری نظر آئیں بلا تامل اختیار کر لی ہیں جب کبھی کوئی ایسا معاملہ پیش آتا وہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کو بہ اصرار طلب کراتے اور ان سے مشورہ لیتے۔ دفاتر حکومت کی تقسیم اخراج و محصول و تعین اراضی کی پیمائش اور تشخیص خزانہ کا قیام، حساب و کتاب کے اصول و قواعد



کا نتیجہ کیا گیا۔

عرب ان پڑھ تھے انہوں نے سب قوموں کے علموں کو سرانگھوں پر لگایا۔ ان کا کوئی بندھال کا نظام و تمدن نہ تھا۔ انہوں نے تمام تمدنوں کو کھنگارا اور نحد ما صفا ودع ما کدہن پر عمل کرتے ہوئے سب تمدنوں کے اچھے پھل لئے اسی طرح انہوں نے عیسائیت، یہودیت، مجوسیت اور صابیت سب کو ایک آنکھ سے دیکھا اور سب کو بر ملا طور پر کہہ دیا کہ انسان خواہ کوئی بھی ہو جو انسانیت کے بنیادی اصولوں کو مان لے وہ اچھا انسان ہے نام نسل، رنگ اور گروہوں کے امتیازات سب باطل ہیں۔ دوسرے متمدنوں میں عربوں نے انسانیت کو جو ٹکڑوں ٹکڑوں میں بٹ چکی تھی اس کا شیرازہ پھراڑ کر نو بانددھ دیا اور الگ الگ اور باہم مخالف اور متخاصم قوموں کو ایک صحیح بین الاقوامی نظام دیا بقول مولانا عبید اللہ سندھی یہی اسلام کا عالم گیر انقلاب تھا۔

بہر حال جب مسلمانوں سے تعصب کی بنا پر آپ نے وہ معشیت و معاشرت اور وہ کاروبار نہیں چھوڑے جو مسلمان بھی کرتے ہیں تو آخر انسانی فلاح کے ان اصولوں کو حین کا نام عربی زبان میں الاسلام معنی اللہ کی اطاعت پر مبنی نظام زندگی ہے۔ صرف اس بنا پر کیوں چھوڑے ہوئے ہو کہ مسلمانوں نے اسے اپنا دین کہنا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ بھی اسے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اسلام کسی کی آباؤی جائداد نہیں یہ تو اس کا ہے جو اس پر چلے۔ اشیاء کے لوگ اس پر چلیں



توان کا ہے۔ یورپ کے لوگ اسے اختیار کریں تو ان کا ہے کسی ملک یا قوم اور خاندان کی بنا پر اسے کوئی تعلق یا نفرت نہیں۔ اسے بس اس راہ پر چلنے والے کی ضرورت ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کا تو وجود ہی اسلام سے قائم ہوا ہے اس سے پہلے مسلمان دنیا میں کہاں موجود تھے

بہر حال اہل بیان اقوام متحدہ دو دیگر غیر مسلم اقوام اگر امن پسندانہ یا ایسی تسلط چاہتے ہیں۔ امن عالم عالم گیر محبت بین الاقوامی مفاہمت بین الاقوام امن، باہمی اخلاقی و دوستی کا رشتہ، سب کی بھلائی اور سب کے ساتھ ہمدردی اور انسانی حقوق کا احترام چاہتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے اپنے چارٹر میں کہا ہے تو آپ اسلام کو جو سب کا مذہب اور سب کا دین اور سب کے لئے ضابطہ حیات مقرر ہے۔ صرف اسلام ہی کو ہی اپنائیں۔ اور اس کو بیشک عقلیت و علمیت اور اس معیار پر جو اس کے پرکھنے کے لئے مناسب ہو پرکھ کر دیکھے اسلام یہ نہیں کہتا کہ مجھے آنکھ بند کر کے مان لیا جائے۔ قرآن نے کہا:۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ  
عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ اَنَا وَّمَنْ اَتَّبَعْنِي  
وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَ مَا اَنَا مِنَ  
الْمُشْرِكِيْنَ (د ۱۳)

کہہ دیجئے کہ میرا جو یہ راستہ ہے تو میں اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف علی وجہ البصیرت بلاتا ہوں بصیرت کی روشنی میں دعوت میرا کام ہے اور یہی کام میرے پیروکاروں کا بھی ہے خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

اس آیت کی تشریح القلاب انگریز مکتوب کے صفحہ ۱۳ پر درج ہے دیکھ لیا جائے



## اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ نعرہ سب سے پہلے مشنری مصنفین یورپ نے بلند کیا تھا۔ اور مقصد یہ تھا کہ یورپ میں مذہب کی نشاۃ ثانیہ کے بعد مسائیت کو اسلام کی طرف سے جو خطرہ پیدا ہو گیا تھا مسیحیت کو اس سے محفوظ رکھا جائے۔ مشنری مصنفین نے اس کا چرچا اس زور و شور سے کیا کہ انگلستان، ہمسیمین بدن بھی کہنے لگی۔

پوٹے خوں آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

لیکن آخر یورپ میں علم و سائنس کی روشنی پھیلی اور مذہبی تعصب و لگ نظری کے بجائے تاریخی حقائق و واقعات کا سنجیدہ شعور و فکر پیدا ہوا۔ خود یورپ میں کارلائل ایسے انصاف پسند مصنفین اور انکشاف پیدا ہوئے جنہوں نے اس بے بنیاد الزام کی تردید کی۔ اور اسلام کے محاسن و فضائل کا برملا اقرار کیا اور صرف اس قدر نہیں بلکہ ڈاکٹر ڈبلیو، آرنلڈ نے تو سالہائے دراز کی منت و تحقیق کے بعد دعوت اسلام کی پر کیا لگ آف اسلام کے نام سے ایک ایسی ضخیم اور محققانہ کتاب لکھی کہ جہاں تک اس خاص الزام کا تعلق ہے اس کتاب نے ہمیشہ کے لئے مخالفین کا مسہ بند کر دیا۔ پھر آج یورپ اور امریکہ جگہ جگہ اسلامی علوم و فنون دینیات اور اسلامی فلسفہ حیات، اور اسلامی کلچر پر جولا کھوں رو بہ یہی کے خرچ سے تہنیتات ہو رہی ہے اور اس مقصد کے لئے بڑی



بڑی یونیورسٹیوں میں جو ادارے قائم ہیں یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ یورپ اور امریکہ نے اسلام کی ثقافتی اور تہذیبی عظمت کو تسلیم کر لیا ہے۔ ورنہ جو مذہب تلوار کے بل بوتہ پر فروغ پائے۔ وہ ہرگز اس لائق نہیں ہو سکتا کہ علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے موجودہ دور ترقی میں اس کے ساتھ اعتنا کیا جائے۔

ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ دورِ حاضر کے نام نہاد اعلیٰ تہذیب کے علمبردار اقوام جو اپنے آپ کو عدل و انصاف کے حامی اور جمہوری اصول کے ناشر بتاتے ہیں۔ اب تک دنیا کے سامنے کوئی طریقہ زندگی پیش نہ کر سکے جس میں امن عامہ اور ساتھ ہی انفرادی آزادی کا ایسا متعین ہو سکے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے عہد میں ہوا تھا۔ اگر آمریت کی مذمت کی جاتی ہے۔ تو کیا اقلیوں پر اکثریت کے مظالم نہیں دیکھے جا رہے ہیں۔ اپنے کو اعلیٰ قسم کا انسان تصور کرنے دوسروں کو ذلیل بتا کر اقتصادی ذرائع سے بلکہ بعض اوقات بزورِ شمشیر جو ہر مذہب سے نیست و نابود نہیں کیا جا رہا ہے

تاریخ شاہد کہ نہ صرف زمانہ قدیم بلکہ نسبتاً جدید ادوار میں بھی طاقتور قوموں نے زیادہ مہلک آلاتِ حرب اور منظم طریقوں سے غریب و بیکس کم ترقی یافتہ اشعانون کو یا تو صفحہ ہستی سے مٹ دیا۔ یا ان کے ملکوں پر قبضہ کر کے ان کو غلاموں سے بدتر بنادیا یا بنائے رکھا۔ اور یا اس ہمہ ظلم و تشدد عوام کے فلاح و بہبود کے لئے عوام کی حکومت کے قواعد کے اعلان شائع کئے۔



ایسے واقعات اسلام کی تاریخ میں کبھی پیش نہیں آئے۔

غیر مسلم برادران تعصب اور عصبیتوں کو بالائے طاق رکھ کر کھلے دل و دماغ سے اسلام کا مطالعہ کیجئے آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگی۔ کہ واقعی اسلام تمام انسانوں کے واسطے نظام حیات اور مذہب بننے کا استحقاق رکھتا ہے۔ حضرات وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے اور زندگی گھڑی کی چابی کی طرح ختم ہوتی جا رہی ہے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کا پرچم آپ ہی میں سے کسی قوم یا جماعت کے مبارک ہاتھوں لہرایا جائے۔ اور اس پوری انسانیت تک جو مشکلات میں پڑ کر جان بلب ہو رہی ہے آپ ہی میں سے بعض کے ہاتھوں یہ آب حیات پہونچایا جانا مقدر ہو چکا ہو۔

### مسلمانوں کی خدمت میں

انسانی تاریخ کے اس نازک ترین مرحلے پر اب مسلمانوں کو بھی متنبہ ہو جانا چاہئے کہ یا تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ کر شاہراہ اسلام پر سیدھی طرح چلیں اور شاہراہ اسلام کے صحیح جانشین بن کر اس خدائی مشن کو سرانجام دینے کے لئے تیار ہو جائیں یا پھر اپنے اعمال و اخلاق سے اسلام کے لئے بدنامی کا موجب نہ بنیں کہ دنیا ان کے اخلاق اور طرز عمل کو اسلامی اخلاق اور طرز عمل قرار دے رہی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ غضب الہی بھڑک اٹھنے اور ان کو لہو و کے ساتھ ملا دیا جائے۔



## اسلام اجنبی مذہب نہیں ہے

بہر حال۔ اسلام کوئی اوپر اور جدید مذہب نہیں ہے۔ بلکہ یہ وہی مذہب ہے جو خاتم الانبیاء سے پہلے بھی پیغمبروں کے ذریعے سے انسانوں کو دیا جاتا رہا۔ مگر خاتم الانبیاء سے پہلے اس مذہب میں وہ خصوصیت اور شمولیت، وسعت اور عالم گیریت نہ تھی جو آپ پر نازل کئے جانے کے زمانہ میں اس میں پیدا کر دی گئی ہے آپ کے زمانہ سے اس کو کامل بھی کر دیا گیا ہیں اور ساری انسانیت کے لئے اس کو عام بھی کر دیا گیا ہے۔ پس وہ تمام انسانوں کا مذہب ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ یعنی اسلام میں ہر زمانہ کے لئے انقلابی روح و دلچت کر دی گئی ہے۔ تاکہ اس کی بنیادوں پر ہر زمانہ میں بہترین حکومت قائم کی جاسکے اور اس روح کو عام کرنے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے میں سرگرم کار رہ سکے تاکہ اسلامی حکومتیں ہر انقلاب کے بعد معرض وجود میں آسکیں۔ اگر روح اسلام میں ودلچت نہ رکھی جاتی تو اسلام کا عالم گیر ہونا اور ہر زمانہ کے لئے ہونا فریب اور لغو ہو کر رہ جاتا۔

پس اسلام کے عالم گیر اور ہمیشہ کے لئے ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس میں شروع سے ہی انقلابی روح رکھی یا گیا ہے۔ اس وقت بھی اسلام کو اس وجہ سے آپ کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے اور پہلے بھی ہر موقع پر اس لئے پیش کیا گیا ہے کہ یہ مذہب خواتم الہی کی طرف سے تمام قوموں اور طبقوں اور انسانوں کے لئے



اور ہر ایک زمانے کے لئے مکمل دستور العمل اور کامل ضابطہ حیات انسانی وضع کر کے دیا گیا ہے۔ اسلام سے پہلے ضابطہ حیات بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے انسانوں کو دیئے گئے تھے۔ مگر وہ موجودہ اسلام جیسے مکمل نہیں تھے، اور ہر ایک زمانے کے لئے بھی نہ تھے، بلکہ وہ مخصوص حالات کی وجہ سے تھے، کیونکہ ان زمانوں میں انسانیت قدرتی اور خرافیاتی حالات کے تحت مختلف خطوں اور طبقوں میں بٹی ہوئی تھی، ان وقتوں میں ایسا ہی کیا جانا ضروری اور مناسب تھا۔ پھر جب انسانوں کی نسل بڑھنی اور پھیلنی شروع ہوئی اور انہوں نے اپنی اپنی عدو و سے باہر نکل کر آباد ہونا شروع کیا اور اس وجہ سے ملکوں اور قوموں کا میل ملاپ آپس میں پیدا ہوا تو ضرورت پڑی کہ ان تمام کو ایک ہی ضابطہ حیات دیا جائے۔ اور انسانیت کی تنظیمی تقسیم کو ختم کر دیا جائے۔ پس جب ایسا کیا جانا ضروری ٹھہرا تو پہلے ضابطوں میں تراہیم اور تنبیہ کی جانی تھی۔ اس لئے پہلے ضابطوں سے وہ اجزاء جو فطرت انسانی کے متعلق تھے۔ ان کو لے لیا گیا اور جو ماحول و ظروف کے ساتھ تعلق رکھتے تھے، ان ان میں سے بعض کو حذف کر دیا گیا، اور ان میں جو صالح اور نفع بخش چیزیں تھیں ان میں تعمیم کر دی گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کوئی پہلے مذہب سے جدا اور علیحدہ مذہب نہیں ہے۔ بلکہ باقیات صالحات اور کچھ مزید



امور کا مجموعہ مکمل ہے۔ البتہ اس کی مخصوص اور امتیازی شان یہ ضروری ہے کہ اب یہ منسلک حیات ہمیشہ کے لئے اور ہر ایک زمانہ کے لئے قرار دیا گیا ہے۔

یعنی اسلام کا دائرہ صرف چند قوموں اور قبیلوں تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ تمام انسانوں کے لئے ہے، اور اس کا در، یہود، عیسائی اور مظاہر پرستوں کے لئے کھلا ہوا ہے۔ پس جو شخص ایمان باللہ اور بالیوم الآخر کی شرائط کو پورا کرتا ہے اور اسلام کی اس سہل و حصول دعوت کو لبیک کہتا ہے۔ وہ نامراد اور ناکام نہیں ہوگا۔ اسلام انسانی مہائی چارہ کی تعلیم دیتا ہے اور نفرت اور دشمنی سے انسان کو بچاتا ہے۔ اسلام انسانیت کا مذہب ہے۔ اور رواداری اور محبت و مساوات اس کے بنیادی اصول ہیں نیز وہ نہ صرف دوسرے مذہب کو برداشت ہی کرتا ہے بلکہ ان کے احترام کی تلقین بھی کرتا ہے۔

البتہ اسلام کا یہ دعویٰ ضرور ہے کہ تمام مذاہب کی اصلیت کا محافظ صرف اسلام ہے۔ اب جو شخص چاہتا ہے کہ اپنی اصلیت کو حاصل کرے۔ اس کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہوگا۔ یہ ہے اسلام کی تعلیم کا خلاصہ۔ لیکن اسلام کو اسلام کے مطالعہ سے سمجھنا چاہیے، مسلمانوں کے موجودہ حالات سے اسلام کی اصلیت اور



حقیقت معلوم نہیں ہو سکے گی، اس وقت اکثر مسلمان بھی دوسری قوموں کی طرح مذہب سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ اس لئے یہاں ایک اہم نکتہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے، وہ یہ کہ ہر ایک چیز ایک خاصیت رکھتی ہے۔ زہر کی خاصیت ہلاکت ہے۔ اور دودھ کی خاصیت توانائی ہے اور طاقت دیتا ہے۔ مگر یہ خاصیتیں مسلم و غیر مسلم اپنی اور پرالیں ہیں کوئی تمیز نہیں کرتیں۔ اسی طرح اعمال کی بھی خاصیتیں ہیں۔ اور اسلام کا کام یہ ہے کہ وہ ان خاصیتوں کو ظاہر کرے۔ اور ان کے اثرات سے دنیا کو آگاہ کر دے۔ چنانچہ قرآن کریم نے کہا ہے کہ نہ مسلمانوں کے ولولوں سے کچھ بنتا ہے اور نہ یہود و نصاریٰ کی تمناؤں اور آرزوؤں سے۔ کیونکہ اعمال کے نتائج کسی میں تمیز نہیں کرتے جو شخص بھی بُرے اعمال میں مبتلا ہوگا۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کوئی اور وہ اس کے نتائج سے ضرور دوچار ہوگا۔ گویا قرآن کریم میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ کامیابی کی اصل، حسن عمل ہے، صرف مسلمان ہوتا نہیں ہے، اگر مسلمان اس خیال خام میں مبتلا ہے کہ وہ کردار کے بغیر ہی محض مسلمان ہونے کی وجہ سے کامیاب ہو جائیگا۔ تو وہ تباہی سے ہرگز نہ بچ سکے گا۔ اگر زہر کا اثر ایک مسلمان کو بھی متاثر کرتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی بد عملی اور بد کمعاری اس پر اثر انداز نہ ہو، اور وہ اپنی غلطیوں کا خمیازہ نہ بھگتے۔



## اسلام ہی نجات کا ذریعہ ہے

ہماری دنیا تاریخ کے نامعلوم زبانوں سے زندگی کے گہواروں پر چھوٹی چلی آ رہی ہے۔ یہاں یونانی۔ رومی۔ اشوری۔ قبطی۔ اور ہندی وغیرہ

آتے۔ ان کی آمد سے انسانیت کو تقسیم کا آپریشن برداشت کرنا پڑا۔ مگر جب اسلام کا قافلہ اپنے علم و فنون اور تاریخ و تمدن کے ساتھ زندگی کے

میدان میں آیا تو اس سے یا دولا یا۔ کات الناس امۃ واحدا۔ یعنی تمام انسان اپنی اصل سے ایک قوم ہیں۔ اور یہ دنیا ان کا وطن اکبر ہے۔

اسلام سے پہلے زمین کے سینہ پر فوج کمانڈر کھڑے تھے جو اپنی اپنی قوم کے لئے ساری دنیا کو فتح کرنا چاہتے تھے۔ اس زمانہ کا ہر تمدن قومی تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک مزاج الگ تھا۔ مگر اسلام نے ملکوں

اور قوموں کی جگہ انسان کو پکارا۔ ایک خدا کے نام پر ساری مخلوق کو جمع کرنے کا نعرہ لگایا، تمام برائیوں کا خاتمہ کیا۔ اور تمام اچھائیوں اور نیک کامیوں کو رواج دینے کا قانون بنایا، دنیا بھر کے جنگ بازوں کو، امن

ملائی اور انسانی آزادی کی دعوت دی، ہر وہ تاریخ جو اسلام کی رسالت کا فرض انجام دیتا ہے اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہاں

کے فلسفی اقلیدس، ہیروفلاس، ارشیدس، اور اپونیسی، اپنی محدود قومیت کے دائرے میں تہذیب و تمدن کے رہنما تھے، مگر یہ بات اپنی جگہ سو فی صد



صحیح ہے کہ یونانی تمدن کا دل زندگی کے حسن و جمال میں اٹکا ہوا تھا۔ رومی تہذیب طاقت اور افادیت پر مصر عقی۔ مسیحی فلسفے کا سارا زور محبت پر تھا۔ ہندوستانی فلسفے کا دماغ زمین پر کم اور افلاک پر ہمیشہ رہا۔ یہ صرف اسلامی اور عربی تمدن تھا جس نے الہام کی مدد سے علم و عقل سے واسطہ پیدا کیا اور ان کی رہنمائی کا کام روح کو سپرد کیا۔ اسلام نے اپنی بنیاد و توحید کے عقیدہ پر رکھی۔ اور روح اور مادے کے اتحاد کا اعلان کیا۔

غرضیکہ واقعات کی رفتار دینا کو ایک ایسے درجہ پر لے آئی ہے کہ اسلام کو دنیا کے سامنے وضاحت سے پیش کیا جائے۔ اور بتایا جائے کہ اسلام صرف اسلام ہی اس وقت دنیا کی نجات کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اور دنیا کی موجودہ بے چینی کا علاج اور سسکتی ہوئی انسانیت کی نجات صرف اسلام میں ہے اور انسانیت کیلئے خیر اسلام کی زندگی ہی صحیح اور مکمل نمونہ ہے اور آگے یہ آ رہا ہے۔

### اسلامی تہذیب

تہذیب کے معنی ذہنی نشوونما اور ارتقاء کے ہیں۔ مگر اسلامی تہذیب اس لحاظ سے دوسری تمام تہذیبوں سے مختلف ہے۔ اس کا مقصد کسی ایک فرد یا افراد کے کسی خاص گروہ کی ذہنی ترقی نہیں بلکہ اس سے پیش نظر پوری انسانیت کی ترقی ہے۔ جب تک کسی سرزمین میں باحق نا انصافی اور ناروا دانتی موجود ہیں وہ ملک اسلامی نہ کہتے نگاہ سے قطعاً تہذیب کہلانے کا مستحق نہیں خواہ



فنون لطیفہ اور ادب و ہاں کسی قدر ترقی پر ہوں۔ اسی طرح جنگی فتوحات  
 اور امن کی حل آویزیوں کی چمک خواہ کتنی ہی خیرہ کن کیوں نہ ہو اسلام  
 کا مقصد نہیں قرار دی جاسکتی ہے۔ اسلام کا مقصد ان چیزوں سے کہیں زیادہ  
 وسیع اور بلند ہے۔ اسلام کا مقصد ایک عالم گیر برادری کا قیام ہے لیکن  
 اس سے بھی مجال انکار نہیں کہ فرد اور نسل کی ترقی پر اسلام بطور مذہب  
دوسرے مذاہب سے کہیں زیادہ زور دیتا ہے۔ اور ملک اور سلطنت اور  
جہاد و محنت حاصل کر لینے کے بعد اس نے ایسے تہذیبی نتائج پیدا کئے  
 ہیں جو باقی تمام مذاہبوں، تہذیبوں اور فلسفوں کے مجموعی نتائج سے کسی  
 صورت میں کم نہیں۔ مغرب میں آرٹ اور ادب (اسلام میں جو تہذیب  
 کے ضمنی مظاہر ہیں) کے کارناموں کو عبادت کی سی اہمیت دی جاتی ہے۔  
 اور اسے ہی انسانی زندگی کا واحد اور آخری غرض و غایت سمجھا جاتا ہے۔  
 مگر ایک مسلمان اس نظریہ کو برنگاہِ حقارت دیکھتا ہے۔ اس سے ہرگز  
 یہ مطلب نہیں کہ مسلمان ادب آرٹ اور سائنس کے کارناموں کو نفرت کی  
 نگاہ سے دیکھتا ہے۔ نہیں، بلکہ وہ انہیں سرِ راہ کی نعمتیں سمجھتا ہے جو  
 مسافر کے لئے تفریح کا سامان بہم پہنچا کر سفر کو آسان تر کر دیتی ہیں۔  
 مگر جنہیں سفر زندگی کا جزو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مسلمان ایسی امدادی یا  
 تفریحی چیزوں کو تقدیس کا درجہ نہیں دے سکتا۔



سائنس آرٹ اور ادب کی دنیا میں اسلام کے تمام عظیم کارناموں کو  
 دو عنوانات - اہل اُلو اور تفریح — کے تحت لایا جاسکتا ہے ان میں سے  
 بعض مثلاً - اعلیٰ قسم کی شاعری، فن تعمیر دونوں ان عنوانات کے تحت آ  
 جاتے ہیں۔

مشہور انگریز مسلمان محمد مار ماڈیوک بکھتال مرحوم متوفی ۱۹۳۶ء  
 نے اپنے ایک لیکچر میں حسب ذیل خیالات کو کیا ہے کہ سہ  
 اسلام ایسے تمام کارہائے نمایاں ہیں - ایک راہ نما - ایک ہدایت -  
 اور ایک مقصد تسلیم کرتا ہے - وہ رہنما جناب رسول مقبول ہیں - وہ  
 ہدایت، قرآن ہے - اور وہ مقصد حق تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے -  
 موصوف نے کہا کہ اسلامی تہذیب سے مراد ان لوگوں کی تہذیب نہیں  
 جو اسلام کے نام لیا ہیں؛ بلکہ اس دین کی تہذیب ہے جس کا واضح اور  
 مسلمہ مقصد پوری انسانیت کی ترقی ہے - جس کسی نے قرآن کا مطالعہ  
 کیا ہے وہ اس بات سے اتفاق کیسے گا کہ قرآن ان لوگوں کو جو اس  
 کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں - اور اس کے بتائے ہوئے قوانین کی پیروی  
 کرتے ہیں - دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی کا یقین دلاتا ہے - اور  
 اس کے پیش نظر پوری انسانیت کی کامیابی اور فلاح ہے جسے وہ انسان



کی قوتوں اور قابلیتوں کو نشوونما دے کر حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
مسلم معاشرہ کی ہر وہ ترقی جس کی تائید قرآن پاک کے کسی حکم یا رسول پاک  
کے کسی فرمان سے نہ ہوتی ہو۔ وہ غیر اسلامی ہے۔ ضروری نہیں کہ ایسی تمام چیزیں  
 کامیابی کے معافی ہوں۔ البتہ کوئی مسلمان ایسی باتیں اختیار کر کے کامیابی سے محروم  
 ہونے کی توقع نہیں کر سکتا۔ مگر جو ترقی قرآن پاک کے کسی واضح حکم یا جناب  
 رسول پاک کے کسی فرمان یا سنت کے خلاف ہو، وہ خلاف اسلام ہے، ایسی  
 چیز یقیناً کامیابی سے دور لے جانے والی ہوگی۔ اور اسے اختیار کرنا مسلمانوں  
 کے لئے تباہی کے راستہ پر گام زن ہونے کے مترادف ہے۔

### فنون لطیفہ اور اسلام

موصوف نے کہا کہ اسلام نے ابتداء ہی سے کبھی ایسے فنون لطیفہ کی  
 حوصلہ افزائی نہیں کی، جن کا تعلق بہت پرستی اور شکر کا نہ رسوم سے تھا کیونکہ  
 انسانیت کی ترقی کے لئے ان چیزوں کا قلع قمع کرنا ضروری تھا۔ مگر اسلام  
 کا بعض فنون کی حوصلہ افزائی نہ کرتا۔ اور بعض دیگر کی حوصلہ افزائی کرتا۔  
 دونوں کی حیثیت محض ضمنی تھی۔ اسلامی تہذیب کا مقصد انسانی زندگی کے  
 لوازمات کو نہیں، بلکہ خود انسانی زندگی کو خوبصورت اور عمدہ بنا ہے۔  
 بیشک آج مغرب میں بہت سے ایسے قابل لوگ ملتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ  
 کسی قوم کے چند افراد کا فنون لطیفہ کا تخلیق کر سکا اس بات کا کافی ثبوت



ہے کہ وہ قوم متحدین اور مہذب ہے۔ خواہ اس کے افراد کی اکثریت ایسے  
نظام معاشرت میں جکڑی ہوئی ہو جو انہیں پستی اور ذلت کی زندگی بسر کرنے  
پر مجبور کر رہا ہو۔ بلکہ وہاں ایک ایسا مکتب فکر بھی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ  
کسی قوم کے چند افراد کا بعض فنون لطیفہ میں مہارت حاصل کر لینا اس قوم  
کی اکثریت کو ذلت، غلامی، اور پستی میں رکھنے کے لئے کافی جواز ہو سکتا  
ہے۔ اور

فرمایا آپ میں سے بعض حضرات کو یقیناً وہ بحث یاد ہوگی جو آج سے  
چند برس پیشتر انگلستان کے کئی اخباروں میں چل نکلی تھی کہ اگر کوئی نہایت  
حسین مشہور اور بے مثل یونان مجسمہ جس کی جگہ کوئی دوسرا مجسمہ نہ لے سکتا ہو۔  
کسی کمرے میں ایک زندہ بچے کے ساتھ موجود ہو۔ اس کمرے کو آگ لگ  
جائے۔ اور ان دونوں میں سے کسی ایک کو ہی بچایا جاسکتا ہو تو کسے بچانا  
چاہیئے! مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ بہت سے مشہور اور قابل حضرات نے  
یہ رائے ظاہر کی تھی کہ مجسمہ کو بچا لیا جائے اور بچہ کو اس کے حال پر چھوڑ  
دیا جائے۔ ان کی دلیل یہ تھی کہ بچے تو لاکھوں کی تعداد میں ہر روز پیدا ہوتے  
ہیں۔ مگر پرانے یونانی آرٹسٹ کا ایسا نمونہ دوبارہ نہیں بنایا جاسکتا۔

یہ بحث پستی کی تازہ ترہیں اور ترقی یافتہ صورت ہے، کوئی مسلمان ایک  
لحہ کے لئے ایسا خیال اپنے ذہن میں نہیں لاسکتا۔



## شاندار مستقبل میں یقین

موصوف نے کہا کہ اسلام بنی نوع انسان کے شاندار مستقبل میں یقین رکھتا ہے اور اس کے لئے مصروف عمل ہے۔ ہر مسلمان خدا کے راستے میں جو دراصل انسانیت کی خدایت کا راستہ ہے۔ اپنی جان کی قطعاً کوئی قیمت نہیں سمجھتا۔ لیکن وہ انسان کی بنائی ہوئی کسی چیز کے لئے خواہ کتنی ہی بے مثل کیوں نہ ہو کسی معمولی سے معمولی انسان کی زندگی کو قربان کرنے کا خیال بھی اپنے دل میں نہیں لا سکتا۔ صرف وہی شخص آرٹ کے نمونوں کو عبادت کا درجہ دے سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت اور مستقبل پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ بہترین چیزیں ہیں جو انسان صدیوں میں پیدا کر سکا ہے۔ اور چونکہ خوبصورتی کم ہوتی ہی ہے۔ اور انسان روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ اس لئے ہمیں ماضی کے ان خوبصورت شاہکاروں سے جدا نہیں ہونا چاہیئے، کیونکہ اب ہمارے یہی ایک مقصد اعلیٰ باقی رہ گیا ہے۔

موصوف نے کہا کہ یہ کھلی مایوسی ہے۔ اور اسلام سترتا پار جائیبت ہے۔ مگر اسلام کی رجائیبت کے مشہور کردار ڈاکٹر پنکگلشن کی طنزیہ رجائیبت نہیں جو بار بار کہتا ہے کہ اس بہترین دنیا میں ..... ہر چیز ہماری بہتری کے لئے ہے۔ موصوف نے کہا۔ نا سمجھ لوگ ایسی باتوں کو رجائیبت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ دراصل ان سے تقدیر پرستی



ظاہر ہوتی ہے، اسلام تقدیر پرستی نہیں سکھاتا۔ آپ مستعجب نہ ہوں، مجھے اس پر اصرار ہے۔

### تقدیر پرستی کا الزام

آج کل کہنا یہ فیشن میں داخل ہے کہ اسلامی تہذیب کے زوال کی سبب خود اسلام کے اپنے اندر پوشیدہ ہے۔ اور وہ سبب اس کی تقدیر پرستی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اسلامی تعلیم بہت حد تک تقدیر پرستی کی قائل ہے۔ اور پہلے مسلمانوں کی زندگی سے بھی یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے۔ لیکن یہ وہ تقدیر نہیں ہے۔ جو مغربی دنیا مسلمانوں سے منسوب کرتی ہے۔ بلکہ یہ تقدیر کاہلی بالظن ہے۔ (جس کے متعلق ہم پہلے عنوان نمبر ۱۱ کے تحت بھی تھوڑا سا لکھ آئے ہیں۔ دراصل انسان کی حیثیت دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نائب سلطنت کا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ

فِی الْاَرْضِ خَلِیْفًا ۚ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ

فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ

الدِّمَآءَ وَیَنۡحِتُ نَۤسۡلَہُمۡ بِحَمۡدِکَ

وَلَقَدۡ سۡـَٔلَکَ ۙ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ

مَا لَا تَعْلَمُوۡنَ ط

(حق نے) کہا میں (وہ) جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ جب تک انسان اپنی

اور جب تیرے رب نے ملائکہ کو کہا،

میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے

والا ہوں وہ بولے، کیا تو زمین میں

(اسے اپنا نائب) بنائے گا جو وہاں فساد

برپا کرے اور خوان بہائے، اور ہم تیرے

تعلیم و تقدیر میں لگے رہتے ہیں۔



محکومی کو سمجھتا رہے اور جو اختیار اسے سونپے گئے ہیں۔ انہیں ایک مقدس امانت تصور کرتا رہے، و محفوظ رہے۔ جب وہ اپنی محکومی کو بھول جائے یا اس سے انکار کرنا شروع کر دے تو وہ گمراہی میں پڑ جائے گا، اور نقصان اٹھائے گا۔ جو سورۃ سب سے پہلے نازل ہوئی اس میں ہم یہ آیت پڑھتے ہیں۔

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَكٰٓفٍۭۙ اِنَّاۤ اَنۡشَاۡنَاۤ اِنۡسَانَ عَلٰٓفِيۙۚ  
اِنَّ زَاۤكَاۡتَہٗٓ اِسْتَعۡنٰۤی اَتَّٰلِیَہٗٓ اِلٰی  
رَبِّکَ الرَّحْمٰنِ

ہمیں مگر انسان بالعموم سرکش ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو آزاد دیکھتا ہے، یقیناً تمہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔

انسان کو اس دنیا اور اس کے جانداروں، اور درختوں اور پودوں کی حکیمت دی گئی۔ اب اس کا فرض ہے کہ وہ تمام انسانوں کی بہتری کے لئے اس دنیا کو ترقی دے اور اسے بہتر بنائے۔ نہ یہ کہ اپنی ذاتی خوشی کے لئے اسے تباہ و برباد کرے۔ اسے جو دوسرے بھائیوں پر اختیار دیا گیا ہے۔ وہ بعض واضح حدود کے اندر دیا گیا ہے۔ اب اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی اور دوسرے انسانوں کی اصلاح و ترقی کرے، اور آئندہ نسلوں کے لئے راستہ ہموار کرے۔ انسان کا ان طبعی قوانین کا بالکل مختار ہونا جو تمام موجودات پر حاوی ہیں، ان قوانین کی پابندی کے بغیر جو اس نے خود نہیں بنائے نہ اس کا سانس لے سکتا اور نہ بازو ہلا سکتا ہے۔ ان اور رات کے آمدورفت اور قوانین مکافات جو اس کے تمام اعمال پر حاوی ہے۔ یہ سب انسانوں کو بار بار یاد دلاتے ہیں کہ اس کے اختیار کی



حکومت اور بادشاہی بہت زیادہ محدود ہے۔ اور وہ ہمیشہ ایک لا محدود طور پر عظیم تر طاقت کے رحم و کرم پر ہے۔ مگر بسا اوقات یہ چیزیں اسے واضح حقیقت پاؤں والے سے قاصر رہتی ہیں اور پھر انسان بالعموم سرکش ہے اور اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے جس کے باعث برائی اور بدعنوانی میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس دنیا میں مسلمان مردوں اور عورتوں کا مفہد آپ اس حقیقت کو آشکارہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کی بادشاہت یا عالم گیر انسانی اخلاقیات کے قیام کے لئے ان تھک کوشش کرنا ہے۔ قرآن الکریم کی بادشاہت کو کسی نسل یا فرقہ تک محدود نہیں رکھتا۔ وفاداری کا معیار بعض عہدہ ائد کا اعلان یا بعض رسوم کی ادائیگی نہیں۔ معیار سب انسانوں کے لئے ایک ہے اور وہ ان کا طرز عمل ہے۔ مسلمان کا کام ہر جگہ نیکی کے حق میں اور بدی کے خلاف جدوجہد جاری رکھنا ہے۔ مسلمان کا اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے کا نتیجہ کوئی عمل سے خالی گیان و صیان یا کاپی کی حالت نہیں۔ بلکہ شعوری جدوجہد کے آغاز کی حالت ہے اس کے لئے کسی تکلیف کا باعث بننے کی بجائے بے حد اطمینان اور مشرت کا باعث بنتی ہے۔ اور وہ اس تشریک کی طرح محسوس کیے لگتا ہے جو بہت دیر تک لہروں کے خلاف تیرتا رہا ہو اور پھر مجاہد کا رخ اس کے



موفق ہو جائے۔ نیکی کی خاطر اور برائی کے خلاف مسلمانوں کی یہ جدوجہد جس کا آغاز اس کے اپنے آپ سے ہوتا ہے اور جسے وہ بعد میں دوسرے انسانوں تک توسیع دے دیتا ہے اور جس کا انجام ہو سکتا ہے۔ میدان جنگ میں اس کی شہادت پر ہو، جہاد کہلاتا ہے۔ جہاد میں مسلمان ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ اسے نہ موت کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ اس بات کی کہ وہ موت اسے کہاں اور کیسے پیش آتی ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کا اصل نظریہ تقدیر۔ مگر تقدیر کا یہ ایسا نظریہ نہیں جو کبھی جمود و زوال پیدا کرے۔

مسلمان وہ ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں، جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے یعنی اپنی حفاظت میں یا کمزوروں اور مظلوموں کو بچانے کے لئے اسلام ہیں۔ لوگوں کے خلاف محض اُن کے مذہبی عقائد کی بناء پر جارحانہ لڑائی لڑنے کی اجازت نہیں۔ نہ ایسی لڑائی کو کسی طرح جہاد کے پر وے میں چھپایا جاسکتا ہے۔ جہاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہے جو انسان کی ترقی کا راستہ ہے۔ اگر کوئی قوم یا گروہ مسلمانوں سے انتہائی ناانصافی سے پیش آئے، یعنی ان کو بنیست و نابو کرنے یا غلام بنانے، یا فوجی قوت کے بل بوتے پر صداقت کو مٹانے کی کوشش کرے تو پھر اس کے خلاف جنگ کرنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔ اگرچہ جہاد یا نیکی کے لئے عام جدوجہد



مسلمانوں کا ایک مقدس فریضہ ہے۔ لیکن انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کسی طرح ان کی اس کوشش کا یا حمایت کا محتاج ہے۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ  
لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ  
عَنِ الْعَالَمِينَ ط  
جس نے کوشش کی پس وہ اپنی جان کے لئے  
کوشش کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ واقعی غام  
عالموں سے غنی ہے۔

انگریزی زبان میں بھی اس قسم کے محاورات و ضرب الامثال موجود ہیں مثلاً  
”نیکی بجائے خود ایک انعام ہے“، خدا انہی لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد  
آپ کرتے ہیں۔ لیکن حکمت و دانش کے ان قدیم اور بے نظیر اصولوں کے  
اعلیٰ روحانی معانی پر بنی نوع انسان نے کبھی اس طرح عمل نہیں کیا، جس طرح  
قرآنِ اولیٰ کے مسلمانوں کی تاریخ میں ان کی رکشش اور تابندہ مثالیں  
ملتی ہیں۔

بہر حال فرائض انسانی کے متعلق جو تصور اسلام پیش کرتا ہے۔ وہ  
جداگانہ ذمیت کا ہے۔ وہ ذاتی فرائض کو تسلیم کرتا ہے اور انسان سے  
توقع کرتا ہے کہ وہ ان کی بجائے اوری کرے۔ یہ ذاتی فرائض کیا ہیں؟  
اسلام کے مطابق یہ فرائض تہذیب نفس پر مشتمل ہیں اور اس کے لئے وہ  
شخصی جہاد کا لفظ استعمال کرتا ہے جس کے معانی یہاں واضح کر دینے ضروری  
ہیں۔۔۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جہاد سے تیغ آزمائی مراد لی جاتی ہے۔



لیکن جہاد کو اسلام نے اس سطح سے بلند کر دیا ہے جہاں تنوایدیں آپس میں  
ٹکراتی ہیں، بلکہ اس کے معانی کو وسعت دے کر جہاں ظلم و جبر کے خلاف  
مجموعی قسمت آزمائی کو اس کے مترادف قرار دیا ہے۔ وہاں ذاتی حرص و  
ہوس کے خلاف برسرِ پیکار رہنے کو بھی جہاد کے برابر ٹھہرایا ہے۔ اسلام  
نے جہاد کو تقویٰ (کی اساس قرار دیا۔

بہر حال نیکی کے لئے یا دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کی حفاظت  
کے سلسلہ میں کمزوروں، جاہلوں، نادانوں، بیماروں اور مظلوموں کے لئے  
یا بُرائی کے مٹانے کے لئے جو مساعی کی ہوں گی۔ ان کی فرست ہی ہمارے  
جہاد کا حساب ہے۔ اس دنیا کی دولت اللہ تعالیٰ کا تحفہ ہے وہ جسے  
چاہے یہ دولت دیتا ہے اور جس سے چاہے چھین لیتا ہے، یہ تحفہ  
ہمیشہ امانت کے طور پر اور اکثر اصول کی جانچ یا امتحان کی خاطر اور  
بعض دفعہ سزا کے طور پر بھی دیا گیا ہے۔ روحانی لحاظ سے یہ چیزیں خطرناک  
اور تکلیف دہ ہیں۔ اور پھر انہیں بقا بھی نہیں۔ پھر وہ کون سی چیز ہے  
جسے ہم باقی سمجھ کر اس پر انحصار کر سکتے ہیں؟ صرف اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ  
کہ جو ایمان لائے ہیں اور نیکی کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور جو اپنے  
گمروں اور اپنی محبوب تر مملکت کو اللہ تعالیٰ کی خاطر چھوڑتے ہیں۔  
فَلَهُمْ أَجْرٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کا اجر الہی کے درجے کے پاس ہے۔



وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ  
يَحْزَنُونَ ۝  
اور نہ ان پر خوف طاری ہوگا اور نہ  
وہ غمگیں ہوں گے۔

یہ ہے اسلام کی تقدیر پرستی۔ مگر یہ وہ تقدیر پرستی نہیں جس کا الزام اس پر  
بالہوم لگایا جاتا ہے؛ یہ تو زیر دست اور مسلسل جدوجہد اور انتہائی قوت  
کی زندگی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کی زندگی نہایت شان دار اور انتہائی  
شریفانہ زندگی ہے۔ اور ہر شخص اسے باسانی اختیار کر سکتا ہے۔  
اس وقت جب کہ دنیا تباہی کی طرف جا رہی ہے تو صرف مسلمان ہی اسے  
اس تباہی سے بچا سکتے ہیں۔ کیونکہ صرف انہی کے پاس وہ کسبوتی ہے جس سے  
تقدیر کو پرکھا جاسکتا ہے۔ اور صرف وہی ایک ایسا مکمل متبادل نظام پیش  
کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل ہے۔ یہ ایک ایسا نظام ہے۔  
جو ماضی میں حیران کن کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ جسے ہر زمانہ کی ضروریات  
کے مطابق ڈھالا جاسکتا ہے۔ اور جس کے متعلق بجا طور پر یہ توقع کی جا  
سکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی غیر معمولی کامیابی سے چل سکے گا۔ مغرب  
کے انتدابوں کی کسی بھی سکیم کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ جب کبھی  
ان کی کسی سکیم کو عمل کے امتحان میں ڈالا گیا ہے۔ وہ ہمیشہ ناکام ثابت ہوئی  
ہے۔ اور وہ اپنی سکیموں سے انسانی مسرت میں ایک ذرے کا اضافہ بھی  
نہیں کر سکے۔ ہمارے لئے اس بات کو یاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ دوسری



قوموں کے مقابلہ میں ہمیشہ ہر حالت میں اپنی قوم کی فتح اور کامیابی کے لئے  
 کوشش کرنا خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر جہاد نہیں ہے، جہاد ہر حالت  
 میں حق کی باطل کے خلاف اور نیکی کی بدی کے خلاف جنگ ہے۔ اگر آپ  
 کا یہ خیال ہو کہ ایسے جہاد کا تصور اسلامی دنیا سے غائب رہا ہے۔ تو  
 آپ غلطی پر ہیں۔ اموی اور عباسی خلیفوں نے مشرق کی رومی سلطنت  
 سے جو برتاؤ کیا یا سپین کے اموی خلیفوں نے مغرب کی عیسائی سلطنتوں  
 سے جو سلوک کیا اس کا مطالعہ فرمائیے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کا  
 مقصد بالکل یہی تھا۔ کہ ہر حالت میں باطل کے مقابلہ میں حق کی حمایت کی  
 جائے۔ جو خط فرانسیسی شاہ فرانس کو جب وہ قید میں تھا۔ اور جب اسے  
 اس کی جائداد سے ناجائز طور پر محروم کر دیا گیا تھا۔ سلطان سلیمان اعظم  
 نے لکھا تھا۔ اسے پڑھئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس وقت بھی یہی  
 اصول ان کے پیش نظر تھا۔ اور وہ اس پر سختی سے کاربند تھے۔ ہمارا  
 مقصد روئے زمین پر اپنی قوم کی سلطنت قائم کرنا نہیں بلکہ روئے زمین پر  
 اللہ تعالیٰ کی بادشاہت قائم کرنا ہے۔ اسلامی شریعت کا بھی یہی وسیع  
 انسانی مقصد ہے۔ اور ایسے قدرتی قوانین پر مشتمل ہے۔ جو ہر کسی کے لئے  
 یکساں طور پر مفید ہیں۔ ان احکام کو فروتر مقاصد کے لئے استعمال کرنا ان کا  
 غلط مطالبہ نہ کہ ان اس طرح انہیں ناکامی کی طرف لے جانا ہے۔ وسیع انسانی



مقصد کے بغیر کوئی جہاد نہیں۔ مسلمانوں کی تقدیر پرستی جس کے متعلق  
اس قدر شور ہے۔ صرف ایسی چیز کو تسلیم کر لینا ہے۔ جسے ٹالنا نہ جاسکتا  
ہو۔ آج کل اس کا اظہار اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ موجودہ حالات کو خدا  
کی مرضی سمجھ کر خوشی خوشی قبول کیا جائے۔

بغضواۓ اذا ابتلیب بلیتین جب دو مصیبتوں میں گرفتار ہو تو  
تو آں ان مصیبت اختیار کر۔

مگر ساتھ ہی پہلے کی طرح حق کا باطل کے خلاف جہاد جاری رکھا جائے۔  
وہ اس طرح کہ پہلے اخوت کو پاک کر کے اس کی جدید خطوط پر دوبارہ تشکیل  
کی جائے اور اپنے طرز عمل اور اپنی مثال سے دنیا کو اللہ تعالیٰ کی ہم گیر  
بادشاہت کے تصور کی طرف دوبارہ لایا جائے۔

گزیک تقدیر خوں گرد و جگر

خواہ از حق حکم تقدیر دگر

تو اگر تقدیر نہ خواہی اور است

زانکہ تقدیرات حق لا منتہا است

رمز بار کشش بھر فی مضمرا است

تو اگر دیکر شوی اور دیکر است

خاک شود تذر ہوا سمان و تما



سنگ شور بر شیشہ اندازد ترا

شبہی ! افتدگی تقدیرت

قلزمی پائندگی تقدیرت

(اقبال ۴)

## اوامر و نواہی

نیز موصوف نے کہا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کا مقصد انسانی ترقی ہے۔ اور جو انسان کی روزمرہ زندگی کے ہر پہلو اجتماعی، معاشرتی، سیاسی، ذہنی اور روحانی کے متعلق اوامر و نواہی جاری کر کے اس ترقی کا صحیح راستہ متعین کر دیتا ہے۔ یہ اوامر و نواہی ایک مکمل سیاسی اور معاشرتی نظام میں تربیت دئے جا چکے ہیں۔ جو نہایت آسان اور قابل عمل ہے۔ ماضی میں اس نظام پر کامیابی سے عمل کیا جا چکا ہے۔ اور غالباً یہی عملی تجربہ تاریخ انسانیت کا سب سے زیادہ حیرت انگیز واقعہ ہے۔

بعض مصنفین نے اسلام کی اس غیر معمولی کامیابی کا باعث کئی ایک خارجی اسباب مثلاً ہمسایہ محاکم کی کمزوری، طوار کا عام استتھالی اور زمانہ کی سادگی وغیرہ کو قرار دیا ہے۔ لیکن آخر اس امر واقعہ کی یکے وضاحت کی جا سکتی ہے کہ جب تک مسلمان اندرونی طور پر کسی خاص حکم شریعت کے



پابند رہے۔ وہ زندگی کے اس شعبہ میں کامیاب رہے۔ اور جو بھی انہوں نے اسے چھوڑا وہ اس میدان میں پیچھے رہ گئے، کیا اس سے یہ واضح نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ قرآن پاک کے احکام اور جناب رسول مقبلؐ کے ارشادات مجملہ انسانیت کے لئے بمنزلہ فطری قوانین کے ہیں۔ اور ان کی خلاف ورزی کرنا نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ پوری انسانیت کو ہلاکت میں ڈالنا ہے، چونکہ قوانین انفرادی کو شمشیل سے معلوم نہیں کئے جاسکتے تھے (ایک زمانہ کے بعد کچھ مفکرین ان میں سے بعض قوانین کی جزئیات تک پہنچ سکے ہیں) اس لئے ضروری تھا کہ انہیں ایک پیغمبر کے ذریعے انسانیت تک پہنچایا جاتا۔ ورنہ یہ قوانین ویسے ہی فطری ہیں۔ جیسے فزکس کے قوانین جو ہمارے ظاہری وجود پر حاوی ہیں۔ اور جن سے اختلاف کرنے کا خیال بھی کوئی اپنے دل میں نہیں لاسکتا، — دیگر مذاہب ان لوگوں کے لئے جو زہد و ریاضت سے اپنے آپ کو نجات کا اہل بنالیں۔ آئندہ دنیا میں کامیابی کا وعدہ کرتے ہیں۔ مگر اسلام ان سب انسانوں کو جو بعض قوانین و قواعد کی پابندی کریں۔ آئندہ دنیا کی طرح اسی دنیا میں بھی کامیابی اور ثمرہ کا وعدہ کرتا ہے۔ ایک چمکے مسلمان کے لئے اس دنیا اور آئندہ دنیا کی تقسیم مسٹ جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ زمینوں اور آسمانوں کا رب ہے۔ اور اس کا حکم اس دنیا میں



بھی اسی طرح نافذ ہے۔ جس طرح آئندہ دُنیا میں الی سب لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے ہیں۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے اپنی خواہشوں کو قربان کر چکے ہیں۔ آئندہ زندگی کی ابتداء اب اور یہاں سے ہے۔ موت کے بعد سے نہیں۔“

جب حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا۔ سو تو اقبل ان تموتوا۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ تو اس سے ان کی یہی مراد تھا۔

اسلام اس دُنیا میں بھی کامیابی کا وعدہ کرتا ہے۔ وہ فرد کی ایسی کامیابی نہیں جو دوسروں کو نقصان پہنچا کر حاصل ہو۔ نہ وہ کسی قوم کی ایسی کامیابی ہے۔ جس میں دوسری اقوام کا نقصان ہو۔ بلکہ وہ پوری انسانیت کی کامیابی ہے۔

دُنیا بھر کی مساجد سے جو دن میں پانچ بار یہ صدا گونجتی ہے۔  
 حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ فلاح کی طرف آؤ۔ فلاح کی  
 طرف آؤ۔ عربی میں فلاح کے معنی کاشت کے ذریعہ کامیابی کے ہیں۔  
 ایک اور لفظ زکوٰۃ ہے۔ جو مسلمانوں میں بہت رائج ہے۔ اس  
 کے اصلی معانی بھی اس کے رسمی استعمال میں بھولا دیئے گئے ہیں۔  
 یہ اس ٹیکس کا نام ہے۔ جو مسلمانوں پر محتاجوں کے لئے عائد کیا جاتا ہے۔  
 اور جس کا ذکر قرآن میں نماز کے ساتھ بار بار آیا ہے۔ زکوٰۃ واقعی



مسلم معاشرہ کی صحیح نشوونما کا سبب تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ ٹیکس امراء سے لے کر غریبا میں تقسیم کر دیا جائے۔ جب یہ ٹیکس باقاعدگی سے وصول کیا جاتا تھا۔ ان دنوں مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ اسلامی ممالک کے طول و عرض میں کوئی زکوٰۃ کا مستحق، یعنی کوئی محتاج یا جاہل مسلمان نہیں ملتا تھا۔ اور حکومت کو زکوٰۃ کی آمدنی رفاہ عام کے کام میں خرچ کرنا پڑتی تھی۔ قرآن پاک میں مذکور ہے۔ **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ**۔ یعنی کامیاب وہ ہے۔ جو اپنی نشوونما کرتا اور بڑھتا چھوڑتا ہے۔ اور اپنے رب کے نام کو یاد کرتا اور ساتھ اس سے دعا لگتا اور نماز پڑھتا ہے۔ نیز **قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهُ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهُ**۔ یعنی جس نے اپنی روح کی صحیح نشوونما کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اسے ترقی سے روکا اور برباد کیا وہ ناکام ہوا۔ اور موصوف نے فرمایا کہ شاید بعض لوگ خیال کریں کہ یہ بعض مذہبی رسوم اور خیالات ہیں۔ جن کا زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ ہیں انہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام کا تعلق ہی عمل سے ہے۔ اور یہ احکام کوئی مردہ احکام نہیں بلکہ کئی سو سال تک انہی احکام پر مبنی خیرات اور امداد کا ایک وسیع نظام جاری رہا ہے۔ اور اس سے دنیا نے اسلام کے مجملہ اجتماعی مسائل حل کئے جلتے رہے ہیں۔



قرآن حکیم ہمیں بتلاتا ہے کہ اصل دین نظریاتی یا رسمی نہیں بلکہ عمل میں ہے۔ مثلاً سورہ بقرہ میں فرمایا۔

نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرو۔ یا مغرب کی طرف نیکی اس کی ہے۔ جو اللہ یوم آخرت، ملائکہ اللہ کی کتاب اور اس کے انبیاء پر ایمان لایا۔ جس نے اللہ کی محبت کے باعث قرابت واروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں اور مقروضوں کو مال دیا۔ نیکی اس کی ہے۔ جو عہد کرتے ہیں۔ تو اسے پورا کرتے ہیں۔ اور جو تنگی نقصان اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی لوگ اپنے (ایمان کے) دعوے میں سچے ہیں۔ اور یہی متقین ہیں۔ (آیت - ۱۷۷)

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (یقین و عمل) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے۔ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کچھ نہ کیا۔ ان کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے بد اعمال کئے۔ ان کا اسلام میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اسلام کا مطلب ہی انسانی زندگی کو خدا کے قانون کے تابع کر دینا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا قانون سچی اور کوشش کا قانون ہے۔ بے عملی کا قانون نہیں۔



## اسلام اور مسلمان

موصوف نے بیان کیا کہ انسانی تہذیب کے اسلامی نظام کو محض مذہبی ہونے کی بناء پر ہی نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ بلکہ اس کا باعث آج کل اور اس سے پہلے کے مسلمانوں کی حالت اور کردار بھی ہے۔ ازمنہ وسطے میں عیسائیت اس لئے اسلام پر غور نہ کر سکی کہ ان دنوں میں عیسائیت پادریوں کی باندی تھی۔ آج کل کی طرح ان دنوں بھی یہ کہتے تھے کہ (المعاذ اللہ) محمد رسول اللہ جھوٹے نبی ہیں۔ وہ یہ کہ انسانی پسند نہیں کرتے تھے کہ ممکن ہے اسلام میں کوئی چیز انسانیت کے لئے بہتر اور مفید ہو۔ علاوہ ازیں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ رہا وہ بھی اس راستہ میں ایک متقل رکاوٹ ثابت ہوا جس نے عیسائیوں کے تعصب اور تنگ نظری کو اور زیادہ ہوا دی۔ آخر یہ رکاوٹ تو آج دھو ہو چکی۔ مگر آج کل مسلمانوں کی اپنی حالت ایسی نہیں جس سے کسی کو یہ اندازہ ہو سکے کہ انہیں انسانی ترقی کے راز کا علم ہے۔ آج کل کے مسلمانوں کے کردار اور ذہنی خالی سے اسلامی تعلیمات کی بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ان کی حالت کو دیکھ کر لوگ اسلام کو برا سمجھنے لگے ہیں۔ سچ زشت مرفی سے سیری آئیت ہے سوا قرا

### ذہنوں حالی کی وجہ

موصوف نے کہا کہ بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ ذہنوں حالی کی



ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے۔ جس طرح عیسائیت مغرب کی موجودہ مادی ترقی کی ذمہ دار نہیں۔ عیسائیت پادریوں کے ہاتھ میں تھی۔ اور اس میں کوئی آزادی فکر نہ تھی۔ مگر اب اس زمانہ کو جب کلیسا کا دور تھا تاریک صدیاں کھا جاتا ہے۔ اسلام میں کوئی پاپائیت نہ تھی؛ اسلام میں فکر کی آزادی ہے۔ اور وہ زمانہ جب اسلام عروج پر تھا غیر معمولی طور پر صاف اور چمکدار روشنی کا زمانہ تھا۔ مسلمانوں کو اصل اسلام سے منحرف ہو کر تباہ ہوئے ہیں۔ اور عیسائی، عیسائیت کو چھوڑ کر مادی طور پر کامیاب ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی تباہی کا باعث یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ میں انہوں نے اللہ کے سوا اور دوسروں کو اپنا خدا بنا لیا۔ فروعی بحثوں کو عزیز زندگی بنا لیا۔ تعلیم کو ہر جگہ سے بطور مذہبی حاصل کرنے کی نصیحت کو چھوڑ دیا۔ انسانی فکر کو آزادی سے محروم کر دیا۔ اور عقل و براہین سے ڈرنا شروع کر دیا۔ ایک زمانہ آیا کہ جب انہوں نے اپنے فرائض کا ایک حصہ ترک کر دیا۔ یعنی وہ حصہ جو انہیں علم اور تعلیم حاصل کرنے اور فطرت کا مطالعہ کرنے کے لئے کہتا تھا۔ اسی زمانہ میں مغرب کے عیسائیوں نے اسلام کی اس تعلیم پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور وہ ترقی کر گئے (یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مغربی قومیں اسلامی یونیورسٹیوں کی فیض یاب ہیں) اسلام میں اس لئے کوئی کلیسائی طرز کا



نظام نہیں رکھا گیا تھا کہ یہ چیز انسانی ترقی کے لئے ذہر قاتل ہونے کے باعث مذہب کی روح کے منافی ہے۔ قرآن مجید کے مطابق مذہب کا مقصد انسانیت کی ترقی اور آنداوی ہے۔ انسانیت کا جمود اور غلامی نہیں۔ موصوف نے کہا کہ اب دنیا بھر کے مسلمان بیدار ہو رہے ہیں۔ اور وہ سمجھنے لگے ہیں۔ کہ ان کی ذلت ان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ اور انہیں صرف اسلام کے ذریعہ ہی سے دنیا میں دوبارہ عروج حاصل ہو سکتا ہے۔

آپ کہیں گے کہ میں اصل موضوع اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر مذہب کی طرف آنکلا ہوں۔ مگر اسلامی تہذیب مذہب اور اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت سے اس قدر لازم ملزوم ہے کہ جو باتیں میں نے کہیں ہیں۔ انہیں کے بغیر اسلامی تہذیب کا تذکرہ چوہی نہیں سکتا تھا۔

سائنس۔ آرٹ۔ ادب اور حسن معاشرت۔ یعنی زندگی کے ہر گوشے میں اسلامی تہذیب اپنے عروج و نوال میں ایک ہمہ گیر اور مکمل تصویر کشی کے تصور سے باہر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قومیت ہمیشہ بین الاقوامیت میں تبدیل ہو جاتی رہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مطلق حاکمیت اور ہمہ گیر انسانی اخوت کے تصورات مطلقاً لازم و ملزوم ہیں۔



## اسلام کا نصب العین اور اس کا مسلک

اسلام کا مرکزی عقیدہ و نصب العین - ایمان باللہ - اور  
 شاہراہ عمل و مسلک - جہاد فی سبیل اللہ ہے - اور یہ دونوں لازم و  
 ملزوم ہیں - اگر ایک ناقص ہو تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے  
 میں بھی کچھ کمی ہے - یہ دونوں چیزیں اپنے اپنے معنی میں ایک  
 ایسی کسوٹی ہے کہ جس پر ہر فرد، ہر جماعت، ہر قوم، ہر نظام  
 اور قانون پرکھا جاسکتا ہے - اور اس میں کسی روئے عایت کی گنجائش  
 نہیں - ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ، عالم گیر اور ہمہ گیر اصول  
 حیات ہے - اور قرآن کریم کی عالم گیریت اور ہمہ گیریت کا مطلب  
 بھی یہی ہے - کہ وہ ان دونوں اصول حیات کو نہایت واضح اور  
 کھلے پیرایہ میں بار بار پیش کرتا ہے - اور یہ بھی بتاتا ہے کہ تمام  
 آسمانی کتابیں اور زندگی کے فلسفے انہیں دونوں اصولوں کی شرح ہیں -  
 قرآن کریم ان تمام آسمانی کتابوں کو ختم نہیں کرتا بلکہ ان کا مصدق اور ان  
 سب کا جامع ہے - جیسا کہ پہلے بیان ہوا -

اگر نظر بصیرت سے دیکھا جائے تو ایمان باللہ کا عقیدہ انسانیت  
 کے لئے ایک بلند و اعلیٰ نصب العین ہے - اور اس دنیا میں (ہر اعتبار  
 سے) اس سے ارفع تصور ممکن نہیں - اللہ کے تصور میں وحدتِ انسانیت



اور وحدت کائنات سب آجہتے ہیں۔ اور ذہن کے سامنے لامحدود آفاق اور بے کنار وسعتیں و افشکات ہر جاتی ہیں۔ اللہ کا تصور سب پہنائیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ اور کوئی بلندی اور وسعت نہیں جو اس تصور سے بلند تر اور وسیع سوچی جاسکے۔

### ایمان باللہ اور انسانی دوستی

ایمان باللہ کی سب سے اونچی منزل یہ ہے کہ آدمی یہ جانے کہ اس زمین و آسمان میں اگر کوئی وجود حقیقی ہے۔ تو اسی کا ہے۔ جو کچھ ہے۔ سب اسی کا فیضان ہے۔ اور جو کچھ ہوتا ہے اس کا سبب اصلی وہی ہے۔ ایمان باللہ یا خدا پرستی کی ایک منزل انسانیت دوستی ہے۔ اگر آدمی یہ جانتا ہے کہ سارے انسان اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور اس کو خالق سے حقیقی محبت ہے۔ تو لازمی ہے کہ اسے اس کی مخلوق سے بھی محبت ہو۔ اور اگر اسے اس کی مخلوق سے محبت نہیں تو یہ سمجھ لے کہ وہ خدا کی محبت کے دعویٰ میں سچا نہیں — خدا پرستی کی پہچان اس دنیا میں تو یہی ہے کہ خدا پرست انسان کو خدا کے سامنے بندوں سے محبت ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی اس کی مخلوقات کی خدمت اور ان کی بہبودی میں ڈھونڈے سے

یہی مقصود فطرت ہے ہی رہبر مہمانی، اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی



ذہن قومی ذہن کا انسانی تصور سے عاری ہونا زوال کی طرف اس کا پہلا قدم ہے۔ اسلام کے حق میں دوام کا وعدہ محض اس پر تھا کہ وہ انسانیت عامہ کا تصور پیش کرتا ہے۔ مسلمان دراصل وہ ہے جس کے ذہن میں کل انسانیت کی گنجائش ہے۔ ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا بھی یہی معنی ہیں۔

ہمارے بزرگوں کا کہنا ہے کہ جسے صرف اپنے گمہ یا جماعت سے محبت ہے۔ اور وہ دوسروں کو جو ہم عقیدہ نہیں نفرت سے دیکھتا ہے وہ سچا مואحد اور خدا پرست ہی نہیں۔ وہ اپنی تعلیمات میں ہمیشہ اس بات پر زور دیتے رہے کہ تمام انسانوں کو عیال اللہ۔ سمجھو۔ لیکن اس سے یہ خیال نہ ہو کہ انہوں نے صواب و ناصواب، اور گناہ و ثواب کی تمیز اٹھا دی تھی؛ بیشک نیکو کاروں کو وہ اچھا سمجھتے تھے۔ لیکن غلط کاروں کا انہیں نیکو کاروں سے زیادہ خیال ہوتا تھا۔ جس طرح صاف اپنے نافرمان بچے کے لئے زیادہ کڑا سختی ہے۔ اور اس کا دوسرا سبب سے زیادہ خیال ہوتا ہے۔ اسی طرح غلط کاروں کو سیدھے راستہ پر لگانے کے لئے یہ خدا پرست بزرگ بے قرار رہتے تھے۔ انسان دوستی خدا پرستی۔ یا ایمان باللہ کا یہی جذبہ تھا کہ جس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر کا آرام جج کر مٹھ والوں کو راہ راست پر لانے کے لئے



بے ثواب کر دیا تھا۔ گو آپ کو ہر نعمت میسر تھی۔ اور گھر کے اندر اور گھر کے باہر سب قسم کا اطمینان حاصل تھا۔ لیکن یہ دوسروں کا دکھ اور ان کی گمراہی تھی کہ آپ کو یحییٰ کہتے دیتی تھی۔ چنانچہ آپ کو میں اپنا پیغام سناتے ہیں۔ طائف والوں کو جا کر حق کی دعوت دیتے ہیں۔ سختیاں ہوتی ہیں۔ تو صبر کرتے ہیں۔ اور جو سختیاں کرتے ہیں۔ ان کے لئے ہر دعا نہیں؛ بلکہ دعا کرتے ہیں۔ الغرض ہر ایک کتاب آسمانی اسی انسانی دوستی کے مسلک کی ترجمان ہے۔ بعد والوں نے ان کی انسانی دوستی کو اپنے اپنے گروہوں کی دوستی تک محدود کر لیا۔

### جہاد فی سبیل اللہ

صحیح خدا پرستی آگے چل کر لازماً انسانی دوستی کا موجب ہوتی ہے۔ قرآن مجید اس خدا پرستی کی تعلیم دیتا ہے۔ کہ سب انسانوں کو ایک سمجھو۔ اور جس بات کو تم جانتے ہو کہ اس میں سب کا بھلا ہے۔ وہ بات ہر ایک سے کہو۔ سمجھاؤ۔ بار بار اس کے ذہن نشین کرو۔ اور اگر یہ بات اس کے دل میں راہ پیدا نہیں کرتی اور بیچ میں کچھ رکاوٹیں ہیں۔ تو نرمی سے ان رکاوٹوں کو فوراً اور اگر نرمی سے کام نہیں چلتا تو تم طاقت استعمال کرو۔ یہ طاقت ان آدمیوں کے خلاف ملے ہوگی۔ جو ہدائی کے مرتکب ہیں۔ اور نہ اس کا محرک ان سے نفرت کا جذبہ ہوگا۔



بلکہ دراصل ان روکاؤں کے خلاف ہوگی جو انسان کو انسانیت سے  
دور رکھنے کا سبب ہیں۔ کلمہ حق یہی ہے اور حق کے لئے جہاد کرنے  
کا یہی معنی ہے۔

جہاد بے شک بڑوں کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا  
جائے۔ تو اس سے مقصود بدی کا استیصال ہے۔ بدی سے جنگ کر  
انسانوں کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ اس جہاد میں اپنوں سے بھی  
لڑنا پڑتا ہے۔ کشت و خون تک ذرت پہنچتی ہے۔ لیکن یہ کشت و خون  
انسانی دوستی کے خلاف نہیں ہوتا۔ جنگ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام اسی یقین میں سرشار ہو کر اپنے باپوں  
بھائیوں۔ بیٹوں اور عزیزوں کے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔  
بہر حال اگر کشت و خون کا مقصد اپنے اپنے گروہ اور اپنی اپنی  
کا بچاؤ ہے تو یہ کشت و خون مردود ہے۔ اور اس کو اسلام نے  
عصیت کہا ہے۔ اور عصیت کے لئے لڑنا کفر ہے۔ لیکن انسانوں  
عامہ کے مفاد کی خاطر دل میں خلوص رکھتے ہوئے اگر کوئی لڑتا ہے۔  
اشرف ترین عمل ہے۔ اس جہاد کی فضیلت اسلام میں یہ ہے کہ  
انسانی اعمال میں ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑا درجہ دیا گیا ہے۔  
اور غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا۔ کہ درحقیقت یہی چیز تمام







ہو سکتا ہے۔ اگر اسلام پر پھر بھی ایسی ٹوئرس بنی کا الزام ہے۔ تو اسے  
اس الزام کے قبول کرنے میں ذرہ برابر بھی عار نہیں ہے۔

آہ۔ جنگ۔ ایک ناگزیر برائی ہے۔ عقل انسانی نے ہمیشہ خونریزی  
کا انداد آج تک خونریزی سے ہی کیا ہے۔ اگر اتنا باندھنے سے صلح ممکن  
ہوتی تو نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کا سردار مسیح کا منتر پذیر ہوتا لیکن  
جب تک دنیا میں ابو جہل موجود ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
اس پسندی کام نہیں آ سکتی۔

اسلام کے پیش کردہ نقاط پر مذہبی اور غیر مذہبی دنیا ایک قسم بن سکتی ہے

کسی قوم کی تنظیم اعلانیہ، یا تنظیم کی تمناؤں کے اظہار سے نہیں ہوتی  
بلکہ فکر و خیال کی ہم آہنگی اور یکسانی سے ہوتی ہے۔ اس کے لئے ایک صحیح  
اور فطری نصب العین کو عملی طور پر سنبھالنا ہو جائے ہی ہے۔ قوم تنظیم  
سکتی ہے۔ اور اس کے لئے اسلام کی بتائی ہوئی عالم گیر بنیادوں سے بڑھ کر  
کوئی نصب العین نہیں ہو سکتا۔ ان بنیادوں کو ہم نے انقلاب انگیز مکتوب  
کے صفحہ ۲ پر واضح کر دیا ہے۔۔۔ بہر حال ہماری اجتماعیت و تنظیم  
بین الاقوامی بھی ہے۔ اور بین الاقوامی بھی ہے۔ اور اس کے تحت بین الاقوامی  
بھی ہے۔ لیکن ان سب کی سرچ وہی اخلاقیات و روحانیت ہے۔



اللہ تعالیٰ کے قانون میں مذکور ہوتی ہے۔ اس لئے بقا و ترقی اور تعمیر و تنظیم کی سب سے پہلی اور سب سے آخری منزل مسلم (و غیر مسلم) کے لئے خدا کی تعلیمات کو رائج کرنا اور اس کی طرف سے دنیا کو دعوت دینا ہے۔

قرآن حکیم کے متعلق بحث آئندہ آنے والی ہے؛ اس وقت صرف اس قدر بیان کرنا مقصود ہے کہ قرآن مبین وہ کتاب ہے جس کے عالم گیر اصول نے مسلمانوں خصوصاً قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے اخلاق، اعتقاد، اعمال اور افکار و جذبات میں بھی عالم گیری پیدا کر دی۔ یہاں تک کہ اس قوم اور اس کے لڑنے پھر کی بدولت پوری دنیا میں شعوری اور غیر شعوری طور پر عالمی مقاصد کا تحقّق پھیل گیا۔ اس لئے قرآن حکیم میں اس قرآن کو پوری دنیا اور اس کے سارے جہانوں کے لئے پیغامِ ہدایت و عظمت بتلایا گیا ہے۔

إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ  
اور اسلام کے متعلق کلمہ طبر  
يُظْهِرُ عَلَى الدِّينِ كُلِّ مَلَكٍ  
تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کہے،  
آفرایا گیا ہے جس سے واضح ہے کہ اس کے شعری اور کئی اور

صرف مسلمانوں کے لئے ہی نہیں، بلکہ ساری دنیا والوں کے لئے اصولی تفسیریں  
دارین کئے اختیار کئے جائیں تو دارین کی نجات و فلاح ہے۔ اور صرف  
دارین کے لئے استعمال کئے جائیں تو دنیا کی بہبودی و ترقی ہے۔

غلط فہمی، یا لاعلمی سے سمجھ لیا گیا ہے کہ اس قرآنی لٹریچر کے مسائل



حیات اور شعور، زندگی، کسی انگلی یا پھیلے دود کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور کم از کم آج کے ترقی یافتہ دور میں ان کے لئے کوئی گنجائش نہیں، اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مذہب کو سیاسی اور معاشری میدان سے رخصت کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ مناسب وقت لا دینی تصور اور فکر پیدا کیا جائے؛ کہ اس کے بغیر عالمی نظم اور عالمی سیاست و ادارت قائم نہیں ہو سکتی۔ اور اس دور میں عالمی حکومت قائم ہونا قومی خودکشی کے مترادف ہے۔

لیکن یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ عالمی زندگی، عالمی سیاست، اور بین الاقوامی ادارت و نظم کے نام پر جب اس کے اجزاء ترکیبی، یا اسباب موانع کو گنا یا جاتا ہے تو سب کے سب وہی ہوتے ہیں جن کی طرف سب سے پہلے اسلام نے ہی توجہ دلائی ہے، اور اسی نے اس نقشہ پر عالمی نظام کا اعلان کیا ہے۔ مثلاً موانع کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ

جب تک نسلی امتیازات، اقتصادی اونچ نیچ، سیاسی برتری اور کھڑی، آقائی اور غلامی کا فرق، قومیتوں اور وطنیتوں کی تعصب آمیز حد بندیوں، قومی طبقات کا عدم توازن، رابطہ عوام کی درمیانی رکاوٹیں ختم نہ کر دی جائیں، عالمی نظام قائم نہیں ہو سکتا۔

سوال یہ ہے کہ ان موانع کو آپ کے سامنے کس نے پیش کیا

اگر اسلام نے۔ اور بلاشبہ اسی نے، اور صرف اسی نے، اور میں







یہ اندازِ تسلیم اچھا ہو یا بُرا مگر اس سے یہ بات صاف ظاہر  
ہو جاتی ہے کہ آج کی دنیا زندگی کی جدوجہد اور شکونِ حیات میں الی  
اسلامی اصولوں سے کسی طرح بھی مستغنی نہیں ہے۔ اور وہ طوعاً یا کرہاً  
ان کی طرف پھٹنے کے سوا چارہ نہیں دیکھتی۔ دنیا این اسلامی اصولوں سے  
کسی طرح بھی مستغنی نہیں ہو سکتی۔

### مغربی تعلیم یافتہ مسلمانوں سے

وہ فریب خوردہ شاہیں جو پلا ہو کر گسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے یہ ورسمِ شہرِ بیازی

آج جب کہ سنجیدہ اور فکر مند غیر مسلم بھی اسلام کے معاشی، ادبیاتی  
نظام کو اسے کسی خاص دور یا خاص فرقہ کے لئے مخصوص نہیں سمجھتے۔ تو  
مسلمانوں کے لئے اس کی کیا گنجائش نکل سکتی ہے کہ وہ اسے کسی دور کے  
ساتھ مخصوص سمجھنے کی جرأت کریں۔

نیز جب کہ عامۃً اقوامِ دنیا کی بین الاقوامی زندگی ہی ان شکونِ حیات  
کے بغیر زندگی نہیں بنتی۔ گویا کہ کسی قوم کو بھی اس بارہ میں مسلم بننے بغیر چار  
نہیں ہوتا۔ گو وہ بلا اعلان اور بلا عنیدان ہی کے مسلم بنے۔ تو خود مسلم قوم کی  
زندگی اسی دستورِ حیات کے بغیر کیسے بن سکتی ہے۔ اور کل طرح کی زندگی کھلائی  
جاسکے گی۔



یوکرین تہذیب و تمدن سے اثر پذیر مغرب اللہ تعالیٰ فرزند ان احکام  
 ک غلط فہمیاں نہ فتح کیلئے اور مغرب نفسی پر تشہیر ہونے کے لئے ایک علیحدہ  
 مجموعہ ”غربی تصور و شاہین“ کے عنوان سے جو دو صد سے زائد تصانیف  
 پر مبنی ہوا ہے۔ مرتب کر لیا ہے جس میں مغربی قوموں کی اسلامی دشمنی اور  
 اسلام و بائیسے اسلام کے متعلق خطرناک چالیں اور سازشیں کی ہیں۔ اور دنیہ  
 اپنی قوم اور دنیا کی قوموں کو اسلام جیسے حق اور عالم گیر مذہب سے بدظن  
 اور متنفر کرنے اور پھیلنے کی کوششیں کی ہیں اور جو اس سلسلہ میں انہوں  
 نے قلابازیاں بکھائی ہیں۔ ان سب باتوں کو کھول کر تاریخی و علمی اور عقلی  
 معیار سے وائسٹاٹ کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ یہ مجموعہ بھی نازک سے سلے  
 اس مجموعہ کے بعد پیش کیا جائے گا۔ جتنی جلدی ہمارے سے معاونین اس کی تیاری  
 میں ہماری امداد کریں گے اتنی جلدی جلد شائع ہو سکے گا۔  
 بہر حال ایک تو بنو اسلام کا اپنا مذہب ہی ایک زبردست دلیل ہے  
 کہ یہ انسانوں کی وضع کردہ چیز نہیں ہو سکتا بلکہ ایسے مذہب اور نظامِ مذہب  
 کا واضح خدا ہوا ہو سکتا ہے۔

### تہذیب قرآن

دوسرے چونکہ اس دین کی اصلی اساس قرآن ہے اور قرآن اللہ تعالیٰ  
 کی اپنی کلام ہے اور اسلام کی تہذیب بھی ہے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس



ذریعہ سے بھی حق و حقیقت کے حاملوں کے سامنے اسلام کی حقائق و صداقت کو پیش کیا جائے۔

ویسے بھی جو کچھ دین اسلام کے متعلق پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ دین اسلام کسی ایک ملک، قوم، یا زمانہ کے لئے مخصوص نہیں، اور اسلام تمام انسانیت کا دین ہے وغیرہ۔ اور پھر یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ قرآن ہی اس دین اسلام کا قانون اساسی ہے اور ترجمان بھی ہے، تو یہیں سے یہ دعویٰ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ قرآن بھی خدا تعالیٰ کی کلام ہے جس نے ایسا عالم گیر نظام پیش کر دیا جو انسانوں کی قدرت و طاقت سے باہر ہے۔

قرآن شرافت میں جو باتیں بطور دلائل اختیار کی گئی ہیں۔ اس میں ایک نمایاں استدلال واضحات کا استدلال ہے۔ جس کی اصل حقیقت ان کے سامنے والوں کو بھی معلوم نہ تھی۔ قرآن حکیم نے ان حقائق کو آج سے پندرہ سو سال پہلے ایک امتی کے ذریعے واضح کر دیا اور اب عہد آثارِ قدیمہ کی تحقیقات کا سلسلہ ان کی تصدیق کرتا جا رہا ہے۔

لیکن اس مہم و التزامی اور بیرونی ثبوت کے علاوہ خود اللہ تعالیٰ نے جو قرآن حکیم کے متعلق اپنے کلام ہونے کا چیلنج کیا ہے۔ انشراح صدر کے لئے اس کا بیان کتاب بھی نہایت ضروری ہے۔ اس لئے اب ہم قرآن حکیم کے متعلق بحث شروع کرتے ہیں۔



## عقل اور قرآن

آؤ ہم اپنے تحقیقاتی فانوس کا رخ قرآن کی طرف کریں اور دیکھیں کہ وہ اس جانب پڑتالی میں کیسا اترتا ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے جو پہلی چیز پیش نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ بچائے اس کے کہ عقل قرآن کا مقابل کرے۔ قرآن عقل کو چیلنج دیتا ہے اور یا آواز بلند کرتا ہے کہ عقل تو کہاں ہے؟ کیوں مجھ سے گریزاں ہے؟ آجیہ سے پار آنکھ ہو حقیقت کو دیکھ اور اس کو قبول کہ قرآن کہتا ہے کہ مجھے بیوقوفوں سے سروکار نہیں۔ کچھ شک نہیں کہ خدا کے نزدیک تمام جانداروں سے بدتر اہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے (۵۶ م - انفال)

اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر گندگی ڈالتا ہے (۵۱۰ م - یونس)

خدا فرماتا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو عربی میں آتا۔ تاکہ (اس میں)

عقل لڑاؤ (۱۶۲ - یوسف)

ہم نے تمہاری طرف ایسی کتاب نازل کی ہے۔ جس میں تمہارے لئے

یاد دہانی ہے۔ کیا یہ تمہاری عقل میں نہیں آتا (۱۱۶ م - انبیاء)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں اور اسے عقل والے

ہی سمجھ سکتے ہیں (۱۳ عنکبوت)

ہم اپنی آیتیں کھیل کھیل کر دیں اگر تم عقل رکھتے ہو تو سمجھو (۹ م - عمران)



اسی طرح خدا اپنی آیتیں کھیل کر بیان کرتا ہے تاکہ تم سمجھو (۴۶ نور)  
 اسی طرح وہ تم کو وصیت کرتا ہے تاکہ تم سمجھو (۹۶ الاحقاف)  
 خدا تعالیٰ اپنے وسیع داور و حدانیت کو زبردستی منہانا نہیں چاہتا اور  
 عذاب کا ڈر بتا کر انسان سے اعمالِ حسنہ کرانا نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ چاہتا ہے  
 کہ انسان اپنی عقل سے کام لیکر قرآن کی تعلیم قبول کرے۔ اور اس کا عقل اس  
 کے عقیدے پر اور اس کا عقیدہ اس کے غور و فکر کے نتیجہ پر مبنی ہو۔ خدا منظر  
 قدرت کی طرف انسان کو توجہ دلاتا ہے۔ گفتارِ مکہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے اس بات کے ثبوت، ہیں کہ وہ خدا کے پیغام بردار ہیں۔ نشانی معجزہ طلب  
 کرتے ہیں۔ تو اس کے جواب میں قرآن پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے بڑھ کر عقل  
 کی تشغی کے لئے کوئی نشانی نہیں ہو سکتی۔

یہ پیغام ہر ایا حکمت ہے جو حکیم برحق کی طرف سے کتابِ حکیم کے  
 ذریعہ سے اس رسولِ حکیم کی انسانِ حکمت سے جس کے گھروں میں اللہ کی آیتیں  
 اور حکمت کی باتوں ہی کا تذکرہ ہوتا تھا (۷۷-۷۸ احزاب)

انسانوں کو حکمت سکھانے کے لئے اتنا کیا ہے۔ اس کی تعلیم  
 سے خود عقل کو جلا ملتی ہے اور اس میں تیزی پیدا ہوتی ہے۔

پیشین قرآن تمام قورموں کے نام  
 یہ پیشین مسلمانوں کی طرف سے نہیں ہے کہ یہ سمجھ کر اس کو نظر انداز نہ



کہ دیا جائے ؟ بلکہ یہ چیلنج خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جس کا یہ قرآن مجید  
 کلام ہے۔ اس چیلنج کا عاجز کرنے، یا کسی تہدید پر ہی مبنی ہونا  
 ضروری نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک ایسی گہری حکمت پر بھی مبنی ہو سکتا ہے۔  
 جس میں بندوں کا فائدہ بر غم نظر دکھا گیا ہو۔ اور انہیں مطمئن کرنا منظور نظر  
 ہو۔ وہ یہ کہ فطرتاً خدا پرست انسان جب کسی قہری بات میں شک و تردد  
 میں مبتلا ہوتا ہے۔ اور اپنے غور و فکر سے یقین حاصل نہیں کر سکتا۔ اور  
 کسی کی بات پر اس کو اعتماد حاصل نہیں ہوتا، تو لا محالہ اپنے خدا کی طرف  
 رجوع کرتا ہے۔ پس ایسی حالت کے پیش آنے کے وقت ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ  
 کی طرف سے اس کے سامنے رہنمائی کے لئے ایسی کتاب پیش کی جائے جو خدا  
 ہی کی کلام ہونے میں یقین ہو۔ تاکہ خدا پرست انسان کو اس کے فیصلے پر  
 یقین حاصل ہو جائے اور تمام شکوک و شبہات رفع ہو جائیں اور اس کا  
 حل مطمئن ہو جائے۔ پھر اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس کے کلام خدا  
 ہونے کے واسطے بھی پختہ ثبوت ہو کہ یہ خدا کا ہی کلام ہے اور اس کا  
 ہی یہ فیصلہ ہے غیر کا نہیں ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کلام کو معجزہ قرار  
 دیدیا۔ اور چیلنج بھی کر دیا کہ یہ ایسا کلام ہے جس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔  
 اور اس میں کا ہر فیصلہ میرا اپنا فیصلہ ہے۔ اور اس کی ہر بات میری اپنی  
 کہی ہوئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ قرآن کو معجزہ قرار نہ دیتا تو اس کے بندے



قرآن سے مطمئن نہ ہوتے۔ اور اس لئے یہ اعلان بھی کر دیا کہ یہ میرا کلام  
 بالفاظہ ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ کوئی اس کو بدل نہیں سکے گا، فرمایا  
 اِنَّا نَحْنُ الَّذِیْنَ کُنَّا الذِّکْرُ وَاِنَّا  
 کُنَّا لَحَافِظُوْنَ - اور فرمایا ہے اور ہم ہی پاسبان بھی ہیں۔  
 لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ  
 یَدَیْهِ وَاَوْخَا مِنْ خَلْفِہٖ تَنْزِیْلُ  
 مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ  
 اس میں باطل کسی جانب سے نہیں آ  
 سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ رب العالمین کی طرف  
 سے اتارا گیا ہے۔

قرآن کا چیلنج - اسلام کے مکمل ہونے، محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے خاتم نبوت ہونے، اور قرآن حکیم کے مکمل دستور العمل ہونے  
 کی حکمت پر مدنی معلوم ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ اور حکمتیں بھی ہو سکتی  
 ہیں۔ لیکن یہ بھی ایک ایسی حکمت ہے کہ ہر ایک غور و فکر کرنے والے  
 کے لئے قرآن مجید کے معجز ہونے کی دلیل بن سکتی ہے۔

ادب کی تینوں باتوں کا ہمیشہ اور ساری دنیا کے لئے ہونا۔ ایک  
 حیرت انگیز بات ہے؛ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی صداقت تقریباً پونے  
 چودہ صدیوں سے روز روشن کی طرح ثابت چلی آ رہی ہے۔ صحیح عقل و فکر  
 رکھنے والے دل و دماغ اور عقلی دنیا اس کو مانتے چلے آ رہے ہیں۔



بلکہ جس قدر بھی دنیا زیادہ ترقی کرے گی۔ ان باتوں کی حقیقت اور صداقت  
 زیادہ سے زیادہ روشن ہوگی۔ یہ جو کچھ کہا جا رہا ہے؛ حسن عقیدت یا مذہبی  
 اعتقاد کی ہی بات نہیں۔ بلکہ کسی زمانے کا فلسفہ اور سائنسی تحقیقات ان  
 باتوں کو غلط نہ ٹھہرا سکیں۔ یہ صحیح ہے کہ آج کل کے اکثر مسلمان قوم کے  
 افراد جاہل اور اویام پرست ہیں۔ جو کوئی قیستے کہا فیوں اور احمقانہ عقائد  
 پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر جہاں اسلام کے مستقل احکام ذہن انسانی کو  
 اتنا بلند کر چکے ہوں وہاں اس قسم کے غالی خولی عقائد زیادہ دیر نہیں  
 ٹھہر سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر اویام بھی علیم مانی  
 کا چربہ ہیں۔ سورج اسلام کا یہ تقاضا ہے کہ اب علیم جدیدہ کی روشنی  
 میں ان اویام کی نظیر کی جائے اسلام مذہبی پر عقل ہے۔ اسلام  
 میں ایسے شخص کے لئے کوئی گنجائش نہیں۔ جو سپینرٹ اکسٹائن کی  
 طرح یہ کہے کہ میں اس پر ایمان لاتا ہوں۔ کیونکہ یہ ناقابل فہم ہے۔  
 قرآن جگہ جگہ یہ کہتا ہے کہ جو مذہب عقل کی کسوٹی پر پورا نہیں اتر  
 سکتا وہ جھوٹا ہے۔ وہ لوگوں سے بار بار کہتا ہے کہ وہ مذہب کے بارے  
 میں اپنی عقل بالخصوص عقل سلیم کو کام میں لائیں۔ تمام تاریخی تجزیہ شاہد  
 ہے کہ انسانی ترقی کے لئے بہت سی آناوانہ سیج بپارہاں ضروری  
 ہے۔ یہی تاریخی تجربہ ہمیں بھی بتاتا ہے کہ جو قومیں اللہ پر ایمان رکھتی ہیں



ہیں۔ وہ پستی میں گر جاتی ہیں۔

کیا یہ دونوں چیزیں (۱) اللہ پر جیتا جاگتا ایمان ؛ (۲) آزادانہ سوچ بچار مستفاد ہیں ؟ مغرب کے بہت سے مفکر تو یہی رائے ظاہر کرتے ہیں۔ بلکہ ایک مشہور مغربی سیاستدان سے یہ قول منسوب ہے کہ اللہ کا عمل سیاست میں کوئی حصہ نہیں ؛ چونکہ تحقیق کسی کا وہ نمونہ جو یورپ نے ازمندہ وسطے میں دیکھا تھا ایسا تھا جو معجزوں کی کہانیوں اور گرجوں کی رسموں سے لازم ملزوم تھا۔ اور ان دنوں لوگ تحقیق کسی کو نیلے بد سے فرار اور پناہ کی جگہ سمجھتے تھے اس لئے ان لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا کہ تحقیق کسی۔ ہر صورت میں ناقابل عمل اور کسی راہب یا مذہبی جذبی کا خواب ہے۔ جدید سائنس (ایسے) معجزوں کو ناقابل قبول قرار دے چکی ہے۔ اور آج کل لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اس دنیا کی دولت سے فائدہ اٹھانا، اور اس دنیا میں اپنی حالت کو بہتر بنانا ان کا فرض ہے۔

تحقیق کسی کا وہ تصور جس کی بناء معجزوں پر ہے، اور جس کا انسانی ضروریات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ دراصل باایوسی پر مبنی ہے۔ اس کے مطابق یہ دنیا شیطانی کارگاہ ہے۔ اس لئے ہر نعمات کے طالب کو دنیا سے بھاگنا چاہیئے۔



لیکن ہر حال اسلام نے ثابت کر دیا ہے کہ ان دونوں یعنی اللہ تعالیٰ میں جیتا جاگتا ایمان اور آزادانہ سوچ بچار میں قطعاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ اسلام کے ابتدائی اور کامیاب دور میں جہاں مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ پر سچے ایمان تھا۔ وہاں وہ اس کے ساتھ دنیا کے ہر موضوع پر آزادانہ سوچ بچار بھی کرتے تھے۔

اسی طرح وہ تحقیق کیسی جو فطری اور ادبی سچائیوں پر مبنی ہو وہ تو موجودہ دور کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ تاکہ اس دور کی زہرناک منطوب پرستی کی روک تھام ہو سکے۔ ایسی تحقیق کسی کی بنیاد میں فطرت پر استوار ہونے کے باعث سائنس کی تحقیقات یا انسان کی پروانگی سے متزلزل نہیں ہو سکتیں۔ سائنس کی ترقی دنیا کے جتنے زیادہ عجائب دریافت کرے گی۔ اتنا ہی زیادہ سچا مسلمان اللہ تعالیٰ کے جلال و الوہیت اور بادشاہی کا قائل ہوتا جائے گا۔

جب تک فطری قوانین قائم ہیں۔ اور جب تک انسانوں اور قوموں کے بعض افعال کے اچھے یا بُرے شریک مرتب ہوتے ہیں۔

اس وقت تک ضروری ہے کہ انسان اپنی زندگی میں اپنی مرضی کے اور کوئی اعلیٰ مشیت تسلیم کرے، اور اپنے فیصلے سے اوپر کسی اعلیٰ مشیت



کے فیصلہ کا منتظر رہے، اور اپنی سرعنی کو اس اعلیٰ ہستی کی رضا کے  
سپر دکر دے تاکہ اسے کامیابی حاصل ہو۔ قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق  
بھی اسلام ہے۔

### معجزے کی حقیقت

اسلام کی تعلیم کے مطابق نہ معجزے خدائی کا ثبوت ہیں۔ اور نہ وہ  
قوانین فطرت کے منافی ہیں کیونکہ قوانین فطرت خدا کے بنائے ہوئے  
ہونے کی وجہ سے مقدس ہیں۔ معجزے صرف انسانی ترقی سے بعض ایسی مثالیں  
کو ظاہر کرتے ہیں۔ جہاں وہ قوانین جو عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہیں  
ظاہر ہو جاتے ہیں۔ نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بہت سے معجزے  
منسوب ہیں۔ مگر سنجیدہ مسلمان ان معجزوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی صداقت کے ثبوت کے طور پر بیان کرنے کا خیال بھی اپنے دل میں  
نہیں لاسکتا۔ تمام معجزوں سے بڑا معجزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پتلا  
قرآن۔ اور حضور کی شخصیت ہیں۔ آپ کے ارشادات، اور آپ کی  
زندگی، آپ اپنا ثبوت ہیں۔

قرآن۔ پیغام قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت  
ان تین چیزوں کو باری تعالیٰ نے انسانی زندگی کے لئے ہمیشہ  
کے واسطے اصل اور بنیاد قرار دیدیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے سے



اور اس کے فیصلے اٹل ہیں چنانچہ جب سے اس فیصلے اور قرار داد کا اعلان ہوا ہے۔ پر پتھر پیا اپنی پوری شانِ صداقت سے بستر راج تک محفوظ و معمولی بہا چلی آرہی ہیں۔ لوگوں نے الی گھٹانا اور مٹانا چاہا، مگر ایسے لوگ سب خائب و خاسر ہوئے یا مٹا دیئے گئے۔ کیا اس سے بھی بڑھ کر کسی صداقت اور حفاظت کی وسیلہ ہو سکتی ہے؟

### قرآن حکیم خدا کی ہی کلام ہے

اندولی دلائل — بیرونی دنیا میں اس کے دلائل اس قدر ہائے جا رہے ہیں کہ انکار کرتے کے لئے سخت درجہ بلا و شبہ ذہن اور ایک انتہائی اندھے پن اور آخری درجہ کے تعصب کی ضرورت ہے۔ آئندہ وہ شواہد بھی پیش کئے جائیں گے۔ پہلے قرآن مجید کے اپنے دلائل جو اہل بارہویئے ہیں پیش کرتے ہیں۔

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اِسْ كِتَابُ الْقُرْآنِ (ہیں کوئی شک نہیں یہ  
هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ تو تقویٰ اختیار کرنے والوں کو ہدایت دے گا)

قرآن مجید :- یعنی قرآن فی حد ذاتہ معجزہ ہے یہ ایسا معجزہ نہیں جو کسی غیر متعلق واقعہ کی مثال پیش کر کے سمجھ لیا جاتا تھا کہ ثبوتِ مکمل ہو گیا۔  
ادام غزالی رحمہ نے اس طرز کی نسبت کیا خوب لکھا ہے کہ اگر کوئی بھانڑا متی کا تماشا کرنے والا معجزہ سے کہے کہ تین کا عدد دس سے نہادہ ہوتا ہے اور



اس کا ثبوت چاہو تو میں اس چھٹری کا سا نیپ بنا کر دکھا دیتا ہوں، تو  
 میں بے شک اس کے ہتھکنڈے کا تو قائل ہو جاؤں گا۔ مگر اس کے دعویٰ  
 کو کسی طرح تسلیم نہ کروں گا۔ باایں ہمہ ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک  
 یہی منطق یورپ بھر میں رائج رہی اور اسی قسم کے لٹو دعوے ایسے ہی  
 فضول و مہمل ثبوت پر صحیح نامے جاتے رہے۔ لیکن قرآن مجید ایسا نہیں یہ  
 خدا تعالیٰ کی کتاب ہے اور خدا تعالیٰ کی ذات ہر قسم کی خطا سے مبرا  
 ہے اس لئے اس کی کتاب بھی شک و شبہات سے بالکل پاک ہے۔ قرآن  
 یقین ہے۔ بصیرت ہے۔ نور ہے ہدایت ہے۔ فرقان ہے۔ وہ  
 دلوں کو اطمینان اور دماغ کو سکون عطا کرتا ہے۔ اور ان حقائق  
 سے پردہ اٹھاتا ہے جن کا ادراک خود عقل نہیں کر سکتی۔ پھر قرآن کا  
 کام یہ ہے کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہیں  
 ہدایت کی روشنی عطا کرتا ہے۔ قرآن کہیم نے کئی جگہ اپنے کو اللہ کا کلام  
 ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اس کے بارے میں چیلنج بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً  
 سورہ بقرہ ع ۱۰۱۔ سورہ آل عمران ع ۴۔ سورہ اہزاب ع ۲۔ سورہ  
 بنی اسرائیل ع ۵۔ سورہ طور ع ۲۔ ان میں سے ہر ایک مقام کو آپ  
 کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔

تنبیہ۔ ابتداء میں پورے قرآن کی توری کی گئی تھی، پھر کس صحت



سے ہوئی۔ پھر ایک سورۃ سکھ ہوئی، جیسا کہ بقرہ اور یونس میں  
گویا ان کا پھر تہذیب و تمدن نمایاں کیا گیا۔ سورۃ بقرہ ص ۳۰ -

وَعَلَّامٌ كُنْتُمْ فِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ  
نَزَّلْنَا سَحَابًا مَّعْبُورًا فَاتَّقُوا  
يَوْمَ مَعْرَئِهِمْ يَوْمَ يَشْهَدُونَ  
شَهِدًا كَمُتَّعْتُمْ دُورًا  
اللَّهُ إِنَّا كُنْتُمْ صَادِقِينَ  
فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا  
فَاتَّقُوا النَّاسَ الَّتِي  
النَّاسُ تَرْجُونَ أَمْ يَحْسَبُونَ  
لَهُمْ عِلْمٌ بِغَيْبَاتِنَا  
اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب ہم  
نے اپنے بنے پر اتاری ہے یا یہ ہماری ہے یا نہیں تو  
اسکے مانند ایک ہی سورۃ بنالو، اپنے سارے تمہارا  
کو بلاو ایک اللہ کو چھوڑ کر مائی جس کی چاہو  
لے لو۔ اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ  
لیکن اگر تم سناہ الیہ نہ کیا، اور یقیناً کہیں نہیں  
کر سکتے تو دوسرا اس آگ سے جس کے ایندھن  
بنیں گے انسان اور پتھر لے جو میری کی کو ہے  
تمہاری حق کے لیے

۱۔ اس سے پہلے کہ میں نے کیا بار بار بتایا تھا کہ اگر تم اس قرآن کو انسان کی  
تصنیف سمجھتے ہو تو اس کی مانند کوئی کلام تصنیف کر کے دکھاؤ، اب مدینہ میں پہنچ کر پھر  
اس کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔

۲۔ اس میں اطمینان کا اشارہ ہے کہ وہاں صرف تمہاری دوزخ کا ایندھن نہ بنو گے، بلکہ تمہارے  
مذہب بھی وہاں تمہارے راتہ راتہ ہی موجود ہوں گے۔ جنہیں تم نے اپنا معبود و معبود بنا لیا ہے۔  
اس وقت تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ خدا ہی میں یہ کتنا دخل رکھتے تھے تو ہم قرآن



أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ وَلَا تَعْلَمُوا مِنْهُ  
 اِشْتَدَّ عَلَيْهِمْ مِنَ الْكُفْرِ الْغَوَاثُ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ حُجَّةٌ وَلَا يَكُونُ لَهُمْ حُجَّةٌ  
 كَذِبٌ كَرِيمٌ

تم سچے ہو۔

تشریح :- یعنی اگر میں بنا لایا ہوں تو تم بھی میری طرح بشر ہو  
 سبب لڑا کہ ایک صورت جیسی بنا لاؤ۔ ساری مخلوق کو دعوت دو تو سمجھ  
 لیا جائے گا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ  
 لے سکتے ہیں۔ مگر سوال ہے کہ کوئی مخلوق ایسا جو ہند کر سکے۔ جس طرح خدا کی  
 جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج، خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے  
 سے دنیا عاجز ہے۔ اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا  
 عاجز رہے گی۔

بَلْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كَذِبًا مُّكْتَرَمًا  
 يَكْتُمُونَ مَا فِي بُحُورِهِمْ نَارًا زَاكِيًا لَا يَذوقُ حَرًّا  
 بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے کھنڈ  
 پر انہوں نے قابو نہ پایا۔ اور ابھی آئی نہیں  
 اس کی حقیقت۔

(پیش ۴۶)

تشریح :- یعنی قرآن کو منقری کہنا سمجھ کہ نہیں۔ محض جہل و سفاہت  
 اور قلت تدبر سے ہے۔ تعصب اور عناد انہیں اجازت نہیں دیتا کہ  
 اللہ سے دل سے قرآن سے حقائق اور وجوہ انجائز میں غور کریں۔ بد فہمی یا



تو اس کے منہ کمر پہ کے ٹھیک اتھو اور نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآن پاک کے  
علائق و عجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے تو جھٹوٹنا شروع کر دیا۔

آلِہٖ یَقُولُوا اِنَّا نَحْنُ اَوْلٰی قُلُوْبًا  
یَعْرِضُ سُوْرَتُہٗمُ مُمْتَرًا یَاۤتِیْ فَاۤتُخَوَّ  
ہِیْنَ اِنْکُحْتُہُمْ مِنْ دَرَنِ اللّٰہِ  
اِنْ کُنتُمْ صَادِقِیْنَ۔ تُوْرَتُ لَہٗ  
یَسْتَحِیْیُوْنَ اَلَّہُ فَاَعْلَمُوْا اَنَّا  
اُنْزِلَ بِحِیْلِ اللّٰہِ فَاَنْ کَاۤیِلَہٗ  
اِذَا هُوَ فَاۤیِلَہٗ اَنَّا نَحْنُ مُمْتَرًا

کیا کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے تو قرآن  
تو کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک دس سو تھیں  
ایسی بنا کر، اور بلا تو جس کو بلا سکوا اللہ کے  
سوا، اگر ہو تم سچے، پھر اگر نہ پورا کریں  
تو راکھنا تو جان لو کہ قرآن تو آفر ہے  
اللہ کی وحی سے، اور یہ کہ کوئی حاکم نہیں  
اس کے سوا پھر اب تم حکم ملتے ہو؟

(ہود ۲۴)

تشریح :- یعنی فرما کشتی بتر سے طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا  
مصلحت نہیں، جو سب سے بڑا متبرہ قرآن ان کے سامنے ہے۔ اس سے  
مانتے ہیں، کہتے ہیں یہ تو (مجادلہ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی کھڑکتی ہے۔  
اس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب، ہوا نہیں متنا و بلا غفلت کا و غلو کا  
رکھتے ہو۔ سب مل کر ایسی ہی دس سو تھیں مگر غرور پیش کر دیا اور ان  
کا ہم میں مدد دینے کے لیے تمام مخلوق کو بلا کہ اپنے ان مجبوروں کو بھی بلا  
لو جنہیں خدا فی کافر کیسے سمجھتے ہیں، اگر نہ کر سکو، اور کچھ نہ کر سکو۔ لیکن تو



سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے۔ جس کا مثلی ماننے سے تمام مخلوق عاجز رہ جائے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہو جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثلی نہیں ہو سکتا، اس کی ذلت و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار ہونے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔

قُلْ لَئِنْ اجْتَمَعَتْ الْأَشْقٰقُ  
الْبَشَرُ عَلَىٰ اَنْ يَّآلُوْا بِمِثْلِ  
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ  
وَلَوْ كَانَتْ كَبُضُّهُمْ لِبَعْضٍ  
ظہیر بن ابراہیم (۹۶)

کہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ وہ ہیں  
ایسا قرآن، ہرگز نہ لائیں گے۔ ایسا قرآن،  
اور پڑھے ہو کیا کریں ایک دوسرے کی۔  
(ترجمہ مولانا شبیر رح ۱۷)

ظہیر بن ابراہیم (۹۶)

تشریح :- تقویم القرآن میں سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹- کی آیات  
میں قرآن کے کلام الہی ہونے کی تین دلیلیں پیش کی ہیں۔

۱۔ یہ قرآن اپنی زبان، اسلوب بیان، طرز استدلال، مضامین،  
مباحث، تعلیقات اور اخبار غیب کے لحاظ سے ایسی بے مثل کتاب ہے  
کہ ایک انسان تو کیا تمام انسان مل کر بھی اس طرح کی کتاب تصنیف  
نہیں کر سکتے، بلکہ اگر وہ جن بھی جنہیں مشرکین نے اپنا معبود دینا رکھا



ہو، اور جن کی موجودیت پر یہ کتاب علامہ غریب لوگاری ہی ہے، منکرین  
قرآن کی بددیہہ کھٹ ہو جائیں۔ زبان کہ اس قابل نہیں بنا سکتے کہ قرآن  
کے پاسے لگی۔ کتاب تصدیق کر کے اس چیلنج کو روک سکیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہیں باہر سے یکایک  
ٹھہرے درمیان نمودار نہیں ہو سکتے، بلکہ اس قرآن کے نزول سے پہلے بھی  
چالیس سال ٹھہرے درمیان رہ چکے ہوں۔ کیا دعویٰ نبوت سے ایک دن  
پہلے بھی کبھی تم نے ان کی زبان سے اس طرح کا کلام سنا، اور ان مسائل  
اور مضامین پر مشتمل کلام سنا۔ یقیناً نہیں سنا تھا۔ تو کیا یہ بات تمہاری  
موجود میں آتی ہے کہ کسی شخص کی زبان، خیالات، معمولات اور طرز فکر و  
بیان میں یکایک ایسا دلیر واقع ہو سکتا ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں قرآن سنا کر کہیں  
غائب ہو جاتے ہیں، بلکہ ٹھہرے درمیان ہی رہتے رہتے ہوں۔ تم ان  
کی زبان سے قرآن بھی سنتے ہو اور دوسری گونگوں اور تقریبوں بھی  
سنا کرتے ہو، قرآن کے کلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں زبان  
اور سلاسیہ کا اتنا نمایاں فرق ہے کہ کسی ایک انسان کے دو اہل قدر  
مختلف اصناف کبھی ہوسکتے ہیں، یہ فرق صرف اس زبان ہی میں واضح  
نہیں تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لوگوں میں رہتے



ہوتے تھے۔ بلکہ آج بھی حدیث کی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور خطبے موجود ہیں۔ ان کی زبان، اور اسلوب، قرآن کی زبان اور اسلوب سے اس قدر مختلف ہیں۔ کہ زبان و ادب کا کوئی سرکشناں نقاد یہ کہنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے کلام ہو سکتے ہیں۔

مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو۔ سورہ یونس آیت ۱۰۱ کا حاشیہ "اَمْ يَتَذَكَّرُونَ تَقُولُ لَهُمْ لَا يَتَذَكَّرُونَ فَلْيَاذْكُرْهُمْ اِنْ يَتَذَكَّرُونَ اِنْ هُمْ اَعْبَادُ رَبِّكَ"۔ آیت کوئی بات اس طرح کی اگر وہ سچے ہیں۔ تشبیہ۔ یعنی کیا یہ خیال ہے کہ پیغمبر جو کچھ سناتا ہے۔ اللہ کا کلام نہیں؛ بلکہ اس پر دل سے گھڑ لایا ہے اور جھوٹ موٹ خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ سو نہ ماننے کے ہزار بہانے، جو شخص ایک بات پر یقین نہ رکھے، اور اسے تسلیم نہ کرنا چاہیے، وہ اس طرح بے سرو پا احتمالات نکال کر دیتا ہے۔ ورنہ آدمی ماننا چاہیے تو اتنی بات سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ وہ دنیا کی تمام طاقتوں کو اکٹھا کر کے بھی اس قرآن کا مثل نہیں دے سکتے اور جیسے خدا کی زمین جیسی زمین اور اس کے آسمان جیسا آسمان بنانا کیسی سے ممکن نہیں۔ اس کے قرآن جیسا قرآن بنانا بھی ممکن نہیں، محال ہے۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الْوَيْهُ الْمُبِينُ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَسَتَعْلَمُ



المشاہدہ داکٹر وحید ؒ جو آسمانوں اور زمینوں کے تمام اسرار جانتا ہے۔

ایک کی آیات کے تحت مولانا سلیمان صاحب منصور پوریؒ نے لکھا ہے کہ غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا کے کسی ملک میں کبھی ایسا ہوا ہے کہ ایک شخص سنہ کوئی ایسا دعویٰ کیا جو جو دنیا پھر سے نہالا اور فائق تر ہو۔ اور ثبوت میں ہمیشہ کے لئے ایک تصدیق کو پیش کر دیا ہو اور اس کو اپنے صدق و کذب کا معیار ٹھہرایا ہو۔ اور اس دعویٰ کا انکار کرنے والوں کو فحش عتاب دیا اور غلو و غیرہ کی ذلتوں کے مواہید سے جوش بھی دلایا ہو۔

حیرت افزا چیلنج جس کا اب تک جواب نہیں دیا جاسکا  
دیا بھی نہیں جاسکے گا

آں کتاب زندہ قرآن حکیم	حکمت اولیٰ الابدان
نقش قرآن تادم عالم نشست	نقشہ اسرار کائنات
نقشہ اسرار تکوین حیات	سبب نشاندہ اثر و قشش کبر و شہادت
رد زماں از حفظ اور ہر شدند	از کتاب صاحب و قدر شدند

(اقبال مرعوم)

آج تک ساری دنیا کی آبادی سے قرآن حکیم کا چیلنج آ رہا ہے کہ میں سورہ فاتحہ کی بسم اللہ سے شروع کروں سورہ الفاتحہ کے میں تک نہیں پڑوں پر مشتمل خدا تعالیٰ کی کلام ہوں۔ اور میرا ایک حرف بھی غلط



کی طرف سے نہیں ہے۔ اگر دنیا کی ساری آبادی میں سے کسی کو میرے  
متعلق خدا کی کتاب اور کلام ہونے میں شک اور تردد ہو تو اس کو پہنچ  
ہے کہ میری سورتوں جیسی ایک صورت چھوٹی صورت بنا لے۔

کیا اس سے زیادہ اہم اور حیرت انگیز کوئی عظیم الشان علمی  
اور عقلی حقیقت اور حقائق ہو سکتی ہے؟ کہ اسے شک پور سے پورہ  
سوسال سے اس قدر طویل مدت میں سب سے شہادۂ انسان دنیا میں پہنچنے  
چلے آئے ہیں۔ اور کسی زمانہ میں بھی کوئی انسان قرآن کا جواب  
نہ دے سکا۔ اور نہ اس وقت سے اس وقت تک برابر علم  
اور عقلیت میں ترقیات پذیر چلا آ رہا ہو؟ دنیا کے جغرافیہ بدل گئے  
ہوں اور علم و نظریات نے مختلف متبدل صورتیں اختیار کر لی ہوں، اور  
ہر ایک بدلنے والی چیز کے آخر فنکار جدید اور قدیم کا اضافہ ہوتا چلا آ  
رہا ہو مثلاً فلسفہ جدید فلسفہ قدیم۔ نظریہ جدید۔ نظریہ قدیم آہ لیکن  
اگر نابہ لا ہو صرف ایک قرآن اور قرآن کے پیش کردہ اصول اور  
اس کی صداقتیں اور اس کے فیصلے۔

قرآن حکیم نے بدلنا نہیں تھا۔ وہ قدیم ایک زمانہ کے مناسب  
پہلے ہی اپنے اندر مضبوط اصول و قوانین مخزون کئے ہوئے تھا۔ جو  
چیزیں اسے وجود میں آ رہی ہیں اور جن نظریات کی تصدیق ہو رہی



ہے۔ قرآن کریم پس نے چودہ سو سال پہلے ہی سے اس کی خبر دے چکا تھا۔  
 لوگوں نے قرآن کی پیش کردہ باتوں کو عقل سے بعید اور محال سمجھا لیکن  
 تجربات اور تحقیقات اور علوم سائنس ان پر مہر تصدیق لگا رہے ہیں۔  
 قرآن حکیم کے بیان کردہ باتوں کی صداقت قرآن کریم کے نزول  
 ہی کے وقت سے ظاہر ہوتی چلی آ رہی ہے۔ ہر ایک بات جو اپنے  
 زمانہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہو کر رہے گی۔  
 جیسا کہ اسے تک ہوتا چلا آ رہا آئندہ بھی ایسا ہوگا۔

قرآن کریم ایسی باتوں کو جو ہمارے سبب دائرہ علم سے باہر اور ہمارے  
 اور اس کی حد سے باہر ہیں۔ ان کو علم و حکمت کے ساتھ پیش  
 کرتا ہے۔ اور علم و عقل کے اعتبار پر پرکھ کر قبول کرنے کی دعوت دیتا  
 ہے۔ قرآن کہتا ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَنِ  
 قُلُوبٍ أَقْفًا كُنَّا۔ ان کے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو  
 إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا  
 وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ  
 اللَّهِ وَمَا أَنَا رَحِمٌ  
 كَامِلٌ۔ کہہ دیجئے کہ میرا جو یہ راستہ ہے تو میں اس  
 کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی طرف عقلی و بصیرتاً  
 ہوں۔ بصیرت کی روشنی میں دعوت میرا  
 کام ہے۔ اور یہی کام میرے پیروکاروں کا



الْمُسْتَحْسِنَاتِ

۱۲

بھی ہے۔ خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیب سے پاک ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

ان آیات کی تشریح دوسری جگہ کر دی گئی ہے۔

اور وہ باتیں جو ہمارے علم سے باہر یا ہمارے اور اک کی حد سے

ماوراء ہیں، ان کے متعلق قرآن حکیم ہم کو ایجاب بالغیب لائے کی دعوت دیتا ہے، فلسفہ اور سائنس کے بھی اس نظریہ کو تسلیم کر لیا ہے کہ علوم اور امور یقیناً ایسے بھی ہیں جو ہماری عقل و فکر اور تحقیقات سے وراہ ہیں۔ جو ہمارے علم اور اور اک سے پرستہ ہیں۔ جہاں ہماری عقل کی رسائی نہیں ہوتی۔ اور جن کا علم خدا ہی کے بتلنے سے ہو سکتا ہے۔ قرآن نے کہا :-

وَفِي الْأَنْفُسِ الْيَاسُوتِ  
يَعْنِي يَقِين لائے والوں کے لئے زمین میں  
بہت نشانیاں موجود ہیں، اور خود تمہارے  
آکلا تَجِيفَت - (زاریات ۵۱) اور میں موجود ہیں۔ پھر تم کو دکھائی نہیں دیتا،  
حادث میں ہے :-

مَنْ يَكْفُرْ نَفْسَهُ فَقَدْ  
عَكَفَتْ قَرِيبَةً  
یعنی جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا تحقیق  
اس نے اپنے رب کو پا لیا۔

غرض کہ جو بات بھی قرآن معناتا ہے۔ علم و عقل سے معناتا ہے



یہ کتاب خدا اور خالق کائنات کی کتاب ہے۔ جب جانتے ہیں کہ قرآن کریم میں براہ راست کلام الہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے ہر فقرہ اور ہر آیت کی بنیاد انسانی عقل کے ناقص معلومات اور آدھورے تجربات مشتبہ مشاہدات پر نہیں۔ بلکہ عالم الغیب والشہادۃ کے اس محیط اور حاوی علم پر قائم ہے جس کے احاطہ سے نہ کوئی چیز خارج ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ تو اعتقاد و یقین کے لئے اس سے زیادہ محکم اور زیادہ استوار اساس کا کیا کوئی تصور بھی ہو سکتا ہے۔

إِنَّ هَذَا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ یہ قرآن تو تمام جہانوں کے لئے نصیحت  
لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْمَعُ۔ اگر تم چاہو تو سیدھو راہ پر آ  
کیتھتھتھتھ (پ ۳ ع ۶) سکتے ہو۔

نکستہ :- یعنی قرآن کریم کوئی قومی اور نسلی کتاب نہیں ہے، اور نہ اس کا جغرافیائی محدود۔ سے کوئی تعلق ہے۔ وہ تو ہر زمانہ کے لئے اور ہر مقام کے لئے ہے۔ اور تمام بنی نوع انسان اس کے مخاطب ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ یہ قرآن تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نسلی مذہب نہیں ہے۔ بلکہ وہ، اصول و عقائد اور نظریات کا مذہب ہے۔ اور اس کا خطاب تمام انسانوں سے ہے۔ مگر اسلام یا قرآن نے کسی پر جبر نہیں کیا۔ بلکہ ہر انسان کے اختیار و تخیل کی



پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو قرآن کریم کی نصیحت کو قبول کرے،  
 نہ چاہے تو نہ کرے۔ جو قبول کرے گا وہ نجات پائیگا اور جو رد کرے گا وہ  
 اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ یہ ہر حال اس دنیا میں اس کے لئے کوئی سزا نہیں  
 اور نہ یہاں اس پر کسی قسم کا جبر کیا جاسکتا ہے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَمَا  
 هُوَ بِالْهَزْلِ - (پتہ ۱۱) اعتبار سے بھی ہزل اور بے سود نہیں ہے۔

تشریح :- قرآن نے جو کچھ کہا ہے اس کی تکذیب زمانہ کے  
 کسی دور میں نہیں ہو سکے گی۔ یہ صحیح ہے کہ انسان ذہنی، اخلاقی، سماجی  
 اور معاشی اعتبار سے برابر ترقی کرتا رہے گا۔ مگر قرآن کریم نے ہر بات  
 ایسے رنگ میں فرمائی ہے جو ہر دور میں آگے ہٹا آگے معلوم دیتی ہے  
 آخر ترقی اور بیداری نے یہ محسوس کر دیا کہ عورتوں کو طلاق اور عدت کا  
 حق ملنا چاہیے۔ مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس چودہ سو سال کی کتاب میں  
 نے کیا ہدایت کی ہے۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ جو کچھ اس نے کہا۔ زمانہ  
 کی ترقی اس سے زیادہ نہ کر سکی۔ حتیٰ کہ آج سائنس کے دور میں  
 کوئی نہیں بتا سکتا کہ قرآن کی فلاں بات واقعات کے خلاف ہے اور  
 عمل سائنس اس کی تردید کرتی ہے۔

پس قرآن قول فصیل ہے، ہر زمانہ اور ہر مکان کے لئے ہے



اس میں کسی کو کوئی بے سود بات نظر نہ آئے گی۔ اور اس کا کہنا کبھی بھوٹا نہیں ہوگا۔

### بیرونی شہادات

اب ہم نے اس دعویٰ کو بیرونی دلائل سے بھی پرکھنا ہے قرآن مجید میں تقسیم کے جو دلائل وبراہین پیش کیے گئے ہیں۔ وہ ہر ایک قوم اور ملک میں پائے جاتے ہیں۔ قرآن سنہ ان کو عربی زبان میں تعبیر کیا ہے۔ دوسری باقی زبانوں میں ان کی اپنی تعبیر سے وہی چیز دلیل و برہان بن رہی ہے۔

اللہ نے انسان کو تجربہ بخشی اور اس لئے بخشی کہ اس سے کام لیا جائے۔ جانور سے جو کچھ کام لینا ہے اتنی چیز جانور اور قوت اس کو بخش دی اور وہ اتنا ہی کام کیا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد اس کی کتاب میں ہے اور اس لئے اس سے زیادہ اور کہاں اس کا پتہ چل سکتا ہے۔ سب سے بڑا عقل اور حکمت والا ہے جس نے عقل کو پیدا کیا۔ انسانی عقل و فطرت کے مطابق اپنی مقصد اور سبب کتاب میں مقصد و ما حاصل حیات انسانی کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے۔ یہ ان کتابوں سے آخری کتاب ہے جو انسانوں کو فطرت کو صراطِ مستقیم اور دینِ حق کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔



اب اس سے زیادہ انسان کی کیا بدبختی ہوگی کہ خدا کی زمین میں  
عمر گزارے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جو اسی کے لئے بھیجی گئی ہے کبھی سمجھنے  
کے لئے نہ مطالعہ کرے اور نہ جانے کہ اس کا خالق اور اس کا رب اس سے  
کیا کہنا چاہتا ہے اور کس چیز کا مطالبہ کرتا ہے۔

منظریہ ارتقائی نے جہاں تک ترقی کی ہے کہ ہر مسئلہ کی تشریح اور  
تاریخ اس کی تدریجی ترقی کی منزلیں گتانی پڑتی ہیں۔ مگر نبوت اور ہدایت  
ربانی کا وجود ایک خاص حیثیت سے اس سے مستثنیٰ ہے۔

عقیدہ خدا تعالیٰ اور دیگر عقائد اسلامیہ، باہمی محاللات اور اخلاق  
کی اچھائی اور برائی کی فطری تعلیم پر محمدی میں اس نے تکمیل کی آخری منزل  
طے کر لی۔ ضروری ہے کہ قرآن حکیم پورے کا پورا اللہ تعالیٰ ہی کا  
کلام ہوا اور محفوظ بھی ہو کیونکہ تب ہی اس میں ہر زمانہ کے مطابق ہدایت  
ملنے کا یقین ہو سکتا ہے۔ اسی کتاب خدا ہی کی کتاب ہو سکتی ہے جو انسان  
کے ماضی، حال اور مستقبل کو جاننے والا ہے، اور انقلابات اور اتفاقات  
زمانہ کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ پس پورا قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہونا چاہیے  
اس میں باہر سے غیر خدا کا ایک لفظ اور ایک شوشہ بھی نہ ہونا چاہیے۔

رفع غلط فہمی

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تمام خطاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے



ہو۔ خطاب میں ایک مصدر ہوتا ہے اور منتہی مصدر یا تو اللہ تعالیٰ ہوں گے، یا جبریلؑ یا رسولؐ یا لوگ۔ اسی طرح منتہی کو قیاس کر لیا جائے پس اس میں بہت سی صورتیں نکل سکتی ہیں۔ بہر حال کلام ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور خطاب مختلف پہلوئے ہوئے ہوگا۔ یہ مسئلہ بحث طلب ہے۔ اس کو ہم نے اپنے مجموعہ (پیغام قرآن) ساری دنیا کے نام) میں مسودہ کے صفحہ پر بیان کیا ہے یہاں گنجائش نہیں ہے۔ قرآن نے کہا:-

هَذَا كِتَابُنَا مَا تَعْمَلُونَ } یہ کتاب ہماری ہے جو تم پر حق کا اظہار کرتی ہے۔ تم جو کچھ کرتے ہو وہ ہمارے ہاں لکھ لیا جاتا ہے۔

نشتہ :- قرآن حق ہے۔ حق کے ساتھ آیا ہے۔ اور حق ہی کا اظہار کرتا ہے۔ اس لئے جس حق کا اظہار کیا۔ آج اسے زمانہ ناسحق نہ بھڑا سکا۔ سائنس نے عروج پایا۔ نفسیات نے ترقی کی، اخلاق کے نظریات پر بحثیں ہوئیں، معاشرت اور معیشت کے اصول بنے۔ مگر قرآن نے جو کچھ کہہ دیا تھا وہ اپنی جگہ قائم رہا اور کوئی علم اس کے فیصلوں کو ناسحق ثابت نہ کر سکا، یہ حق ہی کی نشانی ہے کہ قرآن کریم کا تصادم آج تک کسی علمی حقیقت سے نہ ہو سکا۔ اور اس کی اصلاحات کو ان لوگوں نے قبول کیا جو اس کے نام سے بھی بھاگتے تھے۔



## غیر مسلموں کے تاثرات

ایک مغربی معنکر کا قول ہے کہ قرآن کے وحی الہی اور الہام آسمانی ہونے کے متعلق بہت سے اشکالات اور پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ اہل تحقیق و بحث نے اس دشوار گزار مرحلہ کو عبور کرنے کے لئے کوئی ایسا راستہ نہیں تلاش جو سہل اور پسندیدہ ہو۔ عقل حیران ہے کہ یہ آیات کس طرح ایک دائمی انسان سے صادر ہو سکتی ہیں۔ عام اہل شرق کا اس پر اتفاق ہے کہ فکر بنی نوع انسان ان آیات کی ایک مثال بھی خواہ وہ لفظی ہو یا معنوی پیش کرنے سے عاجز اور درماندہ ہے، وہ آیات جس کو عقبہ بن ربیعہ نے سنا اور ابن کی بلینج و بلند عبارات عمر بن خطابؓ کو معجز کرنے کے لئے کافی تھیں، چنانچہ وہ قاری آیات کے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ جس وقت جعفر بن ابی طالبؓ نے ال عمران اور اس کی وہ آیات تلاوت کیں جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت سے متعلق ہیں تو نجاشی حبشہ کی آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو گیا۔ لیکن ہم اہل مغرب قرآن کے معنی و مفہوم کو جس طرح سے سمجھنا چاہتے تھے۔ ویسے نہیں سمجھ سکے کیونکہ قرآن ہمارے افکار و رجحانات کے مخالف ہے، اور ہماری قوموں کی تربیت و تعلیم سے بتاؤں و اختلاف رکھتا ہے۔ لیکن یہ منہایت و تلافیٰ اس کا موجب نہ ہونا چاہیے کہ ہم قرآن عزیز کی اس تاثیر کے منکر ہو جائیں جو عربوں کی عقلوں



اور اذیان پر بجلیاں بن کر دوڑی۔ بولا تقییر۔ کھتا ہے کہ  
مشکل ہی سے انسان باور کر سکتا ہے کہ انسانی فصاحت کی قوت  
اس درجہ اثر کرے گی بالخصوص جبکہ وہ ہمیشہ و بالاتر، بلا کسی ضعف کے صناد  
اور بے پناہ بلندی و اعجاز کے ساتھ موجود ہے۔ اس لئے کہ کتبہ اربعہ پر  
لبنے والے انسان اور آسمان کی پہنائیوں میں رہنے والے فرشتے اس قسم کی  
مثال پیش کرنے سے عاجز ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو اپنی صدق رسالت پر دلیل  
محضرایا۔ قرآن آج تک ایک ایسا راز سر بستہ ہے جس کی طلسمات کی  
نقاب کشائی ممکن نہیں ہے۔ و حقیقت یہ راز مستور صرف اسی شخص کے  
قلب پر آشکارا ہو سکتا ہے جو اس امر کی تصدیق کرتا ہو کہ یہ خدا کی طرف  
سے اتاری ہوئی کتاب ہے۔

### ایک اور غیبیاتی کا اعتراف

یہی وجہ ہے کہ پوپ مادیاتی کی کتاب، التحدی بالقرآن میں جو قرآن  
کی رو میں لکھی ہے ہم یہ الفاظ پڑھتے ہیں۔

قارئین کے ذہن سے یہ حقیقت اور بھل نہ ہونی چاہیئے کہ یہ سرکش یا  
الم انگیز گمراہ یا جو بھی نام چاہو اس کا رکھو۔ اس نے عیسائیت میں (جو ظاہری  
کلمہ کھلا روشن اور مسدود امور تھے) ان تمام کو پیش نظر رکھا۔ اور ان پر ایسے



امداد امداد کر لئے جو نظام عالم کے مطابق اور دینی نشرو ارتقاء کے قانون کے مطابق تھے۔ اس دین کی نگاہوں سے انجیل کے وہ نئے دور ہو گئے جو ابتداء ہماری نظر میں غلط ہیں۔ ان کا عقل ادساک نہیں کرتی۔ اس طرح قوانین اسلام نبی نوع انسان کی تنگی حیات کے ان تمام اسباب و دوائی سے عاری ہے جو کتاب انجیل میں پائے جاتے ہیں، اس طرح اس نے وہ دشوار گزار گھاٹیوں کو جس کو ہر شخص جانتا ہے کہ یہ انسان اور دین حق کی راہ میں حائل ہیں، ہموار کر دیا۔ یہ دونوں دشوار گزار مقامات، مقام روح اور مرحلہ بدن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بت پرست قومیں موجودہ دور میں اپنے دین سے دستبردار ہو جانا چاہتی ہیں۔ اور اس کی بجائے دین اسلام کو قبول کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ نہ کہ مذہب علیہائیت کو۔

یورپ کے ماہر مصنف کھلے طور پر اس کا اعتراف کرتے جا رہے ہیں کہ قیامت سے زیادہ فطرتوں کو پریشانی طبعی پر اُجھارنے اور ان کے خلقی جذبات کو صحیح فطرت پر اپیل کرنے والی کوئی کتاب نہیں۔ فون ہیرن ہاڈی مشہور مصنف برٹاڈ مشہور انگلستانی فلاسفر گسٹاؤنی بان مشہور فرانسیسی مورخ اور دوسرے علم دوست فلاسفر اپنی تصانیف میں اس اعتراف پر مجبور ہوئے کہ قرآن کی حقیق علمی لہری دلوں کی گرائیوں میں چارونا چارہ سرایت کرتی جا رہی ہے، اور اپنے آپ کو منوانے میں کسی دوسری قوت انسانی کی محتاج نہیں ہیں۔ انہی صدیوں



تاریخی تاثرات نے بالآخر عام اقوام کی ذہنیاتوں میں اسلام کی طرف میلان و رجحان پیدا کر دیا۔ اور اب کتنی ہی ایشیائی اور یورپین اقوام قومی حیثیت سے اس کی طرف کھینچتی چلی آرہی ہیں۔

(۱) ڈاکٹر مورس (فرانسیسی مشہور مصنف لکھتا ہے۔ قرآن دینی تعلیم کی خوبیوں کے لحاظ سے تمام دنیا کی مذہبی کتابوں سے افضل ہے، بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کی ازلیہ عنایت نے جو کتابیں دیں۔ ان سب میں قرآن بہترین کتاب ہے۔ قرآن نے دنیا پر وہ اثر ڈالا جس سے بہتر ممکن نہ تھا۔ تنقید الکلام مصنفہ سید امیر علی۔

(۲) نیر ایسٹ لندن کا مشہور اخبار لکھتا ہے:-  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و ارشاد کی قدر و قیمت اور عظمت و فضیلت،  
کو اگر ہم تسلیم نہ کریں تو فی الحقیقت ہم عقل و دانش سے بیگانہ ہیں۔  
(۳) ڈاکٹر کیٹن آئرک ٹیلر (انگلستان کے صدر نشین کی حیثیت سے)  
تقریر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اسلام کی بنیاد قرآن پر ہے جو بہت ہی  
تمدن کا علم بردار ہے۔

(۴) جارج کیبل (مشہور ترجمہ قرآن) لکھتا ہے:-  
قرآن جیسی معجز کتاب انسانی قلم نہیں لکھ سکتا۔ یہ مستقل معجزہ ہے جو مردوں  
کو زندہ کرنے کے معجزہ سے بلند تر ہے۔



خطبہ صدارت مسلم ایجوکیشن کانفرنس  
شعبہ برائے اس علی گڑھ

لئے علم و فن ان سے فخر انہوں نے کیا کسب اخلاق و جانہوں نے  
ادب ان سے سیکھا صفایہ انہوں نے کہا بڑھ کے لیبک بینہ انہوں نے

ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا  
کوئی گھر نہ دنیا میں تار یک چھوڑا (ماخوذ)

قرآن حکیم غیر مسلموں کی نظر میں

اگر یہ کتاب شائع نہ ہوتی تو انسانی اخلاق تباہ ہو جاتے اور دنیا کے

باشند کے برائے نام انسان رہ جاتے آہ۔ (مسٹر ہاسٹیل پول)

اگر صرف یہ کتاب دنیائے کے سامنے ہوتی اور کوئی ریفارمر پیدا نہ ہوتا تو

یہ عالم انسانی کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ یہ کتاب ایسے وقت میں دنیائے کے

سامنے پیش کی گئی تھی جب کہ ہر طرف آتش فساد کے شرارے بلند تھے۔

خوں خواری و ڈاکہ زنی کی تحریک جاری تھی اور فحش باتوں سے بالکل پرہیز

نہ کیا جاتا تھا۔ اس کتاب نے ان گمراہوں کا خاتمہ کیا تو ہماری حیرت کا

کوئی انتہا نہیں رہتی۔ کاؤنٹ ٹالسٹائی روسی۔

قرآن نے اپنی تعلیمات سے امن و سکین اور محبت کے جذبات پیدا

کئے۔ بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہو گئیں آہ اس کتاب نے دنیا کی کاپا پلٹ



دی، اس نے جاپلیں کو عالم - ظالموں کو رحم دل، اور عیش پرستوں کو پرہیزگار بنا دیا۔ یہی وہ کتاب ہے جو آج ۲۰ کروڑ آدمیوں کے دلوں پر حکومت کرتی اور وہ اس کی تعلیم کے لئے وقف ہیں۔ مسٹر طامس کارلائل -

زمین پر کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں نیکیوں کا رواج ہو۔ اور کوئی جگہ ایسی نہ تھی۔ جو سیدھے راستہ پر چلتی ہو۔ قرآن نے عالم انسانیت کو زبردست اصلاح کی، اور حوشیوں کو انسان کا مل بنا دیا، جن اشخاص نے اس کے مسلمان پر غور کیا ہے وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ وہ ایک مکمل قانون ہدایت ہے، انسانی زندگی کی کوئی سی شاخ لے لیجئے ناممکن ہے کہ اس شعبہ میں اس کی تعلیم رہنمائی نہ کرتی ہو۔ میرا یہ خیال ہے کہ اگر اس کی تعلیمات پر عمل کیا جائے تو ایک سمجدار آدمی ہر ایک وقت دنیاوی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

(پروفیسر ہربٹ وائل -)

اور کیا اس کو پڑھنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تعلیمات فطرت انسانی کے مطابق نہیں ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جن اشخاص نے قرآن پر عمل کیا وہ روحانی اعتبار سے بھی کامیاب تھے اور دنیاوی حیثیت سے بھی جو اس کی ہدایتوں کو پیش نظر رکھتے تھے۔ وہ حیرت انگیز تدبیر کے مالک تھے۔ ان کے دماغی اوصاف غیر معمولی اور ان کی قوت متخیلہ اعلیٰ درجہ کی تھی۔ وہ اپنے نفس پر بے انتہاء حکومت کرتے تھے۔ اور امیر و غریب بدمذہب کے ساتھ



یکساں برتاؤ کرتے تھے۔ ہم انصاف کی روشنی میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن سے بہتر کوئی دستور العمل انسان کو عملاً نیکی کی طرف راغب کرنے اور مہم راہیوں سے بچانے کے لئے رہنما نہیں ہو سکتا۔ (مسٹر جان ڈیون پارٹ ۲)

یورپ جیسے آج اپنی ترقی پر ناز ہے وہ بھی نہایت ذلیل حالت میں تھا اس کے ہر گوشہ میں جہالت کی حکمرانی تھی اور اخلاقی قوانین و رسم برہم ہو گئے تھے۔ اور وہاں نسل انسانی کا کوئی شرف باقی نہیں رہا تھا۔ ان حالات میں ہدایت کا سورج چمکا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو دنیا کے سامنے کیا۔ اس کی عام فہم تعلیمات نے دنیا کی کاپاپلٹ دی، اور انصاف اور تہذیب کی روشنی پھیل گئی۔ مسٹر گبن آہ۔

نوٹ: یہ غیر مسلموں کی تحریرات سے صرف اقتسابات پیش کئے ہیں۔ ان حضرات کے مفصل بیانات رسالہ بانف واصل صفحہ ۳۰۹ تا ۳۱۱ میں درج ہیں دیکھ لیا جائے۔

## قرآن حکیم کے خارجی ثمرات

مولانا سلیمان بنصیر لوی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

قرآن حکیم کی تعلیم ایسی زبردست صداقت لئے ہوئے ہے کہ جن قوموں



اہل ہند نے اسے علی الاعلان نہیں مانا انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں جیسا کہ وہ  
 سال اس سے پہلے کی ہیں یا سینکڑوں سال بعد کی ہیں۔ اس تعلیم کے موجود  
 ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ صدق اللہ تعالیٰ۔ (آیات، الباطل من بین یدہ  
 ولا من خلفہ۔ میرے فقرے کا مطلب آپ پر واضح ہو جائے گا۔ جب  
 آپ، یہودیت، عیسائیت، موبدیت، بدھ مت اور ہندو مت کے  
 سائن یا آریہ دھرم کے حالات قبل از نزول قرآن مجید کو پڑھیں گے،  
 اور پھر بعد از نزول قرآن پاک آپ ان مذاہب کی ترقیات تازبانہ حال  
 پر غور کریں گے۔ اور ان ترقیات کے ساتھ ساتھ یہ بھی دیکھتے جائیں گے  
 کہ اس ملک میں انقلاب سے پیش تر قرآنی تعلیم کا رواج ہو چکا تھا یا نہیں،  
 اب خواہ کوئی قرآن کریم کے فیوض کو مانے، جب کہ مشہور بائبل  
 برہمن سماج کا حال ہے۔ یا جیسا کہ روین کیتھولک نے لوتھر کو الزام دیتے  
 ہوئے اس امر کا اظہار کیا ہے کہ اس کے مسائل قرآن سے مستخرج ہیں۔  
 خواہ کوئی نہ مانے جیسا کہ بہت سے فرقوں کا حال ہے۔ مگر عملاً  
 انہوں نے قرآن کی تعلیم کو لے لیا ہے یا لے رہے ہیں۔ اور ہر ایک  
 ترقی کنندہ قوم علی الذم۔ مجبور ہے کہ اس کی تعلیم کو لیتی ہے۔ جہاں  
 تک مجھے علم ہے۔ قرآن حکیم ایک ایسی کتاب ہے۔ جو الْیَوْمَ اکملت  
 لکم دینکم ولا تمنت علیکم فغمتم الايات کی شہادت و بشارت سنائی



ہے۔ "فَوَالَّذِي نَفْسِي أَسْرَىٰ سَأَسْأَلُكَ الْغَنِيَّ" اس پر زبردست شہادت ہے اخذ قرآن مجید جیسا کہ اپنے نظریات میں بے نظیر ہے۔ ایسا ہی عملیات میں بھی بے مثل ہے اس کی مثل نہیں پائی جاتی۔ کسی کتاب کا اعلیٰ اور عمدہ ہونا صرف اس اعتبار سے نہیں دیکھا جاتا کہ یہ کتاب نظری فکری حیثیت سے بلند اور بے مثل ہیں، بلکہ اس کتاب کا عملی نتیجہ سے دیکھا جانا بھی ضروری ہے۔ یعنی اس اعتبار سے کہ وہ کتاب خارج میں معاشرہ پر کیا اثر ڈالتی ہے، اور اس پر عمل کرنے سے کیسے نتائج مرتب ہوتے ہیں، اور کس قسم کی سوسائٹی پیدا کرتی ہے۔

قرآن حکیم کو جب اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ کتاب اپنے عملی نتائج کے اعتبار سے بھی بے نظیر ثابت ہوتی ہے۔ اس وقت ظاہر پسند لوگ اشتراکیت کی بڑے مبالغہ سے توصیف کرتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک غیر فطری ہے اور نامکمل ہے، اس تحریک نے انسان کو محض معاشی حیوان سمجھ رکھا ہے، اس لئے اس تحریک نے انسان کی خارجہ زندگی تنظیم کا کام غیر فطری کہا ہے۔ لیکن انسان کی معنوی زندگی بھی ہے۔ اسلام اور اشتراکیت میں بڑا فرق ہے۔ اشتراکیت صرف معاشی (حیوانی) زندگی پر انحصار رکھتی ہے۔ اسلام معاشی (انسانی) زندگی کا انکار تو نہیں کرتا۔ مگر وہ زندگی کہ



محض معاشی دائرہ میں محدود بھی نہیں مانتا، اس کے نزدیک زندگی دو اہم چاہتی ہے۔ اور وہ اس دنیا میں ہی ختم نہیں ہو جاتی، جیسا کہ اس بات کو دوسری جگہ مفصل بیان کیا گیا ہے۔ بہر حال جیسی سوسائٹی قرآن نے پیدا کی اس سے بہتر کوئی کتاب قرآن کے علاوہ پیدا نہ کر سکی۔ اس سے قرآن عزیز کی صحیح عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے، کہ عرب جب قرآنی تعلیم سے تربیت یافتہ ہو کر دنیا کو فتح اور تسخیر کرنے کے لئے نکلے تو ایک بین الاقوامی تحریک کے سپارہ می اور مبلغ بن کر نکلے۔ اور انسانیت کی مزید خوش نصیبی یہ تھی کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ان عربوں کی کتابیات تھیں وہ بین الاقوامی روایات کے اور ایک طہنہ انسانی فکر کے تربیت یافتہ تھے۔ یہ اسلام کی انسانیت پرور اور بین الاقوامی تعلیم کا ہی فیض تھا کہ عرب کی یاد صرصر۔ دنیا کے لئے باز بہاری بن گئی۔ ان لوگوں کے اخلاقی بمقابل اور کل اقوام کے بہت اعلیٰ درجے کے تھے۔ ان کا انصاف، ان کا اعتدال، ان کی نیکی اور مقبوضہ اقوام کے ساتھ رواداری، ان کے عہد و پیمان کی استواری، ان کا سپاہیانہ برتاؤ، یہ کلی خصائص انسانیت ان میں حیرت انگیز تھیں۔

تواریخ و واقعاتِ عالم شاہد ہیں کہ جن اقوام نے قانونِ اسلام قبول کیا ان پر قرآنی احکام کا بے انتہا اثر پڑا۔ کسی مذہب نے قلوبِ ایسی



حکومت نہیں کی، جیسی اسلام نے کی ہے۔ مسلمانوں کے خفیف سے خفیف عادات و افعال پر اس کا اثر موجود ہے۔

اگرچہ مسلمانوں کی اسلامی حکومت اب تاریخوں میں رہ گئی ہے۔ لیکن وہ مذہب جس نے ایسی حکومت کی بنا ڈالی اب بھی پھیل رہا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی قانون میں ایک لچک ہے جس کی روشنی میں ہر ایک قوم ایسے قانون بنا سکتی ہے جو وہی مقصد پورا کرے جس کی دعوت اسلام عربی زبان میں دیتا ہے۔

یہ قوم اگر چاہے تو اس قانون کو اپنی قومی زبان میں، اور قومی رسم و رواج میں منتقل کر کے اسے ہر حال و عام کے ذہن اور اس کی زندگی کے قریب کر سکتی ہے،

بیشک اسلام تو وطن و مملکت کی حدود سے بالاتر ہے، لیکن ایک قوم اپنے قومی وجود کو برقرار رکھتی ہوئی اسلام کو اپنا سکتی ہے۔

آلِیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ﴿۱﴾ آج تمہارے دین کو کمال کر دیا ہے۔ اتمام نعمت کا یہ وعوے نہ قدرت میں ہے نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ دوسرے صحف انبیاء علیہم السلام میں۔ قرآن اور صرف قرآن ہی اس دعویٰ کو پیش کرتا ہے، اور اسے الٰہ کا حق بھی پہنچتا ہے، اس کی تعلیم زندگی کے سارے شعبوں پر حاوی ہے۔ اس کی سچائیاں ازلی اور ابدی ہیں،



وہ اپنے یوم نزول سے برابر محفوظ ہے کتاب کی شکل میں بھی، اور حفاظ کے سینوں میں بھی۔ اس کی زبان زندہ ہے۔ اس کے بولنے سمجھنے والے ہزاروں کی تعداد میں نہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں اب بھی صفحہ ہستی پر موجود ہیں۔“

تمام گزشتہ الہامات کے مقابلہ میں اس کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف محفوظ رہنا، دنیا بھر کی الہامی زبانوں کے مقابلہ میں اس کی زبان کا زندہ رہنا بلا وجہ نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں خاصے معمولی خاصے نہیں۔ قریبا ڈیڑھ ہزار سال سے بلا شک و شبہ قائم چلے آ رہے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک دائمی ہدایت ہے، اور دنیا مست تک برقرار رہے گی۔ ایک دائمی کتاب لانے والا پیغمبر بھی دائمی ہو سکتا ہے۔ ثابت ہوا کہ قرآن حکیم ہی عالمی کا عالمی معجزہ ہے۔“

قرآن کے وجوہ اعجاز کے متعلق علماء و علماء نے اپنے اپنے غور و فکر تدبیر و تعقل سے مختلف وجوہ بیان کئے ہیں جو ان کی تشریحات و تقریرات میں درج ہیں۔ جن کو ہم ”نگی دامن“ سے پیش نہیں کر سکتے۔ لیکن یہ تمام ایسے متضاد نہیں جو ایک جگہ یا ایک محل میں مجتمع نہ ہو سکیں۔ سادہ یہ بھی غور فرمائیے کہ وجوہ اعجاز انہیں میں منحصر اور محدود ہوں۔ قرآن حکیم کے وجوہ اعجاز کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ وہ لا تقیۃ علیہ (ایک حد پر ختم نہ ہونے)



کے درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔

عِبَادِ اتَّخَذْتُمْ وُحُشَكُمْ وَاحِدًا  
 وَكُلٌّ رَأَى ذَٰلِكَ الْجَمَالَ بِيْثِيرٍ  
 تیرے حسن واحد کے لئے ہماری تعبیریں بہت سی  
 ہیں جو سب کی سب حیرت بے مثل حسن و جمال کی  
 طرف اشارہ کرتی ہیں۔

قرآن حکیم پہلی کتب مقدسہ کی طرح زمانی اور مکانی کتاب آسمانی نہیں  
 وہ دائمی اور سرمدی کتاب ہے، بلکہ خاتم الاولیاء مکمل دین کی اور قائلہ انبیاء  
 و خاتم الرسل پر نازل کی گئی، پہلی تمام کتابوں کی جامع اور ان کی مصدق کتاب  
 مقدس ہے۔ اس پر تمام فرق اسلامیہ کا اتفاق اور اجماع ہے کہ قرآن مجید  
 معجزہ ہے یہ اتفاق اور اجماع شخص حسن عقیدت پر مبنی نہیں۔ بلکہ واقع اور  
 نفس الامر ہیں بھی قرآن ایسا ہی ہے۔ پوتے چودہ سو برس گزرے کہ  
 کوہ صفا کی چٹان پر کھڑے ہو کر ایک مٹی نے دنیا سے یہ غیر متزلزلی توحید  
 کی کہ وہ اس کا جواب پیش کرے۔ تو کیا یہ واقع نہیں ہے کہ ان پوتے چودہ  
 صدیوں کا ایک ایک سال گزر گیا، مگر ایک آواز بھی اس توحید کو قبول کرنے  
 کے لئے بلند نہ ہوئی۔۔۔۔۔ اس صوت سرمدی کے سامنے سب کی زبانیں گنگ  
 ہو گئیں۔۔۔۔۔ اور عرب جو عربی زبان کے اصل مالک اور محاورہ عرب کے  
 طبعی ماہر تھے۔ اس کے مقابلہ سے عاجز تھے، تو اس زمانہ کے بعد کے لوگوں  
 کے لئے تو یہ عجوبہ اور دراندگی اور زیادہ نمایاں ہے۔ بہر حال وجہ اعجاز کی جو



متحدہ صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اپنی جگہ وہ بھی درست اور ٹھیک ہیں۔  
لیکن ایک بات احقر کے دل میں آ جا رہی ہے۔ جو وہ بھی اعجاز  
میں شمار ہو سکتی ہے۔ وہ یہ کہ قرآن مجید عالمی اور سرمدی کتاب  
ہے۔ آیت

قُلْ اِنْ اجْتَمَعَتِ الْاَنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی  
اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَخْلُقُوْنَ  
بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا  
کہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں  
ایسا قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن ادھر سے  
مدد کیا کریں ایک دوسرے کی پ  
میں علی الاطلاق انس و جن سے مطالبہ کیا گیا ہے اور اس کو  
کسی خاص انس و جن کے گروہ یا کسی خاص زبان و زمان کے ساتھ مقید  
اور محدود نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس مطالبہ کے مخاطب ثقلین قرار دیئے  
گئے ہیں۔ وہ خواہ کسی خطہ کے رہنے والے ہوں اور ان کی زبان کوئی  
بھی ہو۔ پس قرآن حکیم کے لئے ایک عمومی اور عالم گیر وجہ اعجاز کا  
ہونا بھی ضروری ہے۔ جس کی وجہ سے دنیا کے ہر قرن اور ہر دور کے  
سنجیدہ، عقلمندوں، مدبروں کو چیلنج کیا جاسکے۔

میرے ناقص خیالی میں (واللہ اعلم بالصواب) وہ وجہ کلی و جزئی نظام  
عالم کے لئے اس کتاب کا دستور العمل زندگی ہونا۔ اور ہر زمانہ کے لئے  
حق اور صداقت کا معیار ہوتا ہے۔ یعنی قرآن حکیم کے علاوہ اب ہمیشہ



کے لئے کوئی ایسی کتاب دستیاب نہیں ہو سکتی اور نہ مرتب ہو سکتی ہے جو عالمگیر حقائق اپنے اندر جمع کئے ہوئے اور فطرت ثقلین کی ترجمان ہو، اور اہمیت کے لئے معیارِ حق ہو اور ہر شعبہ زندگی کے لئے دستور العمل ہو۔۔۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ خالص عالمی حقیقتیں اور صداقتیں اپنی اصلی شکل و صورت میں کسی غلط ملاوٹ کے بغیر صرف قرآن حکیم ہی میں منحصر ہیں اور فطرت کی صحیح ترجمان یہی کتاب ہے اور ایسا کلی جزلی نظام جو امن و سلامتی کا موجب ہو یہی کتاب پیش کرتی ہے باتوں اور عملوں کے پرکھنے اور نظریات و مذاہب کے جانچنے کا تنقیدی معیار یہی کتاب قرار دی جا چکی ہے۔

آیت کریمہ میں ”مثل“ کا لفظ جو ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد اس کا مفہوم یہ نہیں ہونا چاہیئے کہ جن باتوں کو قرآن حکیم نے بیان کیے ہیں انہیں باتوں کو تم دوسری کتاب میں مرتب کر کے لا دکھاؤ؟ کیونکہ یہ تو قرآنی مطالب ہی کی دوسری ترکیب و ترتیب میں آدائیگی ہوگی (جو کہ تحصیل الحاصل کی موجب ہونے کے علاوہ جیسے بھی ایسی کتاب کا لانا ناممکن ہی کیوں نہ ہو) مگر بظاہر مطالبہ یہ نہیں ہے؛ بلکہ مطالبہ اس بات کا ہے کہ جو باتیں قرآن حکیم نے بیان کی ہیں وہی حقائقِ اصلہ اور سچی باتیں ہیں۔ پس اگر ہمت سے تم یہ ثابت کر دکھاؤ کہ حقائق اور سچائیاں بمقابلہ ہمارے ہتھاری ترتیب کردہ کتاب میں ہیں۔



## سید عالم محمد بن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء و رسول کی ضرورت اور محمد رسول اللہ کے نبی عالم اور خاتم الانبیاء ہونے کے متعلق شروع مجموعہ ہذا میں بقدر ضرورت لکھا جا چکا ہے "اب صرف آپ کی امتیازی شان اور بعض دیگر خصوصیات و حالات مبارکہ کا بیان کرنا مقصود ہے"

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کے لئے رسول اللہ قرار دے کر بھیجا گیا ہے۔ آپ کو خطہ عرب ارضی حجازہ مقام مکہ میں (جو بنزلیہ مرکز عالم تھا اور وہ جگہ اقوام عالم کے لئے مرکزی حیثیت میں تھی) اہل مکہ کے برگزیدہ خاندان قریش میں پیدا کیا گیا۔ اور عرب کا ملک اس وقت کے جزا فیالی حیثیت سے مہمورہ عالم کے لئے مرکزی حیثیت میں تھا جس کے اندر اور ماحول میں مختلف مذاہب کے دکلاار موجود تھے۔ پس اس عظیم الشان اور وسیع اصلاحی کام کے سرانجام دینے کے واسطے جن علوم و تدابیر کی ضرورت تھی، ان سب کو اللہ تعالیٰ نے خود محمد رسول اللہ کو تعلیم دی :

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَوَهَبَ لَكَ الْفَضْلَ اللَّهُ عَلَيَّهِ سَخِيماً ۝  
 (قرآن کریم)

اور اللہ تعالیٰ کا فضل آپ پر عظیم الشان ہے۔  
 وَأَوْتَيْتُ عِلْمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ (حدیث شریف)

مجھے تمام پہلے اور پچھلے لوگوں کے علوم دیئے گئے ہیں

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْماً (قرآن کریم) کہہ اسے رب میرے علم کو اور زیادہ کر۔



یہ بہر حال بڑے اہتمام سے آپ کو اس کام عالم کے لئے تیار کیا گیا  
 مبدا۔ معاد۔ علوم جہاں بانی و جہاں داری، اور علوم مخیبات میں  
 سے بھی جو یا جس قدر چاہیے تھے آپ کو عنایت کئے گئے۔ لوگ خواہ مخواہ  
 آپ کے عالم مخیبات ہونے پر لڑتے اور جھگڑتے ہیں، حالانکہ جس  
 رسول کو تمام دنیا والوں کے لئے پیغمبر کے واسطے مبلغ و رسول بنا کر  
 مبعوث کیا جانا مقدر ہو چکا تھا، ضروری تھا کہ اس رسول کو مآکان و مایکوں  
 کے علوم سے وافر حصہ دیا جائے، تاکہ وہ دنیا والوں کو پورے طور سے  
 حالات دنیا و حالات آخرت سے باخبر کر سکے۔ ہمارا ایمان ہے کہ  
 محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے زیادہ عالم تھے  
 اور آپ کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا۔ اور جو تدابیر اس سلسلہ  
 میں اختیار کی گئیں وہ بھی سب اس حکمت کے تحت داخل ہیں۔  
 پہلے انبیاء علیہم السلام کی جانب سے آپ کے متعلق پیش گوئیوں  
 کر دی گئیں۔ اور کتب آسمانی میں آپ کا ذکر کیا گیا اور غالباً اللہ علیہ  
 معراج بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہو۔ تاکہ جو باتیں اس سلسلہ کے  
 متعلق دوسرے ذرائع سے بتلائی مناسب نہ تھیں، بلا واسطہ بتلا دی جائیں  
 لَنْزِيَةٍ صَوِّ اَيْنْتَنَا۔ تاکہ ہم ان کو اپنے نشانات دکھائیں۔ اور میرے  
 میں آتے جاتے اولوالعزم انبیاء کرام سے بھی آپ نے معلومات حاصل



کئے۔ اور جنت و دوزخ کی بھی سیر کرائی گئی۔ بیت المقدس میں آپ کے تشریف لیجائے پر انبیاء کرام کا اجتماع ہوا۔ اور سب نے عملاً آپ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کیا۔ آپ کا شوق صدر کیا جانا، اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے اور انشقاقِ قمری کی دلیل ہے کہ آپ آخری نبی ہیں، اور آپ کے نکمے دین اور نبوت کے بعد دنیا کے ہر گناہ کو ختم کیا جائے گا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ :-

اَنَا وَالسَّاعَةُ كَمَا تَلِينَ وَاسْتَأْذِنَا  
يَا صَبِيحَةَ، اَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فرمایا کہ میں احد قیامت ان دونوں انگلیوں  
کی طرح قریب قریب ہیں۔ اپنی دنیا کی  
سب سے اور دنیا کے ساتھ اشارہ کیا،

اَنَا الْعَاقِبُ { میں سب سے بعد آنے والا ہوں۔

اور آپ پر جامع اور مکمل کتاب نازل کی گئی۔ مَقَامُ النَّاسِ تمام لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ اور آپ کو ایسے فرمانبردار اور جالِ نثار اُتارے کی جماعت دی گئی جن کی نظیر دنیا پیش نہیں کر سکے گی :-

آپ کے ادنیٰ خادموں کے قدموں پر عرب نثار ہوا۔ عجم ہوا۔ اور کسری گرا۔ قبصر جھکا۔ اور جو نہیں ہوا وہ بھی ہو گا۔ حدیث شریف میں ہے :-

لَا يَنْقُرُ عَلَى وَجْهِهِ الزُّلْفُ مِنْ لَابَيْتٍ  
مَدْرُودٍ لَدَيْهِمْ لَا يَدْخُلُهُمْ  
یعنی دوئے زمین پر کوئی گھریا کوئی خیمہ ایسا باقی نہیں  
رہے گا۔ جو میں اسلام داخل ہو کر رہے۔ جو عزت  
چاہے گا وہ عزت ہو کر۔ جو ذلت چاہے گا ذلت  
ہو کر ہو



رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں بتلادیا گیا ہے۔ آپ کے ذکر کو بلند کر دیا  
اس نور کی روشنی کو پوری کر کے رہے گا۔ وَاللَّهُ مَنَّكَ وَنُورِهِ وَلَوْ  
كَسِبَ الْكَافِرُونَ ۵۔

يُظْهِرُكَ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ کی تفسیر و تہہیم دوسری جگہ بیان کر دی گئی ہے  
مقصود دنیا میں عالم گیر اصول پر حکومت عادلہ کی طرح ڈال کر دکھلانی تھی  
جو سب قوموں کو اپنے میں کمیٹ سکے۔ ان کا نمونہ حضرت عمر فاروق رضی  
دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ نے قائم کر دکھایا۔

یہ مبالغہ نہیں بلکہ واقع ہے کہ چھٹی صدی عیسوی میں دنیا کی سیاسی  
قوتوں کا مرکز دو قوموں میں تقسیم ہو کر رہ گیا تھا۔ سارا مشرق کسریٰ ایران  
کے اور سارا مغرب بیتصر روم کے زیر اثر تھا۔ یہی دونوں قوتیں باہم کش  
مکش کر رہی تھیں کہ۔ اسلام ظاہر ہوا اور خلافت فاطمی میں دونوں  
قوتیں ختم ہو گئیں۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی قوت تمام عالم کی  
سب سے بڑی قوت ہو گئی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ تو چلتی ہوئی بات میں جملہ معترضہ  
طور پر کیا گیا ہے۔ اصل مقصد تو نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت  
مقدسہ کا بیان کرنا ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قدرت نے جہاں اس ذات ستودہ



کہ بہت سے امتیازات بخشے ہیں، وہاں آپ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ  
 آپ تاریخ کے روشن زمانہ میں مبعوث ہوئے، ایسے زمانہ میں جس کے  
 واقعات اور حوادث انتہا سے زیادہ روشن ہیں۔ اور جن کی  
 تحقیق کے ذریعہ آج بھی کثرت سے موجود ہیں، آپ پر خدا تعالیٰ کا سب سے  
 بڑا فضل یہ ہے کہ آپ کے انقلابی اور فکری کارناموں پر "دیو مالا" —  
 مانتھالوجی — کا رنگ نہیں چڑھ سکا۔ اور واقعات نے آگے چل کر  
 خوش فہمیوں اور داستانوں کی راہ اختیار نہیں کی۔ اگر کوئی چاہے کہ  
 آپ کی زندگی کے اصل حالات آج معلوم کرے تو وہ آسانی سے معلوم کر  
 سکتا ہے؛ کیونکہ آپ کی زندگی ہی میں وہ اسباب مہیا ہو چکے تھے جو واقعات  
 کو دوام اور استحکام عطا کرتے ہیں۔ اور جو بلاؤں کے امکانات سے پاک  
 ہیں۔ پھر آپ کو ایک ایسی کتاب عطا کی گئی۔ جو ابتر سے اس وقت  
 تک زمانہ کی دست برد سے محفوظ رہی آتی ہے۔ آج آپ کا کھانا پینا،  
 اٹھنا، بیٹھنا، چلنا، پھرنا، سونا، جاگنا۔ اور دوسرے چھوٹے چھوٹے  
 واقعات بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور وہ بڑے بڑے واقعات، جنہیں  
 آپ کے ساتھ انتساب کا فخر حاصل ہوا۔ مستند تاریخوں میں اور — خود  
 قرآن کریم میں محفوظ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مفکرین اور مورخین نے  
 جس قدر آپ کی لائف پر توجہ دی، کسی اور ہیرو کی لائف پر نہیں دی۔ اور



انگلستان کے متعصب مورخ "ماگولیوٹھ" تک کو یہ لکھنا پڑا کہ "اسلام کے دائمی کی زندگی آفتاب سے زیادہ روشن ہے" اور ہم آج آپ کے متعلق وہ سب کچھ معلوم کر سکتے جو شاید کسی انسان کی زندگی میں بھی معلوم نہیں کئے جاسکتے۔ گویا آپ کی زندگی پر واقعات کی کرنیں پڑ رہی ہیں، اور ہم آپ کا مبارک خلیہ سراپا آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

### حضور صلعم کی مختصر زندگی

آپ کی مختصر زندگی یہ ہے۔ آپ عرب کے ایک محرز گھرانے میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والدین داغ مفارقت دے گئے۔ اور آپ کی پرورش چچا کے گھر ہوئی۔ جب بڑے ہوئے تو پوری زندگی کو صداقت، امانت، محبت، خدمت، اور رحم دلی، اور ہمدردی کا نمونہ بنایا۔ اور ان اخلاقی اوصاف میں ایسی سختی، پیداکری کہ دشمنوں کو بھی باوجود اختلاف کے یہی کہنا پڑا کہ "ہم نے اس شخص کو چھوٹا اور یادہ گونہ نہیں پایا"۔ اور اس کے امین ہونے پر بھی شک نہیں گزرا۔ چونکہ آپ ایک انقلابی اور عکری شخص تھے۔ اس لئے اس راہ میں آپ کو بڑی تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ اپنے محبوب وطن کو بھی خیر باد کہنا پڑا۔ لیکن آپ میں سچائی کی کشش تھی۔ اس لئے آپ کی دعوت کامیاب ہوئی۔ اور آپ کی زندگی ہی میں سارا جزیرہ العرب "اسلام کا حلقہ بگوش بن گیا۔ اس کامیابی پر "انسائیکلو پیڈیا



برٹانیکا کے مضمون نگار کو بھی لفظ "ہتکرا" کے ذیل میں لکھنا پڑا کہ —  
 پوچھیں کہ آپ کی زندگی کامیاب ترین زندگی کہی جاسکتی ہے، دنیا کا  
 کوئی داعی اپنی زندگی میں اپنے مشن کو کامیاب نہ کر سکا، مگر اسلام کے  
 پیغمبر نے یہ سب سے زیادہ معجزہ کر دکھایا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

**حضور کا انقلابی اور فکری پروگرام**  
 آپ کا انقلابی اند فکری پروگرام کیا تھا؟ دنیا کے لئے آپ کس  
 طرح رحمت و رافت ثابت ہوئے؟ اور وہ کیا پیغام ہے جس سے ساری  
 دنیا قیامت تک فائدہ اٹھاتی رہے گی؟ ان امور کے لئے دفتر چاہیے  
 فی الجملہ آگے بیان بھی ہو گا۔ مختصر یہ کہ آپ نے —

- ۱۔ آپ نے خدا تعالیٰ کی توحید کا اعلان کر کے پہلی بار اس پر  
 انسانی وحدت کی بنیاد رکھی اور انسانوں کو مخلوق کی غلامی سے نجات دلائی۔
- ۲۔ آپ نے پہلی بار انسانوں کو انسانی مساوات اور عالمی بھائی چارہ کا  
 پیغام دیا۔ اور یہ اعلان فرمایا کہ — کسی شخص، یا کسی قوم کو — رنگ، نسل،  
 اور وطن کی بناء پر امتیاز حاصل نہیں ہے۔ اور تمام انسانوں کی اصل ایک ہے،
- ۳۔ آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ — خدا تعالیٰ نے ہر امت اور ہر قوم  
 کے لئے ہادی اور رہنما بھیجے۔ دنیا کے تمام بائبلان مذاہب کی عزت اور  
 توقیر قائم کی۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کو ان الزامات سے بچایا جو ان کے



پیروان کی ہی قوموں کی طرف سے لگائے گئے تھے۔

گویا آپ کے مشن کی جان تصدیق ہے، تکذیب نہیں ہے، اور یہ امن اور راستی کی وہ راہ ہے۔ جو صرف آپ ہی کے صدقہ میں نوبہ انسانی پر کھلی۔

(۴) آپ نے ضمیر اور عقیدہ کی آزادی کا اعلان کیا۔ اور تمام مذاہب کو آزادی عطا فرمائی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں ہے، آج مذہبی آزادی کا صور۔ پھوکنے والے اسی سے آگے ایک قدم نہ بڑھا سکے، اور انھوں نے دہی کہا جو پیشوائے اعظم نے چودہ سو سال پہلے فرمایا تھا۔

(۵) آپ نے بلاوجہ قتل انسانی کو سنگین جرم قرار دیا۔ اور ایک انسان کے قتل کو تمام نوبہ انسانی کا قتل ٹھہرایا اور فرمایا کہ جو شخص ایک انسان کو قتل سے بچاتا ہے، وہ ایک کو نہیں، ساری دنیا کے انسان کو زندہ کرتا ہے۔ قرآن کریم نے اس موقع پر مسلمانوں کا نہیں بلکہ نفس کا استعمال کیا ہے۔ یعنی کوئی نفس ہو اس کا قتل خدا تعالیٰ کی نفس سخت ترین جرم ہے،

(۶) آپ نے غیر مذہب والوں کے ساتھ ناریشن یا رواداری کی تعلیم دی اور فرمایا کہ۔ جو لوگ مسلمانوں کو وطن سے بے وطن نہیں کرتے۔ انہیں ہی



جنگ کی دعوت نہیں دیتے، وہ رعایت اور حسن سلوک مستحق ہیں۔ قرآن کریم نے اس حقیقت پر وَلَقَدْ سَطَّوْا إِلَيْكُمْ کہہ کر شہادت دی ہے۔

(۶) مسلمانوں کے علاوہ، غیر مسلم مذہب مزاج غیر متعصب حضرات نے جس قدر آپ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ اور سوانح لکھے ہیں۔ دنیا میں سے کسی بھی بڑے آدمی کو اس سلسلہ میں آپ جیسا مرتبہ حاصل نہیں ہوا۔

ہم کہاں اور وہ ذات اقدس کہاں جو دنیا کے لئے محسن اعظم ثابت ہوئی۔  
 ۷۔ ہمارے شیخ استاد العلماء سید محمد انور قدس سرہ اپنے رسالہ حدوث العالم کی ابتداء اس طرز فرماتے ہیں۔

تَعَالَى الَّذِي كَانَ وَلَهُ يَاتُ مَا سَدَّ حُجَّتَهُ  
 وَأَوَّلُ مَا جَلَّ الْعَمَاءُ بِمُصْطَفَا  
 مَسْبُوبِ أَسْبَابِ فَمَالِكُ مُلْكِهِ  
 فَمَنْ أَخَذَ مَهْوًى وَمِنْ أَخَذَ مَهْوَ  
 لَمْ يَخْضَعْ مَنْ بَرَّحَانَهُ كُلُّهُ أَبَدًا  
 وَفِي كُلِّ شَأْنٍ مِنْهُ شَأْنٌ قَدْ رُخِّصَ

پہلے تعالیٰ اور اس کے مومنوں کو جو تعالیٰ جس نے پہلے میں علماء اور اپنے بادل) کو نبی عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ظاہر کیا۔  
 پہلے ہی ذات اسباب کی بنیاد کو دنیا کی پسماندہ تمام کائنات کی  
 اور ہر ایک یاب بھی رہتے ہیں۔

رسول اکرم کی سیرت کا مطالعہ کس لئے کیا جائے؟

نبی اور رسول کا تصور مختلف قوموں، زبانوں میں مختلف ہو گا۔ بہر حال۔

انہی مخلوقات میں سے بھی اس اشرف ترین مخلوق کا تصور مسلمانوں میں یہ ہے کہ



وہ انسان کا دل ہے۔ یہ کالمیت ظاہر ہے کہ صرف۔ اچھے انسانی پہلوؤں کے متعلق ہے۔ انسانی زندگی کے دو ہی بڑے شعبے ہیں۔ ایک۔ معاش۔ دوسرے معاد۔ دوسرے الفاظ میں ایک تو انسان کے تعلقات۔ انسان اور دیگر مخلوقات کے ساتھ، اور دوسرے انسان کے تعلقات اپنے خالق و ملک جل شانہ کے ساتھ۔ پہلی قسم میں اعلیٰ ترین مرتبہ حکمرانی ہے تو آخر الذکر میں عبادت کے متعلق رہنمائی یعنی پیغمبری۔

رسول عربی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ یک وقت یہ دونوں کمالات حاصل تھے۔ اس جلد میں آپ کی صرف اوّل الذکر یعنی سیاسی زندگی کا مطالعہ پیش نظر ہے۔

لیکن ہر سنجیدہ طالب علم اور ذاتی غور و فکر کر کے ذمہ دارانہ اور مستقل رائے قائم کرنے کے خواہشمند سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم کی سیرت یعنی سوانح حیات و تعلیمات کا مطالعہ اب بھی کیوں کیا جائے جب کہ آپ کی وفات پر سارے تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں؟ علوم فنون میں بے انتہا ترقی ہو چکی ہے۔ متدین قوموں کے ماحول اور تصور حیات میں زمین و آسمان کا فرق ہو چکا ہے۔ اور آپ بھی ہمارے جیسے انسان تھے؟

اصولی حد تک تو اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ انسانی تمدن و ثقافت کی ترقی کا راز اہل میں پوشیدہ ہے کہ۔ ”ہر کہ آمد عمارت نو ساخت“



لیکن اس طرح نہیں کہ ادھیڑین کا ختم نہ ہونے والا سلسلہ (کالتی تقضت غزلہا بعد قوۃ اشکات) جاری رکھا جائے۔ بلکہ اس طرح کہ تعمیراتی پر تعمیر جدید کا اضافہ ہوتا رہے۔

البتہ یہ سوال ایک تفصیلی جواب چاہتا ہے کہ خاص محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب (روح فداہ) کی سیرت کا کیوں مطالعہ کیا جائے، اور اس غرض کے لئے کسی اور کا کیوں نہیں؟

مسلمانوں کا دعویٰ اپنے رسول و ہادی کے متعلق تو یہ ہو گا ہی کہ آپ ہی کی ذات والا صفات ہے جس سے ایسے زمانہ میں مبنوت ہو کر جب کہ دنیا پہالت و گمراہی کے انتہائی حدود پر پہنچ چکی تھی اس کو ایک مرتبہ پھر انسانیت صحیحہ کے سید سے راستے پر کھڑا کر دیا۔ آج بھی جب کہ ہم مختلف وجوہ کی بنا پر ان ایام جاہلیت سے قریب تر ہو رہے ہیں، تو صرف اس شمع ہدایت سے اکتساب ہی ہماری نجات کا حقیقی باعث ہو سکتا ہے۔ لیکن ذاتی عقیدہ سے قطع نظر ایک جو یا ئے حق طالب علم اور ایک ناظر ذرا لیکن مقصد و موثر کو اس سوال کے جواب میں جو کہتا ہے۔ اس میں سے بعض باتیں صرف مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ بعض باتیں دوسروں سے متعلق ہیں۔ بعض باتیں دونوں سے مشترک طور پر متعلق ہیں،

”مسلمانوں کے لئے“ آپ کی سیرت جو اہمیت رکھتی ہے۔ وہ کسی



تفصیل کی محتاج نہیں اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی مفصل بحثیں موجود ہیں۔

### غیر مسلموں کے لئے

رسولِ عربی کی سیرت کا مطالعہ اس لئے ضروری ہے کہ جب ایک شخص ہم سے یہ بیان کرے کہ میں تمہارے فائدے کی کچھ بات کہنا چاہتا ہوں تو کون عقل سلیم رکھنے والا ایسا ہے جو اس بات کو سننے ہی سے انکار کر دے۔ آنحضرت نے اپنی زندگی میں جب پہلی مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ میں تمام عالموں کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں، اور میرے لئے ہوئے دین اسلام کے بغیر دنیا اور آخرت کی بھلائی حقیقت میں حاصل نہیں ہو سکتی، تو اس پر ادھی طبیعت رکھنے والوں نے تو ٹھٹھول شروع کیا، اور مخالفت پر اتر آئے، سمجیدہ لوگوں نے اس کے برخلاف یہ پوچھا کہ دین اسلام کس کو کہتے ہیں، اور آپ کی رائے میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے، پھر جواب اور توضیح پر ٹھنڈے دل سے غور کیا، اور جس کی رائے میں بات معقول تھی اس نے اس دین کو قبول کر لیا۔

ہادی عالم کے اقوال و افعال، اور آپ کا پیش کیا ہوا دین، اب تک محفوظ و موجود ہیں۔ اور شخص آثارِ قدیمہ کی رسی سے ہاتھی بنانے اور قیاس آرائی، و خوش عقیدگی کی ضرورت نہیں۔

اس کی کچھ تشریح بے محل نہ ہوگی۔ کہ۔ دیگر ادیان و مذاہب کی مقدمات



والہامی کتابیں اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں رہیں اس کا اعتراف صاحب ادیان خود کر چکے ہیں۔ جس کو دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے۔

لیکن اب قرآن مجید کو دیکھئے، جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی، ابتدائے نبوت ہی سے رسول اکرمؐ اس کو فوراً لکھوا دیتے رہے۔ اور کاتبوں کو یہ بھی ہدایت کرتے تھے کہ فلاں آیت کا مقام تا حال نازل شدہ قرآن میں فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد ہے۔ اس کو ساتھ ساتھ بہت سے صحابہ زبانی بھی نماز کی ضرورتوں سے یاد کرتے جاتے تھے۔ اور یاد کی ہوئی چیزوں کو رسول اکرمؐ کو سنایا بھی کرتے تھے۔ وگت تحریری نقلیں بھی لے لیا کرتے تھے، جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی تو چند ماہ بعد ہی خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عہد نبوی کے سرکاری کاتبین وحی کی ایک کمیٹی مقرر کی کہ پورا قرآن مجید ایک کتاب کی شکل میں لکھا جائے اور ہدایت کی ہر ہر لفظ و آیت کو علاوہ حفظ کے دودھ ستریری ثبوتوں کے بعد درج کیا جائے۔ عہد نبوی کے آخر میں کابل قرآن کے کم سے کم چار پانچ حافظ تھے، جن میں ارکان مجلس تدوین بھی شامل تھے، اولہ متفرق سو رہے جن کو یاد تھے، ان کی تعداد ہزاروں تھی۔ اس احتیاط سے تدوین ہونے اور پھر آئندہ بھی حفاظ کا سلسلہ اب تک جاری رہنے سے قرآن مجید اس قدر صحت کے ساتھ اب تک محفوظ ہے کہ کسی اور



مذہب کی الہامی کتاب اس کی گزند کو نہیں پہنچتی ، غرض ہم ایک ایسی شخصیت کا مطالعہ کر سکتے ہیں جس کے عام حالات بھی تفصیل سے محفوظ ہیں ، اور جس کی تعلیم کی اساس یعنی اس پر نازل شدہ الہامی کتاب بھی اچھوتہ ہو ، و بجنسہ محفوظ موجود ہے ، اس کے مندرجات کے متعلق کوئی چھوٹا چھات بھی نہیں کہ اجنبیوں کو پڑھنے بلکہ سننے سے بھی روکا جائے ، بلکہ ایک صلائے عامہ ہے کہ ہر شخص ، اس کو پڑھے ، اور بطور خود اپنے لئے فیصلہ کرے کہ وہ اس کو قبول کر سکتا ہے یا نہیں ، اور جو قبول نہ کر سکے تو اس کے لئے بھی صاف حکم ہیں کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی الدِّیْنِ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں ۔ اور اس کا اپنا چیلنج ہے کہ لَا آخِیْرَ خِیَالٍ ہمہ دارند تو تنہا داری “

اس نے مرکز گریز اولاد آدم و حوا کو دوبارہ مرکز کشی کی تعلیم دی ۔ اور ان میں فطری مساوات اور اختیاری تنسیلت (اعمال صالحہ کی بنا پر) قائم کی ، اور جملہ سابقہ مذاہب کا احترام و اعتراف کرتے ہوئے ان کے مقابل اپنی حیثیت صرف یہ بیان کی کہ یہ ایک متحدہ صداقت اور بنیادی ولابد و اقل قلیل ہے۔

## ہر کس کے لئے

چند بنیادی اصول و حقائق سے خود فیصلہ کر لینا ممکن ہے ۔ اسلام کا اصل اصول یہ ہے کہ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ طرینے دنیا میں بھی اچھے رہیں اور آخرت میں بھی ، دیکھنا یہ ہے کہ دنیوی معاملات



میں آنحضرتؐ کی سیرت اور طرز زندگی میں اہم اسے سے لے کیا سبق ہیں، دنیا میں ایک حیثیت سے بڑے لوگوں کا کبھی کمی نہیں رہی ہے۔ لیکن اس کے برخلاف رسولؐ عربیؐ کی زندگی پر نظر ڈالئے۔ اس کی ہمہ جہاتی حیثیت، قول و فعل کی یکسانی تعلیم میں ناقابل عمل مطہیت کی جگہ معتدل عملیت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زندگی اس میں کامیابی کے لحاظ سے ایک بے نظیر چیز ہے۔

سیاسی حیثیت کو لیجئے تو آپؐ نے دس سال کے قلیل عرصے میں جزیرہ نمائے عرب کے مزاج (لاکھوتی) میں جہاں زیادہ خود سر۔ خانہ بدوش قبائل ہیں۔ خانہ جنگیاں ہی رہا کرتی تھیں، ایک بڑی مستحکم اور بڑی مملکت قائم کر دی۔ یہ حیثیت سپہ سالار کے آپؐ کی لڑائیوں میں فریقین کے بمشکل چند سو آدمی مارے گئے۔ لیکن دس سال کے عرصے میں تقریباً بارہ لاکھ مربع میل کا رقبہ مطیع اور ماتحت ہو گیا۔ اور عرب کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ایسی حکومت قائم ہوئی جو پورے جزیرہ نما کو حلقہ بگوش بناسکی اور یہ آنحضرتؐ صلعمؐ ہی کی تعلیم اور تربیت کا نتیجہ تھا کہ عرب جیسی گنہگار و خاہل قوم نے بین الممالک تعلقات میں پہلا قدم رکھا تو کیمبرج کے ایک عیسائی مورخ کے الفاظ میں ”ان سے زیادہ جہذب وحشی“ کبھی نہیں مل سکے تھے۔ اور فتوحات کی وسعت اور گہرائی کا ریکارڈ بوناہوں نے قائم کیا ہے وہ اب تک کسی قوم سے توڑا نہیں جاسکا ہے چنانچہ



دس ہی سال میں انھوں نے عراق - ایران - فلسطین - شام - مصر -  
 مراکش - تونس - ترکستان اور آرمینیا کو زیر کر لیا۔ یہ سب علاقے  
 قریب قریب آج بھی ٹھوس اسلامی علاقے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر کی  
 زبان تک عربی ہو گئی ہے۔

۱۲۔ انتظامی حیثیت لیجئے جس ملک میں کبھی کوئی حکومت ہی قائم نہیں  
 ہوئی تھی اس میں پیپہا ہونے اور پروٹش پالنے کے باوجود آنحضرتؐ نے جو  
 دستور مملکت مرتب اور جو نظام حکمرانی قائم فرمایا اس پر پٹل دنیا کی ایک  
 عظیم الشان مملکت کے لئے نہ صرف ہر طرح کا آمد و کافی ثابت ہوا بلکہ  
 جب تک اس پر پٹل رہا۔ دنیا کی مہذب ترین حکومت بنی رہی۔ گاندھ  
 جی جیسے کڑھندو بھی اسے انسانیت کا دورِ زرین سمجھتے اور کانگریسی  
 حکومتوں کو مشورہ دیتے رہے کہ۔ اس کو اپنے لئے نمونہ بنائیں۔  
 ۱۳۔ عمرانی حیثیت سے تقسیم و گردش دولت کا اصول رسولِ اکرمؐ کی  
 مالی حکم میں نظر آتا ہے۔ تقسیم ترکہ۔ تخریر و صییت۔ مخالفت سود پس  
 انداز دولت اور جائداد پر محصول (زکوٰۃ) وغیرہ کی طرف اشارہ کافی ہے،  
 جن کا اصول یہ تھا کہ۔ دولت صرف مالداروں میں نہ گھومتی رہے، مالداروں  
 والوں سے لئے ہوئے محصول سے حکومت اپنے ملک کے جملہ محنت  
 کو روٹی ہتیا کرنا اپنا اولین فریضہ سمجھے اور اشتراکیت و سرمایہ داروں کے



تصادف کو رواج آج بے دین دنیا میں رونما ہے پیش بینی کر کے شروع ہی میں حل کر دیا اور روک دیا۔

(۱۴) عورتوں - مزدور - اور غلام حیثیت سے متعلق بھی پیغمبر اسلام کی تعلیم معتدل اور اسی لئے مفید و قابل عمل ہونے میں بے مثل ہے۔

(۱۵) سماجی اور اخلاقی حیثیت سے آپؐ نہ صرف ایک اچھے معلم اخلاق تھے بلکہ نادر بات یہ تھی کہ آپؐ اپنی تعلیم کی سب سے پہلے خود تکمیل کر کے اور دوسروں کو جتنا حکم دیتے اس سے زیادہ خود عمل کر کے اور دوسروں کے سامنے زندہ نمونہ پیش فرماتے تھے۔ ایک باپ، ایک شوہر، ایک دوست، اور عالم، ایک تاجر، ایک انسان کی حیثیت سے آپؐ کا کردار اثابے دار ہے کہ دشمن بھی اس کو سراہنے بغیر چاہ نہیں دیکھتے۔ علاوہ اور اسلامی اصلاحات کے، بت پرستی، شراب اور جھوٹے سسٹے کی ممانعت مسلمانوں کی ایسی خصوصیت ہے کہ باقی دنیا بھی اب خواہی نہ خواہی اس کو اسنے پر مجبور ہی ہو چکی ہے۔

ف: دنیا میں بہت سے معلم، ہادی، پیغمبر آئے، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ کسی کو اپنی زندگی میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی جو نبی عربیؐ کو ہوئی۔ سلام میں جب آپؐ حج کو تشریف لے گئے تو آپؐ کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ مسلمان تھے جو ملک کے ہر حصہ سے آئے تھے۔ آنحضرتؐ نے دنیا میں جو دین پیش فرمایا اس نے اپنے لئے خود بخود جگہ پیدا کر لی، چین میں بھی اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی۔ مگر



چین کے گرد ڈولی مسلمان اور ہندوستان کے روزافزوں نو مسلم اس بات کا کافی ثبوت ہیں کہ اسلام کی اندرونی کشش کتنی ہے، وہ آپ ہی تھے کہ تعصبات سے بھری دنیا میں بر ملا فرما گئے کہ نسل، رنگ یا زبان سے کسی انسان کو دوسرے پر کوئی فوقیت بالکل نہیں؛ حقیقی فضیلت کو کاری اور خدا ترسی ہے اِنْ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیْکُمْ (خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو)۔

آپ نے اسلام کے اصول پر جس زور سے عمل کرایا اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام پست قومیں اسی کو اپنی نجات کا واحد ذریعہ سمجھتی رہی ہیں۔ اسلام سے زیادہ مساوات کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی۔ اور مثلاً رنگ و زبان کے متعلق فطرت کی تنوع پسندی کو بے اثر بنانے میں اسلام سے زیادہ کسی مذہب و مسلک کو کامیابی نہیں ہوئی۔

انسانی آبادی کے ہر گروہ کی اپنی الگ تاریخ، الگ تعصبات، الگ روایات ہیں اور انسان کو اپنے محستوں یا بزرگوں کے احترام سے روکنا، نہ تو آسان ہے اور نہ ہی اس میں کوئی فائدہ! آسان اور مفید طریقہ یہی ہے کہ پُرانے روایات اور تعصبات و تخیلات کو چھوڑے بغیر اگرچہ اس کو ایک نیا پس منظر، ایک نئے رخ میں رواں دواں کر کے، کچھ نئی چیزوں کے احترام اور اوروں سے زیادہ احترام کی تعلیم دی جائے۔ اس کے بغیر مرکز گریز اولاد آدم و حوا کو دوبارہ ایک مرکز پر آنے کے لیے آمادہ کرنا ممکن نہیں۔



یہودیوں کو اپنے ہم عصروں میں واحد موجد قوم ہونے وغیرہ کی بنا پر ناز تھا اگرچہ  
باقی دنیا میں وہ ملعون تھے۔ اسلام نے بر ملا اعتراف کیا  
فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ (خدا نے تم کو سارے جہانوں پر فضیلت دی)

عیسائیوں کو اپنے بانی مذہب کی بعض خصوصیتوں پر ناز تھا، جس سے باقی  
ساری دنیا کو انکار تھا۔ قرآن نے اس کو بھی قبول کیا کہ عیسیٰ ابن مریم۔ رَسُولُ اللَّهِ  
وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ (وہ اللہ کے رسول کلمۃ اللہ اور روح اللہ  
تھے) لیکن ان دونوں قوموں کو بتایا کہ محض پدرم سلطان بود۔ کافی نہیں، عمل کے متعلق  
خدا کا حساب و کتاب فرداً فرداً ہر ایک انسان سے ہو گا۔ جس خدا نے موسیٰ و  
عیسیٰ علیہما السلام کو کچھ خصوصیتوں سے نوازا اسی خدا نے ان سابقہ انبیاء کرام کی تعلیمات  
کے صحیفوں کے حوادث زمانہ کا شکار ہو کر تلف ہو جانے کی وجہ اپنی و فور نوازش سے  
افسانوں پر ان تعلیموں کی پھر سے تائید و تجدید کرنے کے لیے ایک اور نبی بھیجا۔ اور جب  
تک اس نبی کی تعلیم محفوظ و موجود ہے مزید کسی نبی کی ظاہر ہے کہ کوئی ضرورت نہیں۔

انبیاء بنی اسرائیل ہی نہیں ان سے قبل اور ان کے بعد کے بھی

وَإِنْ قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَذَكَرْكَ كَبُورُ مَا أَنْزَلَ مِنْ قَبْلِكَ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ فِيهَا أَنْذِيرُ کہہ کر دنیا کی ہر قوم کا دل موہ لیا، آدم سے  
لیکر عیسیٰ تک آنے والے رسولوں میں سے ایک دو درجن کا نام بھی لیا اور یہ بھی فرمایا

وَرَسُولًا قَدْ قَضَيْنَا هَمَّ عَالِيكَ مِنْ قَبْلُ یعنی رسولوں کو ہم نے آپ پر بیان کیا ہے  
وَرَسُولًا لَمْ نَقْضِ لَهُمْ عَالِيكَ (۱۴۴) اور بعض کو نہیں بیان کیا۔



اور کسی کے لیے رنجش کی وجہ نہ رہی، اس حیثیت سے بھی آپ رحمۃ للعالمین ثابت ہوئے  
 مذہب سابق میں ایک گورکھ و ہندوین کی عبادت گاہوں کے افسروں پجاریوں  
 کی اجارہ داری بن گیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ نہیں الدین لیسر، وہ ہر ایک فرد انسانی  
 کا معاملہ ہے، اور ایک بنیادی مذہب ایک خلاصہ اور پچوڑ پیش کیا کہ انسان ہمد یا  
 کم از کم سن رشد سے لحد تک اپنے آپ اس کا ذمہ دار ہے اور وہ مذہب امن باللہ  
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمَلٍ صَالِحاً (اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور عمل صالح کرتا رہے)  
 اور لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (ہر شخص پر اس کی استطاعت کے مطابق ہی مقرر ہے)  
 یہ سب ایک اس طرح سے دنیوی پہلو تھا۔ اسلام کی خصوصیت یہ رہی ہے  
 کہ وہ دنیا و دین دونوں کی بے یک وقت بھلائی چاہتا ہے۔ روحانی ترقی اور تزکیہ نفس  
 کے لئے توحید سے بڑھ کر کوئی وسیلہ تصور میں نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص خدا کو ایک مان لے  
 اور خیر و شر میں اس کے سوا کسی اور کی قدرت نہ سمجھے، اور خیر و شر و حساب کو مان  
 لے، تو پھر اس دنیا میں گناہ کا سرزد ہونا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ ہر شخص  
 کے ایمان کی پختگی اس کے اعمال میں ہو یا رہتی ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ،  
 اور جہاد فی سبیل اللہ، ایسے احکام ہیں جن سے انسان فرشتوں سے بھی سبقت لے  
 جاتا ہے، جس میں عدول حکمی کی صلاحیت ہی نہ ہو (مثلاً فرشتہ) اور وہ کسی کل  
 کی طرح بے اختیار حرکت کرتا چلا جائے، تو نہ وہ ثواب کا مستحق اور نہ عذاب کا مستوجب  
 جس میں خیر و شر کی بیک وقت قدرت ہو۔ اور وہ اپنی قوت ارادی و اختیار سے



کام لے کر صرف خیر پر عمل کرے تو یقیناً اشرف المخلوقات کہلانے کا اسی کو حق ہو سکتا ہے ۔

یہی چیزیں نتیجہ ہیں سیرت پاک کے مطالعے کا ، اور یہی چیزیں ہیں جو سیرت پاک کے مطالعے کی دعوت دیتی ہیں ۔

بہر حال اسلام کا دعویٰ تھا کہ وہ " بنیادی مذہب " ہے ۔ آدم سے عیسیٰ تک سب اسی کے پرچار اور تبلیغ کے لیے آئے تھے ۔ وہ ازلی صداقتوں پر مشتمل ہے جن کے ماننے بغیر کسی معقولیت پسند کو چارہ نہیں اور بنیادی واجبات کے سوا باقی ہر چیز میں انسانوں کو کافی وسیع اباحت و صوابدید حاصل ہے کہ جو چاہے کرے ۔

مذاہب کے مابہ الاشتراک امور اور بنیادی صداقتیں جو انسانی حقوق واجبات کے متعلق تھیں ، بیان کر کے اسلام نے ساتھ ہی مذہب کو ایک نہایت سہل و آسان چیز ( الدین یسر ) بھی بتا دیا ، اور انسان اور خدا کے مابین راستہ رشتہ جوڑ دیا ۔

دوسرے الفاظ میں تمام مذاہب کے پیروؤں میں باہمی احترام و رواداری کا جذبہ پیدا کرنا ۔ اور فروغ کو چھوڑ کر معقول اصول پر سب کو ایک ہو جانے کی دعوت دینا ہی اسلامی پیغام تھا اور اسی بنیادی مذہب کے ذریعے سے بیک وقت استفادہ ممکن تھا ، اور خیر و شر کے آمیزے ( یعنی انسان ) کو اعتدال پر



رکھنے اور شیطان اور فرشتہ ہر دو سے الگ بلکہ دونوں سے بہتر خدائی تخلیق کا ایک کامل ترین نمونہ بنانے کا طریقہ بتا دیا گیا ۛ

اس ہادی اعظم کی یہ تعلیم شاید آج بھی مصیبتوں سے بھری دنیا کے لیے منجیدہ غور و فکر اور انسانیت سوز برادر کشیوں کے انسداد کا سامان دیتا کرتی ہے ۛ  
یہ ایک بے معنی چیز ہوگی کہ بنی کے بتائے ہوئے راستے پر تو چلیں لیکن خود نبی کو نہ مانیں۔ یوں بھی راستے میں بھٹکیں اور ہادی اعظم موجود نہ ہو تو کعبے کی جگہ ترکستان پہنچ جائیں گے اور اس سے بڑھ کر کیا بد قسمتی ہو ۛ

**بعثت کے وقت چند عالمگیر گتھیوں کا اسلامی حل!**  
فطرت انسانی کے بدلنے کا سوال نہ تھا، بلکہ خاراآن کی چوٹیوں سے اصلاح کی جو دعوت شروع ہوئی تھی اس کا مقصد انسانی عادتوں کی دھاتوں کو خاص سانچوں میں دبا کر اچھی شکلوں میں تبدیل کرنا تھا اور ان کے اظہار کے لیے راستوں کا مقرر کرنا تھا ۛ

مصلح دراصل یہی ہدایت کرتا ہے کہ انسان اپنی کس خصلت یا قوت کو کس راہ پر لگائے اور اس کا کس حد تک مظاہرہ کرے۔ عہد نبوی کے آغاز پر جو دنیا کی حالت تھی اس کا بیان مشہور و معروف ہے۔  
آغاز اسلام کے وقت مذہبی تعصب اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر



مذہب اپنے سوا تمام مذاہب کو چھوٹے، اور نجات کے لیے قطعاً موافق سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرض اور سہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی۔ بلکہ انجیل متی کی روایات پر اعتماد کیا جائے تو خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرما چکے تھے کہ "میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں، مجھے باقی دنیا سے تعلق نہیں۔ اور اپنے حواریوں یعنی فرستادوں اور مذہبی مبلغوں کو بھی حکم دیا تھا کہ "وہ تبلیغ عیسائیت صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں کریں؟"

اس سب پر مستزاد یہ تصور تھا کہ عمل کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے ہم مذہبوں میں داخل رہنا ہی اتنا بڑا عمل ہے کہ وہ نجات ابدی کے لیے کافی ہے۔ قرآن کریم نے اگر عمل پر زور نہیں دیا ہے تو پھر کسی چیز پر بھی زور نہیں دیا ہے۔ (امشوا - ایمان لائے) کے ساتھ وَ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ (نیک کام کیے) جتنی مرتبہ قرآن میں ملا کر دہرایا گیا ہے کوئی اور حکم نہیں دہرایا گیا ہے۔ نسل اور پیدائشی مذہبوں کے متعلق یہ لرزہ خیز حکم دیا گیا کہ جب لوگ خدا کے پاس حاضر ہوں گے تو فَلَا انْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَسْأَلُونَ (قرآن، یعنی اس



دن نہ ان کے نسب کا لحاظ ہوگا اور نہ وہ ایک دوسرے سے کچھ جواب طلبی کر سکیں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا انفرادی طور سے ذمہ دار ہوگا۔ یہ نہیں کہ ہمارے گناہوں کا کوئی اور ناگردہ گناہ ہی بھینٹ چڑھ جائے۔ نعوذ باللہ۔ خدا کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم زندگی پھر عہد ابد معاشیاں کرتے رہنے کے باوجود رستگاری اور رہائی پا جائیں گے۔

## حرف آخر

عالمی مشکلات کے حل کا خلاصہ مشکلات کا حل صرف دو باتوں کے اختیار کرنے میں مضمر ہے۔ وحدتِ ادیان اور وحدتِ انسانیت، اور یہ دونوں باہم لازم ملزوم ہیں جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ عقل مند انسان اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ ان انسانوں میں جنگ و نزاع کا باعث ادیان کی تفریق اور انسانیت کی تقسیم بھی بنتی رہی ہے۔ چنانچہ تاریخ اور واقعات عالم اس پر عینی گواہ ہیں۔ مگر پھر جب اس تفریق و تقسیم کے حدود و وجوہ مٹنے شروع ہوئے اور باہم انسانوں اور قوموں کا میل ملاپ پیدا ہونے لگا تو پھر سارے انسانوں کو وحدتِ دین اور وحدتِ انسانیت کی طرف رجوع ہونے کی دعوت دی گئی اور بتلایا گیا کہ تمہاری پہلی تقسیم و تفریق عارضی اور ایک ضرورت کی وجہ سے تھی، حقیقی نہیں تھی۔ اصل میں تم سب ایک ہو اور تمہارا دین بھی ایک ہی ہے۔ اس لیے اب تمہیں اپنے اصل واحد کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ یہ آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے زمانہ کی بات ہے جس کی صداقت تاریخ کے اوراق



واقعات عالم میں روز روشن کی طرح موجود ہے، اور یہ اسلام کے ظہور کا زمانہ ہے۔

## اسلام کا نظام زندگی

اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسانیت کا نظام زندگی خدا پرستانہ نقطہ نظر پر قائم ہو اور وہ زندگی کے تمام شعبوں کو خدا پرستی کی بنیاد پر چلتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک انسانیت کی حقیقی بھلائی اسی میں ہے۔ یہ اسلام کا ایسا پیش کردہ نظریہ ہے جس پر دنیا کی اکثر قومیں جو تعداد میں بھی کثیر ہیں اکٹھی ہو سکتی ہیں اور منکرین مذہب کے لیے بھی انسانیت کی بھلائی کے لیے اسلامی نظریہ سے بہتر یا اس جیسا نظریہ نہیں مل سکتا۔ ان لوگوں کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ وہ بیشک اسلام کو عقیدہ اور مذہب کے اعتبار سے تسلیم نہ کریں۔ اسلام کی طرف سے مطالبہ تو یہ ہے مگر جبر نہیں ہے (لیکن صرف نظریہ کی حیثیت سے تو انسانیت کی بہبودی کے لیے تسلیم کر لیتا چاہیے۔

۱) اسلام علمی اور عقلی مذہب ہے اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے میں انسان کو اختیار ہے۔ یہی تو اس کے حق ہونے اور صادق ہونے کی دلیل ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔

## مقصد زندگی

اسلام یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ دنیا انسان کے لیے صرف ذریعہ زندگی ہے



مقصد زندگی نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد اعلیٰ وہ زندگی ہے جو اس جہان کے بعد دوسرے جہان میں حاصل ہوگی۔ دنیا کی زندگی صرف عبوری زندگی ہے اور اس کے بعد کی زندگی مستقل اور دائمی زندگی ہے۔ اس بات کو بھی اسلام علم و عقل سے منواتا ہے۔ تقلید پر مجبور نہیں کرتا۔

### اقوام متحدہ سے خصوصی خطاب !

اگرچہ اقوام متحدہ کا پہلے بھی کئی مرتبہ ذکر آیا ہے، مگر فی زمانہ عالمی مشکلات کا حل جو جوہات مذکورہ و آئندہ بظاہر اسی ادارہ کی سعی اور اختیار پر موقوف ہے کیونکہ اس ادارے کا قیام مسلسل متعاقب الوقوع واقعات کا نتیجہ ہیں۔ اس لیے ضروری خیال کیا گیا کہ پھر بحرف آخر مگر اس عظیم الشان ادارہ کے جملہ معززین ارکان کو آئندہ حالات متوقعہ سے باخبر کیا جائے۔ اور موجودہ غیر مفید نظامات کی تبدیلی کی استدعا کی جائے۔

محترمانہ ادارہ ! یہ سب مشکلات

(۱) موجودہ غلط سیاست کی پیدا کردہ ہیں

(۲) اور مذہب اور صحیح سیاست کو باہم مخالف قرار دینے کا نتیجہ ہیں

ایک بہت بڑی اور قاش غلطی !

بہت سے عقلمند — اور تعلیم یافتہ بھی یہ کہتے چلے آ رہے ہیں کہ سیاست



اور مذہب دو جدا جدا چیزیں ہیں۔ یعنی یہ کبھی متحد اور متفق نہیں ہو سکتیں۔  
 اگر یہ بات موجودہ سیاست کے متعلق کہی جا رہی ہے تو یہ بجا اور درست ہے۔  
 لیکن اگر مطلق سیاست کے متعلق کہتے ہیں تو یہ ایک بڑی اور فاش غلطی ہے۔  
 اس میں شک نہیں کہ موجودہ سیاست کی بنا بے ایمانی، فریب کاری اور  
 منافقت پر قائم ہے۔ بیشک یہ سیاست مذہب کے ساتھ کوئی میل ملاپ  
 نہیں رکھ سکتی، بلکہ سراسر مذہب کی ضد ہے۔ البتہ وہ سیاست جو واقعہ میں  
 سیاست ہے جس کی بنا عدل و راستی پر ہوتی ہے وہ قطعاً مذہب کے خلاف  
 نہیں بلکہ عین مذہب ہے۔ یہ باتیں سن کر تجتب اور حیرانی ہوتی کہ اچھے اچھے  
 سمجھدار اور تعلیم یافتہ لوگ بھی مذہب و سیاست میں تفریق کے قائل ہیں اور بات  
 کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔

پہلے — ضروری ہے کہ لفظ "سیاست" کے معنی، مفہوم اور اس کے  
 مطلب اور مقصد میں غور و فکر کیا جائے۔

"سیاست کا معنی و مفہوم مرتبہ زبان میں پالیٹیکس، ملکی تدبیر اور  
 انتظام پر بولا جاتا ہے۔" سیاست مدنیہ "شہری انتظام، عدل و استقامت  
 کے ساتھ اس طرح پر انتظام کرنا کہ سب کی معاشی حالت اچھی ہو" (مصباح اللغات)  
 پس سیاست کا حاصل عدل اور استقامت کے ساتھ انتظام کرنے کا ہے



یعنی سیاست وہ انتظام ہے جس میں عدل ہو، ظلم اور بے انصافی نہ ہو، استقامت ہو، ہٹراہٹ، بکجروی اور فریب کاری نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ سیاست کے تمام محکموں اور شعبوں میں عدل اور استقامت کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر عدل اور استقامت ان میں نہ ہوگا تو اس کو سیاست بہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

بہر حال اگر سیاست اسی کو کہتے ہیں جس کی اوپر تعریف اور تشریح کی گئی ہے تو یقیناً ایسی سیاست کا ایک گوشہ اور شوشہ بھی مذہب کے خلاف اور اس کی ضد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مذہب انسان پر زندگی کے ہر کام اور ہر ایک شعبہ اور شوشہ میں عدل و استقامت کو لازم قرار دیتا ہے اور اس کی رہنمائی بھی کرتا چلا آ رہا ہے۔ پس مذہب اور سیاست باہم حلیف ہیں، حریف نہیں ہیں۔ باہم موافق ہیں، مخالف اور ضدیں نہیں ہیں۔ ————— ہاں البتہ اگر سیاست سے مراد وہ مشی ہے جس کو آج کی حکومتیں سیاست سے تعبیر کرتی ہیں۔ تو بیشک اس سیاست کا مذہب کے ساتھ رشتہ اور تعلق نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایسی سیاست کو سیاست کہنا بالکل غلط ہے۔ اس کو شیطنیت کہنا زیادہ موزون اور مناسب ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ زہر کو تر یاق کہا جائے یا شیطان کو فرشتہ کہہ کر پکارا جائے۔

برعکس نہ ہند نام زنگی کافر !

ویسے تو عرصہ سے دنیا میں بے عقل و بے وقوف چلے آ رہے ہیں، مگر اس



نئی روشنی اور نئی تہذیب و تمدن نے جیسے بعض عقلمند احمق پیدا کئے ہیں شاید ہی پہلے زمانوں میں پائے گئے ہوں گے۔

اس مادہ پرستی دور میں روحانیت کی قدر تو کیا ہوتی تھی، بڑے لوگوں کی

عقلیں بھی ماری گئیں۔

قرون وسطیٰ میں ہی اگر مذہب و سیاست کے متعلق پوری تحقیق کر لی گئی ہوتی اور مذہب کی حقیقت و ماہیت کو منقح کر لیا ہوتا اور غیر جانبدارانہ نظریہ سے ہر ایک مذہب کے متعلق علمی اور عقلی اور تحقیقی معیار سے بحث و مطالعہ کیا جاتا تو اس وقت بھی ایسا مذہب موجود تھا (اور اب بھی موجود ہے) جو مذہب و سیاست میں تفریق کو گوارا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس مذہب کا مقصد انسانیت کی ترقی اور آزادی ہے۔ انسانیت کا جود اور غلامی نہیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ اب تک بدستور انھیں خیالات میں پڑے ہوئے ہیں اور صبر نہیں۔

واجب الاحترام۔ اراکین! دنیا میں اصولوں اور سچائیوں کی کمی نہیں، اگر کمی ہے تو صرف عمل و کردار کی ہے۔ اگر عمل اصولوں کے خلاف ہے تو غیب سے کوئی ایسا آیتہ ظاہر نہیں ہو گا جو دو عملی اور منافقت کی گردن مروڑ دالے اور اصولوں کی ایک نئی دنیا آباد کر دے۔ اصول عمل کے لیے ہوتے ہیں، اگر ان



پر عمل نہیں ہوتا تو اصولوں پر فخر کرنا بیکار ہو گا +  
 محترم اراکین ! آپ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں، جس مقصد کے لیے  
 یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے اس کے حاصل کرنے کے لیے پورے عزم اور جزم اور  
 جدوجہد کے واسطے عملی قدم اٹھائیں۔ یعنی اپنے موجودہ خیالات و تصورات اور  
 خود ساختہ سابقہ نظریوں اور فکروں کو بدلیں، اصول و قوانین کو بدلیں۔ اپنے آپ  
 کو بدلیں۔۔۔۔۔ حضرات آپ دنیا کو کیا فتح کرنا چاہتے ہیں۔ آپ پہلے اپنے  
 پر دسترس حاصل کریں، مقابل کی طاقتوں کو شکست دینے سے پہلے خود  
 اپنے کو فتح کریں کیونکہ خارج کی تسخیر، تسخیر نفس ہی کے ذریعہ سے ممکن ہے  
 یا یوں کہیے کہ تسخیر نفس و آفاق لازم و ملزوم ہیں۔ وہی انسان اپنے ارادہ  
 خارج پر موثر کر سکتا ہے جو پہلے اپنے نفس پر اسے غالب و موثر کر چکا ہو۔  
 جماعت کا ثبات خارجی اور اس کی قوتوں پر فتح حاصل کرنا چاہتی ہے، اسے  
 ضبط و اطاعت اور آئین شناسی کی درس گاہ میں خود اپنے نفس کو مسخر کر

پڑتا ہے ہر کہ تسخیر مرہ و پرویں کند

نولیش رازنجیری آئیں کند

دوسری جگہ اس نکتہ کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

ہر کہ بر خود نیست فرمائش رواں

مے شود نہ ما پذیر دیگران



الغرض شخصیت کی تکمیل کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ انسان خود اپنے ارادہ پر حکمران ہو اور خارج پر بھی اسے غالب کر سکے۔ (ماخوذ)

انسانوں کے مشکلات میں گھر جانے کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے کائنات کو سمجھنا پہلے چاہا، پہلے اپنے آپ کو شناخت کرنے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر انسان ایسا کرتا تو اپنے لیے خود مشکلات پیدا نہ کرتا۔

اراکین محترم المقام! اس وقت آپ کی پشت پر کوئی ایسی طاقت نہیں جو آپ کے انکار کو جلسہ گاہ کے باہر تو کجا، خود تمام اہل جلسہ کے دلوں میں بھی بٹھا دے۔

یہاں ایک اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ اتنی زبردست طاقت جو بات کو دل میں بٹھا دے اس کو کہاں اور کیسے تلاش کریں، جواب یہ ہے کہ وہ ہم اور آپ سب سے زیادہ قریب ہے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اس کے موجود ہونے کو نہ صرف تسلیم کیا جائے بلکہ اس پر پورا یقین ہونا ضروری ہے۔ اس ایک یقین کے بعد آپ بہت سی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو جائیں گے یعنی بات آپ کہیں گے اور دل میں بٹھانے کا کام وہ اپنے ذمہ لے گی۔ اگر آپ کا یقین کامل ہوگا تو پھر آپ اپنی آنکھوں سے یہ تماشا دیکھیں گے کہ نہ ماننے والوں کو کیا سزا ملتی ہے۔ (ماخوذ)



## مشیتِ الہی کا ظہور !

چونکہ آپ میں سے اکثر حضرات خدا کی ہستی پر یقین رکھتے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ آپ کی توجہ ایک تکوینی اور تخلیقی مسئلہ کی طرف منطوف کرائی جائے وہ ہے **کُلُّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَأْنٍ** — یعنی ۔

ہر لحظہ جمالِ خود نوع و گہ آرائی شور و گہ انگیزی و شوقِ دگر افزائی

اللہ تعالیٰ کے شئون کا اظہار زمانے کے تاریخی تقاضوں میں ہوتا ہے ۔

زمانے کا تقاضا خدا کی مشیت کے تابع ہوتا ہے اور زندگی کے حالات

و اسباب جس نظام کے متقاضی ہوتے ہیں ۔ خدا کی مصلحت اس نظام کو دنیا

میں نافذ کرنا چاہتی ہے اور یہی اس کی مرضی ہوتی ہے — لیکن خدا کی مرضی

ہمیشہ اس کے بندوں کے ذریعہ ہی دنیا میں عملی جامہ پہنتی ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ

کا ہاتھ بندوں کے ہاتھ کے اندر کام کرتا ہے ۔ قومیں اور حکومتیں اس

وقت سے پہلے جو صرف اپنے لیے سوچا کرتی تھیں ۔ اب ساری دنیا اور

انسانیت کے لیے سوچ رہی ہیں ۔ معلوم ہو رہا ہے کہ اب مشیتِ الہی دنیا

کو ایک نظام کے تحت مجتمع کرنا چاہتی ہے ۔

ظاہر ہے کہ جب ہم یہ تسلیم کر لیں کہ اس کائنات کا ایک خالق ہے

اور اس نے اسے ایک مقصد کے لیے پیدا کیا ہے ، تو پھر ہمیں اپنے آپ

کسی خاص سلوک کا مستحق سمجھنے کی بجائے حق تعالیٰ کے ارادے اور مقصد



مطابق ڈھانسنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صرف اسی صورت میں ہم کامیابی سے ہم کنار ہو سکتے ہیں۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے \*

اسلام دورِ حاضرہ کو جو اپنے ہاتھوں اپنی ہلاکت کے درپے ہے۔ ایک مکمل سیاسی اور معاشرتی نظام پیش کرتا ہے۔ اسلامی نظام کو باقی نظاموں پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ ماضی میں اس پر کامیابی سے عمل کیا جا چکا ہے جو اس کے مکمل ہونے کا ثبوت ہے۔ ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ ہر قوم کو بالآخر یہی نظام قبول کرنا پڑے گا۔ خواہ وہ زبان سے مسلمان ہونے کا اقرار کرے یا نہ کرے۔ کیونکہ اس نظام کے قوانین فطری (یا خدائی) قوانین ہیں اور انسانی ترقی ان قوانین کی پابند ہے۔ وحی کے بغیر بھی انسان کا قدم بقدم بعد از ہزار مشکل بردوسرار استہ اختیار کر کے ناکام ہو چکنے کے بعد بالآخر ان قوانین تک پہنچنا ضروری ہے۔ اسلامی نظام امن اور پائیداری کی طرف لے جاتا ہے اس کے مقابلہ میں آج کل کے نظاموں میں سوائے طبعاتی اور بین الاقوامی جنگوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ پائیداری تو اس زمانے سے گویا رخصت ہو چکی ہے۔ غالباً اس سے بڑی غلطی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اسلامی نظام کی خوبیوں اور خامیوں پر غور کرنے سے محض اس لئے انکار کر دیا جائے کہ یہ نظام وحی الہی پر مبنی ہونے کا دعویٰ ہے اور اسے ایک پیغمبر خدا ہم تک لائے۔ اسے ہم دہریہ پن کے تعصب کے سوا اور



کسی چیز سے تعبیر نہیں کر سکتے :

**خلاصہ مقصود** یہ ہے کہ اگر اکیں ادارہ متحدہ نے جن اصول

و قواعد اور حقوق انسانی کے رواج دینے کا ارادہ کیا ہے، اور ان کو اپنانا

چاہا ہے یہ انہی باتوں میں سے بعض ہیں جن کا اعلان چودہ سو برس سے

مذہب اسلام کرتا چلا آ رہا ہے۔ جن تک غیر اسلامی دنیا صدیوں بعد چل کر

پہنچ سکی ہے۔ لیکن غیر مسلم اقوام نے ان باتوں کی طرف توجہ نہیں دی اور

ان کو قابل اعتنا قرار نہیں دیا تھا۔ یہ قوانین چونکہ انفرادی کوششوں سے

معلوم نہیں کیئے جاسکتے تھے اور نہ قومی اور وطنی و طبقاتی ذہنیت رکھنے

والے دل و دماغ ان عالم گیر قوانین تک پہنچ سکتے تھے۔ اس لئے ان سب

باتوں کو بذریعہ وحی ایک عالمی پیغمبر کے واسطہ سے پیش کر دیا گیا۔ اور چونکہ

اسلام سے پہلے مذاہب وقتی اور محدود تھے، اس لئے ان میں ایسے

عالم گیر اصول و قوانین کی تعلیم دینا قبل از وقت و زمانہ تھا۔ کیونکہ کسی

چیز کا دیا جانا وقت و ضرورت پر ہی موزون اور پسندیدہ ہوتا ہے :

خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ ہم نے کوئی چیز بھی عبث و بیکار پیدا

نہیں کی۔ اہل نظر و صاحب ایمان کا فرض ہے کہ اپنے فکر و عمل کو کام میں

لائیں، ان سے استفادہ کریں اور خلاق ارض و سما کے شکر گزار ہوں :

قرآن شریف میں ہے :



سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْأَفَاقِ وَفِي  
الْأَنْفُسِ هُمْ حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَهُمُ اللَّهُ الْحَقَّ

یعنی ہم ان کو بہت جلد اپنے نشانات قدرت  
دکھلائیں گے مظاہر عالم کے اندر بھی اور

خود ان کے نفوس میں بھی جس سے ان  
لوگوں پر یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جائے

گی کہ اسلام تو ضرور سچا ہے ؟

حقیقتیں اور اصلیتیں اپنی جگہ سے نہیں بدلا کرتیں، مفروضہ نظریے اور

بناوٹی باتوں کے پردے تنقیدات سے چاک ہو جاتے ہیں۔

آفاقی آیتوں کے متعلق اللہ جل و علیٰ نے اجمالی حکم دے کر ان کی تفصیل

و تشریح اور استفادہ و انتفاع کا کام خود ہمارے سپرد کر دیا ہے جو ان میں

ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں، عقل و ادراک اس وسیع خزانہ فطرت سے اپنی

کفالت کا سامان ہتیا کر لیتی ہے۔ جو حاجتیں آج ہیں ان کے تکمیل کے اسباب

بھی ان ہی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ عصر حاضر کی ایجادات کا سرائع ایک ہزار

سال پہلے تلاش کرنا اسرار فطرت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ اسی طرح

ہزار سال بعد جب انسانی ضروریات بہت کچھ بدل چکی ہوں گی اس وقت

آج کے ہتیا کردہ سامان کی کوئی قیمت نہیں رہے گی۔

اصطلاح تمدن میں جس کا نام ترقی ہے وہ تکمیل ضروریات کے سوا

اور کوئی چیز نہیں۔ اپنی ضروریات و تکمیل ضروریات کے لحاظ سے ہر دور



ترقی کا دور ہے، دوسرے لفظوں میں ہر دور اپنے ماضی کی نسبت سے شاندار  
 اور مستقبل کے اعتبار سے پست و تاریک ہوتا ہے۔ گویا ترقی حاجتوں کی  
 فراوانی کا دوسرا نام ہے، ہونا بھی یہی چاہیے، کیونکہ انسان سراپا احتیاج  
 ہے اور حاجتوں کے ظہور سے انسان کے فال کمالات وابستہ ہیں؛  
 جو لوگ مذہب کی غرض صرف مادی ترقی قرار دیتے ہیں، وہ بڑی غلطی میں  
 ہیں۔ روح و مادہ کے فرق کو نہیں سمجھتے اور دونوں کی حدود سے غافل ہیں۔ مادی  
 ترقیات، روح و خدا کے انکار کے بعد بھی ہو سکتی ہیں، اور ہوتی ہیں، کیونکہ ان  
 مسائل میں عقل انسانی خود ملکتفی ہے۔ ضروریات انسانی ان کے لیے محرک اور  
 میدان عمل بہت وسیع ہے۔ مگر روح و مذہب کے معاملے میں انسانی دراز دستی  
 ناکارہ، عقل ناکام اور میدان عمل نامعلوم۔ یہاں اقرار خدا اور معلم مذہب کے  
 اتباع سے مقرر نہیں۔ اسی لیے قرآن مجید مطالعہ فطرت پر زور دینے کے بعد بھی  
 اس کی کوئی تفصیل نہیں بتاتا اور نہ کبھی کوئی معلم مذہب یعنی پیغمبر و رسول  
 (مخصوص) طبیعیات و کیمیات کی تعلیم کے لیے مبعوث ہوئے۔ برخلاف فطرت  
 کے اجمالی احکام دے کر عقائد و اعمال مذہب کی تفصیلات بیان کرنے کی ذمہ  
 داریاں ان کے سپرد ہیں۔

واقعات و مشاہدات ہمیں بتاتے ہیں کہ مادیات کے حدود میں انسانی  
 صلاحیتیں ناکامی سے کامیابی کی طرف یوں آہستہ بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایک غلطی



کی تصحیح دوسرا فرد کر دیتا ہے۔ عناصر کو شکست و ریخت اور جمع و ترکیب کی حد تک انسان بڑا قادر و توانا ہے، مگر روحانیت کے مسائل میں اس کی عقل کچھ ایسی کوتاہ دست و سست قدم ہے کہ دوسروں کی رہنمائی کے بغیر آگے بڑھتی نظر نہیں آتی۔ بڑے سے بڑا فلسفی و سائنسدان جب مادی ادراک کے منازل طے کر کے روحانیت کی سرحد پہنچا کھڑا ہوتا ہے، تو روح کی اہمیت، اور خدائے کائنات کے اقرار میں اس کی گردنیں جھک جاتی ہیں، مگر اللہ رے بے لہی، از خود انسان و خدا کے درمیان رشتے کا سراغ لگانے سے بالکل مجبور ہے۔

چوں خدا اندر نیاید در عیاں نام حقند این پیغمبران  
(ماخوذ)

بہر حال قرآن پاک کے احکام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جملہ انسانیت کے لیے بمنزلہ فطری قوانین کے ہیں، اور ان کے خلاف ورزی کرنا نہ صرف اپنے آپ کو، بلکہ پوری انسانیت کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اسی لیے ضروری تھا کہ انھیں اپنے موزون وقت پر ایک پیغمبر کے ذریعہ سے انسانیت تک پہنچایا جاتا۔ ورنہ قوانین ایسے ہی فطری ہیں جیسے "فزکس" کے قوانین جو ہمارے ظاہری وجود پر عادی ہیں اور جن سے اختلاف کرنے کا خیال بھی کوئی شخص اپنے دل میں نہیں



لا سکتا، جیسا پہلے بھی بیان ہوا ہے۔

بہر حال اسلام اپنی حقیقت پسندی اور جامعیت کے اعتبار سے بے پناہ خیر کا حامل ہے اور دنیا اس تجربہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے، بلکہ تاریخ عالم شاہد ہے کہ اب تک دنیا میں انسانیت کی بہتری کے لیے جتنے بھی تجربے ہوئے ہیں ان سب میں یہی ایک تجربہ کامیاب ترین ثابت ہوا ہے۔

اور اسلام کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری کائنات میں انسان کو اعلیٰ اور اشرف مقام عطا فرمایا اور اس پر یہ راز کھولا کہ ساری کائنات انسان کے لیے ہے اور انسان خدا کے لیے ہے، اور آپ نے انسانوں کو مساوات کی نعمت عطا کی۔ اونچے نیچے کے فرق کو مٹایا۔ نسل اور ذات کی دیواروں کو گرایا، غلامی اور چاکری کے نقش کو مٹایا اور کردار کو فضیلت کا معیار قرار دیا۔

## محسن اعظم سے دنیا کی روگردانی

ہمیں حیرت ہے کہ آج اس روشن زمانہ میں بھی لوگوں نے اپنے محسن اعظم کو نہیں پہچانا۔ وہ انسان کا نل جس نے "رب" کو "رب العالمین" کی حیثیت میں پیش کیا، اور یہ نہیں کہا "وہ رب المسلمین ہے" اور خود بھی "رحمۃ للمسلمین" بن کر نہیں بلکہ "رحمۃ للعالمین" بن کر آیا اور جس نے اپنی



ہدایت کو جغرافیائی اور قومی حدود میں بند نہیں کیا، بلکہ اسے وقت و عام کر کے پوری انسانیت کو اس میں حصہ دار بنایا۔ وہ انسانیت کا نجات دہندہ تھا۔ اس نے انسان کے سر کو خدائے واحد کے آگے جھکایا۔ اس نے کہا انسان انسان کا غلام نہیں بن سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کی نظر میں ایک بادشاہ کی بھی وہی حیثیت ہے جو ایک بد ریاضین اور غریب انسان کی ہے۔

ہم اپنے غیر مسلم بھائیوں سے دریافت کریں گے کہ کیا اب وقت نہیں آیا کہ آپ اس مصلح اعظم کو پہچانیں جو خدا کو "رب العالمین" کہتا ہے اور انسانوں کو بھائی بھائی بنا کر نسل اور قبیلوں کی دوئی کو مٹاتا ہے۔ اس محسن اعظم نے اپنی تمام زندگی انسانی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔ آپ کی تمام زندگی کا مقصد انسان کی خدمت کرنا تھا۔ آپ کے تشریف لانے سے قبل دنیا میں ملکی غیر ملکی فرق تھا۔ نسلی امتیاز، کالے، گورے، بڑے، چھوٹے، مالدار اور غریب کے فرق نمایاں تھے، اور ان پر زبردست فخر کیا جاتا تھا۔ لیکن آپ نے تشریف لاکر ان سب امتیازات کو ختم کر دیا اور آپ نے تمام انسانوں کو ایک صف میں گھڑا کر دیا۔ محسن اعظم کا یہ زبردست کارنامہ ہے۔

بہر حال عالمی مشکلات کا حل ان تین چیزوں یعنی اسلام اور قرآن اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ اسکیم میں مضمر ہے۔ اور یہ تینوں چیزیں ساری دنیا کی مشترک متاع ہے۔ لہذا ہم ساری دنیا اور خصوصاً



اقوام متحدہ کے سامنے واضح الفاظ کے ساتھ بصد عزت و احترام سے پیش کرتے ہیں  
اور گزارش کرتے ہیں کہ۔۔۔ یہی وہ آبِ حیات ہے جس کی اس وقت تلاش ہو  
اور یہی وہ (امرتِ رس) ہے جو ساری دنیا کو امن و سلامتی کی زندگی عطا کر  
سکتا ہے۔ اور نیز اس جہان کے بعد داعیِ زندگی جس کا انکار نہیں کیا جا  
سکتا خوش حال زندگی بنا دینے کا ذمہ لیتا ہے۔ جیسا کہ پہلے ہی عرض کر  
گیا ہے۔

(تفہیم)

اسلام کیا ہے ؟  
اختصار یہ ہے کہ :-

## مسلمان کا اسلام

ایک مسلمان کا اپنے مذہب کے متعلق بڑا جامع اور وسیع تصور یہ ہے کہ وہ اپنے  
محض حیدرِ عقائد اور بندے طے ٹکے مذہبی اعمال تک محدود نہیں سمجھتا۔ مولانا محمد علی جوہر  
کے الفاظ میں مذہبِ اسلام تفسیرِ حیات ہے اور زندگی کے لیے آخری اور بہترین نظام۔ اور  
ہماری صلاح اس نظام کو اختیار کرنے سے ہو سکتی ہے، بلکہ نظامِ عالم اس وقت تک درست نہیں ہے  
پا تا جب تک بلا جبر و اکراہ نظامِ اسلام ساری دنیا میں قائم نہ کر دیا جائے گا۔ ۵  
مے تواند کہ دہر اشکِ مرا حسن قبول ہے آنکہ در ساختہ است قطره بارانی را ★

ابو احمد عبد اللہ دہلوی، مہتمم دارالعلوم نعمانیہ گوہر الہی



سلسلہ تبلیغ و اشاعت منبرِ ہدایت

۷۸۶

تَبَيَّنَ لَنَا فِي الْإِفْخَاقِ فِي الْقِسْمِ الْخَبِيرِ كَيْفَ كُنَّا  
 ہم ان کو بہت بڑے بڑے نشاناتِ قدرت دکھائیں گے  
 مظاہرِ عالم کے اندر بھی اور خود ان کے نفسوں میں بھی جس سے ان لوگوں (انڈیائیوں) پر واضح ہو جائیگا کہ اسلام تو ضرور سچا ہے

عالمی منسکات کا لفظی حل

مرتبہ

ابوالکلام محمد علی صاحب دہلوی، مستم دار العلوم نعمانیہ

گوجرانولہ مغربی پاکستان میں حفظہ اللہ جامعہ اہل سنت اوقاتِ ازل  
 مطبوعہ: پنجاب پریس و پبلشنگ لاہور۔

قیمت: ۱۰ روپے